انوار الفرقان

شرح

جمال القرآن

افادات

شیخ القراء والمجودین حضرت

قاری سید حسن شاہ بخاری صاحب

نور اللہ مرقدہ

مرتبہ

استاذ القراء حضرت

قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ

استاذ شعبہ تجوید و قراءت جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

قراءت اکیڈمی ®
لاہور

افادات
شیخ القراء والمجودین حضرت
قاری سید حسن شاہ بخاری صاحب

مرتب
استاذ القراء، حضرت
قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ
استاذ شعبہ تجوید و قرأت جامعہ نعیمیہ کریم پارک لاہور

قرأت اکیڈمی®
28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور
Ph.: 042 - 7122423
0300 - 4785910
0332 - 4785910

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ...... انوار الفرقان شرح جمال القرآن

افادات ...... شیخ القراء حضرت قاری سیّد حسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ...... استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہ

صفحات ......

ناشر و طابع ...... قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَام عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِيَاءِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى- اَمابعد،

تجوید کی ابتدائی کتاب ''جمال القرآن'' مدارس تجوید وقراءات کے نصاب میں شامل ہے' اسی لئے مشائخ فن تجوید وقراءات نے اس کی تشریح وتوضیح کے لئے مختلف حواشی اور شرحات تحریر فرمائیں- چنانچہ شیخ التجوید والقراءات حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ''حواشی جدیدہ'' کے نام سے نہایت ہی مفید حواشی لکھے- شیخ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ نے ''ایضاح البیان'' کے نام سے نہایت عام فہم حواشی تحریر فرمائے اور شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی دامت برکاتہم العالیہ نے ''کمال الفرقان'' کے نام سے مفصل شرح تحریر فرمائی- اللہ تعالیٰ تمام اکابر ومشائخ فن کی جملہ خدمات کو قبول ومنظور فرمائے- آمین ۔

احقر نے یہ بات محسوس کرتے ہوئے کہ طلبہ کرام اپنے متعلقہ استاذ محترم کی درسی تقریر سے بہت زیادہ مانوس و متاثر ہوتے ہیں اور اسی سے زیادہ تر مستفید ہونے کی کوشش کرتے ہیں' اس لئے احقر نے حضرت قاری صاحب جعل الجنۃ مثواہ کے صاحبزادوں کی اجازت سے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ کرام کے مشورہ سے' حضرت قاری صاحب قدس سرہ کے علمی اور درسی افادات کو بنیاد بنا کر ''انوار الفرقان شرح جمال القرآن'' کو مرتب کیا ہے- یہ شرح نہایت آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کی گئی ہے- اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ جمال القرآن کے متن پر نمبر لگا کر نیچے اس سے متعلقہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درسی افادات اور دیگر مشائخ فن تجوید وقراءات کے حواشی' فوائد' تحقیقات اور جواہر سے اصحاب ذوق کے لئے علمی مواد فراہم کیا ہے- اس طرح یہ شرح مشائخ فن کے افادات کا مجموعہ اور حسین گلدستہ بن گئی ہے- امید ہے کہ ''انوار الفرقان شرح جمال القرآن'' سے مبتدی' متوسط اور منتہی ہر طبقہ کے اشراف لوگ یکساں طور پر مستفید ہوتے رہیں گے-

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت مرحمت فرما کر اس کے نفع اور فائدہ کو عام اور تام فرمائے- آمین-

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شیخ القراء حضرت استاذی وسندی' استاذ الاساتذہ قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری طیب اللہ ثراہ اور جعل الجنۃ مثواہ اور شیخ القراء حضرت قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور استاذ العرب و العجم' شیخ القراء' ماہر فن حضرت قاری عبدالمالک بن جیون علی صاحب نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ کے لئے بطور صدقہ جاریہ قبول ومنظور فرمائے۔ **آمین**۔ نیز احقر کے لئے اور میرے والدین کریمین اور میرے اساتذہ کرام اور دیگر علماء و مشائخ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ **آمین**۔

اللہ تعالیٰ عزیزم قاری عثمان محمود بن حافظ محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از خیر پور ٹامیوالی' ضلع بہاولپور' صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءات مدرسہ انیس القران کی مسجد' نیوانارکلی' لاہور۔ عزیزم قاری محمد عثمان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از ماڈل ٹاؤن لاہور۔ محترم چوہدری محمد علی صاحب زاداللہ محاسنہ۔ محترم ماجد رسول خان صاحب زاداللہ محاسنہ۔ محترم ظہیر الدین بابر صاحب زاداللہ محاسنہ۔ عزیزم منیر احمد شاکر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ حافظ محمد ناصر رشید زاداللہ محاسنہ کی جملہ خدمات اور مساعی جمیلہ کو قبول ومنظور فرما کر دنیا وآخرت میں ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ **آمین** کیونکہ انہوں نے ''انوار الفرقان شرح جمال القرآن'' کی تکمیل میں میری بہت معاونت کی ہے۔ مشائخ فن تجوید وقراءات سے بصد آداب التماس ہے کہ اس شرح میں جو کمی وبیشی محسوس فرمائیں' شفقت ومہربانی سے مطلع فرمادیں۔ دوسرے ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

وَاللّٰہ الموَفِّق وَ المُعِین

﴿ابو حمّاد﴾

محمد رمضان

استاذ شعبہ تجوید وقراءات جامعہ مدنیہ' کریم پارک

راوی روڈ' لاہور۔

خطیب جامع مسجد قدس' متصل تھانہ گوالمنڈی'

مین بازار' لاہور۔

استاذ القراء شیخ التجوید حضرت قاری

سیّد حسن شاہ بُخاری صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

کے مختصر حالات زندگی

وَاجبُ الاحترام حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی اور اسم گرامی سیّد حسن شاہ صاحب بُخاری ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سیّد عالم شاہ صاحب بُخاری ہے۔

حضرت قاری صاحب کی ولادت باسعادت یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بمقام ''داتہ'' تحصیل وضلع مانسہرہ میں ہوئی۔ یاد رہے کہ بمقام داتہ شہر مانسہرہ سے تقریباً ساڑھے چھ میل پہلے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم آپ کے والد ماجد نے فرمایا' بیٹا ہم حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اولاد ہیں۔ اس نسبت سے ہم قرآن مجید اور دین متین کے وارث ہیں لہٰذا تم اسکول کی تعلیم موقوف کر کے دین اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دو۔

چُنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۴۰ء میں دینی تعلیم کے حُصول کے لئے لاہور تشریف لائے اور جامعہ فتحیہ اچھرہ میں ابتدائی کُتُب عَرَبیّہ کی تعلیم شروع کی۔ پھر جہلم تشریف لے گئے۔ کچھ دینی کتابیں وہاں پڑھیں۔ اس کے بعد سرگودھا تشریف لے گئے۔ کچھ دینی کتابیں وہاں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ دوبارہ لاہور تشریف لائے اور درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد ۱۹۵۳ء میں آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورۂ حدیث شریف مکمل کر کے باقاعدہ سندِ فراغت حاصل کی۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چونکہ قران مجید حِفظ کرنے کا بہت شوق تھا' اس لئے درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ آپ نے جٹاں والی مسجد' مین بازار اچھرہ' لاہور میں قرآن مجید حِفظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً چھ ماہ میں آپ نے قرآن مجید مکمّل حِفظ کر لیا تھا۔ دورۂ حدیث شریف کے بعد استاذُ العلما

حضرت مولانا رسول خان صاحب (نوّر اللہ مرقدہٗ) فاضل دیو بند سے دوبارہ بیضاوی شریف پڑھی- حضرت قاری صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اِبتدا میں تجوید وقرآءَت کی تعلیم استاذ القراء شیخ التجوید والقرآءَت حضرت قاری عبدالعزیز شوقی صاحب نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی- اس کے بعد شیخ العرب والعجم' استاذ القراء والمجو دین حضرت قاری عبدالمالک بن جیون علی صاحب نوّر اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ سے مکمّل تجوید بروَایتِ حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قراءَاتِ سبعہ مُتواترہ و قِراءاتِ ثلٰثہ المتممہ للعشر حاصل کیں- استاذ القراء' شیخ التجوید والقراءت حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر عُمدہ اِستعداد کی وجہ سے بڑی محنت فرمائی اور آپ کو تمام لُحُونِ عَرَب کی تعلیم دی- اسی لئے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً کی تلاوت بہت ہی عمدہ تھی اور زندگی بھر محافلِ قِراءت اور جلسوں میں آنجناب تِلاوت قرآن مجید کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے- اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کو حُسنِ تجوید' حُسنِ لہجہ اور حُسنِ صَوت کی نعمت سے بھی مالا مال فرمایا تھا- امیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب بھی حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی بڑے اِشتیاق سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے اور اہلِ خانہ کو بھی پردے کے پیچھے سے تلاوت سننے کی تاکید فرماتے- حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بھی اپنے شیخ روحانی قُطبُ الاِرشاد حضرت شاہ عَبدالقادِر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے جاتے تو آپ سے بالخُصوص تلاوت قرآن مجید سنتے اور دوران تلاوت مُبارک آنکھیں اشکبار رہتیں-

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پوری زندگی استاذ القراء' فضیلت الشیخ حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اخذ کردہ لہجوں کے امین رہے اور مُستَعِدّ طَلَبہ کِرام کو سکھاتے رہے- آپؒ نے بادشاہی مسجد میں قرآن مجید سنانے کا شرف بھی حاصل کیا- حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک گورنمنٹ جامعہ عربیہ رحیمیہ' جامع مسجد نیلا گنبد' نیو انارکلی' لاہور میں فرائض تدریس انجام دیئے- آپؒ نے دوبارہ ۱۹۸۴ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک مدرسہ تجوید القران موتی بازار لاہور میں تجوید وقرآءَت کے فرائض سرانجام دیئے- اس کے ساتھ ساتھ بعد نمازِ ظہر جامعہ دارُالعُلوم الاِسلامیہ کامران بلاک' علّامہ اِقبال ٹاؤن' لاہور میں بھی تدریسی

فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر آپ ۱۹۹۰ء میں پاکستان سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ۱۹۹۴ء تک مسجد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کی خدمت میں مشغول رہے۔ مورخہ ۲۴ اپریل بروز ہفتہ ۱۹۹۴ء الموافق ۱۲ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ کو قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ○

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہلیہ محترمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بصحت و عافیت حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ اُستانی صَاحِبہ دَامتْ برکاتُہا العَالیہ کا سایہ عاطِفت تا دیر بچوں اور بچیوں کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ حضرت قاری صاحب نوّر اللہ مَرقَدہٗ کی تمام اولاد بہت خوبیوں اور صلاحیتوں کی مالک ہے۔

سب سے بڑے صاحبزادے استاذُ القراء محترم حضرت مولانا قاری سیّد منظور الحسن شاہ صاحِب بخاری دَامتْ بَرکَاتُہم العَالیہ جو اس وقت نارتھ لندن میں مُقیم ہیں اور مرکزی تبلیغی جامع مسجد میں انگلش میں خُطبہ جُمعۃ المبارک اِرشاد فرماتے ہیں۔ مَاشَآءَ اللہ استاذ القراء، حضرت مولانا قاری سیّد منظور الحسن شاہ صاحب بخاری مدظِلّہ العَالی (۱) حَافظ قرآن ہیں، (۲) قاری بِروایتِ حفصؒ ہیں، (۳) فاضل درس نِظامی از جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں، (۴) فاضِل قِرآءاتِ سبعہ مُتواترہ ہیں، (۵) فاضِل قِرآءاتِ ثلثۃ المتممہ للعشر ہیں، (۶) ایم۔ اے اسلامیات ہیں، (۷) بین الاقوامی شہرت یافتہ ہیں، (۸) بیرون ملک پاکستان کی نمائندگی کا شرف بھی حاصل کر چکے ہیں۔ آپ بفضلِ اللہ تعالیٰ وَکَرَمہٖ فن تجوید و قرآءت میں صحیح معنٰی میں اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین ہیں۔ آپ کی تِلاوت سے سامعین نہ صرف محظوظ بلکہ مسحور ہو جاتے ہیں اور آپ نے بہت سے مُقابلوں میں اوّل پوزیشنیں بھی حاصل کیں۔

حضرت قاری صاحب نوّر اللہ مَرقَدہ کے دوسرے صَاحبزادے محترم حضرت مولانا قاری سیّد مَسعودُ الحسن شاہ صاحِب بخاری مدظِلّہ العَالی ہیں جو ماشآءَ اللہ بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں نیز آپ (۱) حافظ قرآن ہیں، (۲) قاری بروایت حفصؒ ہیں، (۳) فاضل درس نِظامی از جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں، (۴) فاضل قِرآءاتِ سبعہ متواترہ، وقِرآءات ثلثۃ المتممہ للعشر ہیں، (۵) دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہیں۔ حضرت قاری صاحب طَیّبَ اللہ ثَراہُ کے

تیسرے صاحبزادے فخر القراء محترم قاری سیّد محمودُالحسَن شاہ صاحِب بخاری مدظلہ العالی ہیں جن کو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بڑی محنت سے فن تجوید وقرآءت کی خدمت کے لئے تیار کیا- آپ ماشاء اللہ حافظ قرآن مجید ہیں نیز قاری بروایت حفص ہونے کے ساتھ ساتھ فاضل قرآءات سبعہ متواترہ بھی ہیں- آپ نے بے شمار مقابلوں میں اول پوزیشن حاصل کی- بین الاقوامی شہرت یافتہ ہیں- آپ کی تلاوت بہت عُمدہ اور جیّد ہے- آپ اس وقت لندن برمنگھم میں تجوید و قرآءات اکیڈمی کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو فن تجوید وقراءات سے مُستفید فرما رہے ہیں نیز آپ فن تجوید وقراءات پر پی- ایچ -ڈی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں- اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیوں اور ترقیات سے ہمکنار فرمائے- **آمین-**

حضرت قاری صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے چوتھے صاحبزادے عزیزم نجم القراء قاری سیّد ریاضُ الحسن شاہ صاحِب بخاری سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں- آپ بھی ماشاء اللہ حافظِ قرآن مجید ہیں نیز قاری بروایتِ حفص ہیں- آپ کی تِلاوت میں حلاوت اور شیرینی ہے- آپ دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہیں- اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقیات سے نوازے- **آمین-**

حضرت قاری صاحب جَعَلَ الجنّۃَ مثواہُ کے پانچویں صاحبزادے فخر القراء عزیزم جناب قاری سیّد انوارُالحسَن شاہ صاحِب بخاری زَادَاللہ مَحَاسِنَہٗ ہیں جو ماشاء اللہ صحیح معنیٰ میں حضرت شیخ کے خَلفُ الرّشید ہیں- ملک بھر کی محافلِ قرآءت میں مدعو کئے جاتے ہیں- اللہ تعالیٰ نے آپ کو حُسنِ صَوت، حُسنِ لہجہ اور حُسنِ تجوید کی نعمتوں سے مُزیّن فرمایا ہے- آپ کی تلاوت روحانیت سے پُر ہوتی ہے نیز آپ کی تلاوت سامعین کو محظوظ و مسحور کر دیتی ہیں- آپ نے دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی ہے-

اللہ تعالیٰ عزیزم قاری سیّد انوارُالحسن شاہ صاحِب بخاری سَلّمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے- **آمین** -اور قراءات سبعہ مُتواترہ اور ثَلثۃ المتممہ للعشر کی تکمیل کرنے کے بعد مستقل فن تجوید اور قرآءات کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے- **آمین-**

از قلم: قاری محمد رمضان صاحب استاذ شعبہ تجوید وقرآءات جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور-
خطیب جامع مسجد قدس متصل تھانہ گوالمنڈی مین بازار لاہور-

تقاریظ-از استاذ القراء محترم قاری سیّد منظور الحسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم-خطیب مرکزی تبلیغی جامع مسجد نارتھ لندن-محترم مولانا قاری سیّد مسعود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ-فخر القراء محترم قاری سیّد محمود الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ استاذ قراءت اکیڈمی برمنگھم لندن-محترم قاری سیّد ریاض الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ ڈیفنس لاہور-فخر القراء محترم قاری سیّد انوار الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ-ڈیفنس لاہور-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى- اَمَّابَعْدُ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مؤلفہ رسالہ ''جمال القرآن'' کو برصغیر پاک و ہند میں جو مقبولیت عامہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے- یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ مدارس تجوید وقراءات میں ہمیشہ شامل نصاب رہا ہے اور اساتذہ فن نے اس کی تشریح وتوضیح کے لئے مختلف حواشی اور شروح تحریر فرمائیں- چنانچہ شیخ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ نے ''ایضاح البیان'' کے نام سے نہایت عام فہم حواشی تحریر فرمائے- استاذ القراء ماہر فن جناب مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مدظلہٗ نے ''کمال الفرقان'' کے نام سے مفصل شرح تالیف فرمائی اور ''حواشی جدیدہ'' کے نام سے شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مفید حواشی لکھے-

''اَنوارُ الفُرقَان شرح جمال القرآن'' مؤلفہ برادرِ ما جناب مولانا قاری محمد رمضان صاحب زید مجدہٗ شیخ التجوید والقراءات جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور بھی اسی **سلسلۃ الذھب** کی ایک کڑی ہے- ماشاءاللہ شرح ھٰذا کا انداز بیان نہایت سادہ اور آسان ہے اور شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جو لائق تشریح ہو اور اس کی تشریح وتوضیح نہ کی گئی ہو-

شرح ھٰذا طلبہ و اساتذہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے- بالخصوص تجوید کے مبتدی اساتذہ تو اس سے خوب استفادہ کر سکتے ہیں- اس لئے کہ اس میں ہر لمعہ سے متعلقہ تشریح وتوضیح کے ساتھ ساتھ اس کے پڑھانے کا طریقہ بھی آ گیا ہے- ''انوار الفرقان شرح جمال القرآن'' درحقیقت شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہ کے درسی افادات ہیں- یہ درسی افادات شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں شائع ہو کر منظر عام آ جاتے تو بالیقین شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے حد مسرور اور خوش ہوتے تاہم حضرت قبلہ والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال مبارک کے بعد بھی ان افادات کا کتابی شکل میں شائع اور طبع ہونا قابل قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت مرحمت فرما کر اس کے نفع اور فائدہ کو عام اور تام فرمائے۔ **آمین**۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو طلبہ اور تجوید کے ابتدائی معلمین کے لئے نافع اور مفید بنائے۔ **آمین**۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو شیخ القراء حضرت قبلہ والد ماجد صاحب طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ اور جملہ مشائخ فن تجوید و قراءات کے لئے اور مرتب کے لئے بطور صدقہ جاریہ قبول و منظور فرمائے۔ **آمین**۔

قاری سید منظور الحسن شاہ بخاری، قاری سید مسعود الحسن شاہ بخاری، قاری سید محمود الحسن شاہ بخاری، قاری سید ریاض الحسن شاہ بخاری، قاری سید انوار الحسن شاہ بخاری۔

☆☆☆☆
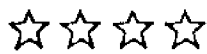
تقریظ - از استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد صدیق لکھنوی صاحب مدظلہ العالی -

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O نَحمده' و نُصلی علٰی رسولہِ الکریم و علٰی الہٖ و اصحابہٖ و ذریاتہٖ اجمعین - اَمَّا بَعد'

بنام اَنوارُالفُرقَانْ شرح جمال القران مُرتَّبہ مکرم قاری محمد رمضان صاحِب دَامتْ بَرکاتُھم کو اکثر مُقامات سے دیکھا' قَواعِد تجوید سلف و خلف کی کتابوں کے مطابق ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صاحب مرتب نے جملہ مسائل کو نہایت کوشش کے ساتھ عمدہ اور سادہ الفاظ میں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر قواعد تجوید سوال و جواب کی صورت میں تحریر کیے ہیں جس سے مسائل کو یاد کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو حواشی تشنہ تھے ان کو بھی پورا کر دیا ہے جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انوار الفرقان شرح جمال القرآن طلبہ تجوید کے لئے نافع اور مفید ثابت ہوگا - میں اس شرح کی تدوین و تشریح پر دعا کرتا ہوں اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے شرف قبولیت عطاء فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے - آمین -

محمد صدیق لکھنوی ۱۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

☆☆☆☆

شیخ التجوید والقراءات، حکیم الامت مولانا قاری

سیّد اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ

کے مختصر حالات زندگی

نام ونسب و پیدائش: نام اشرف علی لقب حکیم الامت، والد ماجد کا نام عبدالحق - والد صاحب کی طرف سے فاروقی النّسل اور والدہ صاحبہ کی طرف سے علوی ہیں - قصبہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر یو- پی (ہند) میں ایک رئیس گھرانہ میں ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن پیدا ہوئے - تاریخی نام "کرم عظیم" ہے - آپ کی وفات ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں ہوئی - خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ نے تاریخ رحلت پر فرمایا

یہ رحلت ہے آج اشرف الاولیاء کی

۱۳ ھ ۶۲

تعلیم وتربیت: اولاً قرآن شریف حفظ کیا - اُستاد کا نام حافظ حسین علی تھا - حفظ سے فارغ ہوئے تو تھانہ بھون میں مختلف اساتذہ سے اور زیادہ تر متوسطات تک فارسی اور ابتدائی عربی کتب حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ سے پڑھیں - حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی بہت بڑے عالم باعمل، متقی و پرہیز گار ہونے کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور دارالعلوم دیوبند میں فارغین علما کی جو سب سے پہلی جماعت تھی، ان میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے علاوہ مولانا فتح محمد صاحب بھی تھے -

حضرت حکیم الاُمّت کی عمر ۱۲-۱۳ سال تھی کہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب کی تعلیم وتربیّت کا گہرا اثر آپ نے قبول کیا - باجماعت نماز پنجگانہ کا خاص اہتمام فرمانے کے علاوہ پچھلی رات تہجد کو اٹھتے اور نوافل ووظائف پڑھتے تھے -

قریباً ۱۵ سال کی عمر میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا - وہاں فارسی کی اعلیٰ کتابیں مثلاً سکندر نامہ وغیرہ مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں - دارالعلوم میں ۱۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ

ہوئے۔ عربی کی متوسطات حضرت شیخ الہند اور دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں اور دورۂ حدیث اور دیگر اعلیٰ کتب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (صاحبزادہ حضرت مولانا مملوک العلی صاحب اور خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ) سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت چودہ سال تک کانپور میں صدر مدرس رہے۔ اسی زمانہ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور خاصے طویل عرصہ تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ تھانوی مہاجر مکی خدمت میں بیعت وسلوک کے مراحل طے کئے۔ تجوید وقراءت کی تعلیم کے حصول کے لئے مدرسہ صولتیہ کے صدر مدرس شیخ عرب وعجم حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکہ سے اِستفادہ کیا۔ مشق وریاض سے ایسی عمدہ اِستعداد پائی تھی کہ لب ولہجہ وادائیگی میں استاذ کے مثیل ومشابہ ہوگئے۔ جب حضرت قاری صاحب مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل میں حضرت کو مشق کراتے تھے تو نیچے منزل میں سننے والے یہ تمیز نہ کرسکتے تھے کہ اس وقت استاد پڑھ رہا ہے یا شاگرد۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور ان کے بعد ابوحنیفہ ءروزگار حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے فنِ اِفتاء میں مہارت بہم پہنچائی۔ سلوک میں حضرت حاجی صاحبؒ سے منازل تصوف میں حدِ کمال کو پہنچے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تصنیف واِفادۂ باطنی: قیام کانپور کے زمانہ میں تعلیم وتدریس، وعظ وتبلیغ، اِفتاء اور اِفاضہ باطنی میں بے شمار علماء اور عام مسلمان آپ سے مستفید ہوئے۔ چودہ سال قیام کانپور کے بعد ایک خاص داعیۂ قلبی کے تحت محض **تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہ** وطن تھانہ بھون تشریف لائے اور اپنے شیخ روحانی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی خانقاہ امدادیہ میں جانشین ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بے مثال مقبولیت نصیب فرمائی۔ وعظ وارشاد بیعت وسلوک اور تصنیف وتالیف کا اس قدر عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے کہ اس کام کی وسعت کے پیش نظر تنہا ایک ایک خدمت کے لئے ایک مستقل اِدارہ کی ضرورت تھی مگر

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ	اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں
اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِدٍ	کہ ایک عالم کا کام ایک فرد میں جمع کردے

چنانچہ ہزار سے اوپر تصانیف کی تعداد ہے- ہزاروں سے مُتجاوِز آپ کے ہاتھوں پر توبہ اور بیعت کرنے والے ہوئے- مُتحِدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ آپ کے وعظ وارشاد سے معمور ہوا- ہزاروں مسلمانوں کو آپ کے فَتاویٰ سے دینی وشرعی رہبری نصیب ہوئی اور سینکڑوں علماء ومشائخ آپ کے خُلفاومُجازین بیعت وسُلوک ہوئے-

تصانیف : فقہ، تفسیر، حدیث، تصوّف، تجوید عقائد اور مسلمانوں کی رہبری وراہنمائی میں مُعاشرتی، تَمدُّنی، سیاسی اور تجارتی موضوعات پر نہایت مُحقِّقانہ وگراں مایہ تحقیقات واِستِنباط پر مُشتمِل ہیں-

سینکڑوں مَواعِظ قلم بند ہو کر دور ونزدیک کے تمام مسلمانوں میں پھیلے اور ان کی راہنمائی کا سامان ثابت ہوئے- حیرت انگیز کارنامہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنی تصانیف سے کبھی کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا- اِجازت عام تھی کہ میری کتابیں جس کا جی چاہے، جب چاہے اور جس قدر چاہے چھاپے- حضرت اپنی تصانیف کے حُقوق طباعت کو فروخت کرنا شرعاً ناجائز سمجھتے تھے- اس عام اِجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت کی تصانیف سے سینکڑوں ناشِرین کا بھلا ہوا- نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم لوگوں نے بھی کتابیں شائع کیں اور لاکھوں روپیہ کمایا اور کما رہے ہیں-

آپ تصوّف، تفسیر اور فِقہ میں امامُ الوقت تھے- اِرشاد وسُلوک میں نہ صرف عوام کی بلکہ عُلما کی زبردست راہنمائی فرماتے تھے- آپ کے خُلفا میں اُستاذ نا حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمبلپوری صدر مدرِّس مُظاہرِ علوم سہارنپور، حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ مہتمم دارُالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، اُستاذُ العلما حضرت مولانا رسول خاں صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مشہور مصنف حضرت مولانا سیّد سلیمان صاحب ندویؒ وغیرہ وغیرہ نہایت مُمتاز علماو اکابرینِ مِلّت ہوئے ہیں-

از قلم شیخ التجوید والقراءت حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ- استاذ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد- ☆ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور-

﴿مُقدّمہ ا﴾ (۱) بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

بَعدَ الحَمدِ وَالصَّلٰوۃِ (۲) یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مُسمّٰی ''بہ جمالُ القرآن'' ۲ اور اس کے مضامین کو مُلقّب ۳ بہ لمعات کیا جائے گا..................

﴿مقدمہ کی تعریف﴾ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے بطور تمہید جو ابتدائی چیزیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً (۱) علم کا نام (۲) علم کی تعریف (۳) موضوع (۴) غرض و غایت (۵) فائدہ وثمرہ (۶) ارکان (۷) فضیلت (۸) واضع یا مدون (۹) حکم۔ ان کو فارسی میں دیباچہ اور عربی میں مقدمہ کہتے ہیں۔

اس مقدمہ میں مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے پانچ چیزیں بیان فرمائی ہیں (۱) خطبہ مسنونہ (۲) جمال القرآن کا تعارف (۳) جمال القرآن کی وجہ تالیف (۴) جمال القرآن کا ماٴخذ (۵) مشورہ مفیدہ جن پر متن میں نمبرات لگا دیئے گئے ہیں۔

۲ سوال: مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب کا نام جمال القرآن کیوں رکھا ہے؟

جواب: مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب کا نام بہت عمدہ اور موضوع کے عین مطابق رکھا ہے۔ کیونکہ جمال القرآن کا معنی ہے قرآن کا حسن اور تجوید بھی تلاوت قرآن کا حسن اور زینت ہے۔ چنانچہ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَهُوَ اَیضاً حِلیَۃُ التِّلَاوَۃِ وَزِینَۃُ الاَدَاءِ وَالقِرَاءَۃِ (ترجمہ) اور وہ تجوید بھی تلاوت کا زیور اور ادا و قراءت کی زینت ہے۔

۳ سوال: مُصنّف رحمتہ اللہ علیہ نے جمال القرآن کے عنوانات کو بابوں اور فصلوں میں تقسیم کرنے کی بجائے لمعات میں کیوں تقسیم کیا؟

جواب: مصنف رحمتہ اللہ علیہ کا اس کتاب کے عنوانات کو لمعات میں تقسیم کرنا بہت عمدہ تعبیر ہے اور اس میں کتاب کے نام کے ساتھ مناسبت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ لُمعات جمع ہے لَمْعَۃٌ کی اور لمعہ کے معنی چمک اور روشنی کے آتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے لَمَعَ البَرقُ بجلی چمکی پس چمک اور حسن میں ایک لطیف مناسبت پائی جاتی ہے۔

سوال: مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے خاص چودہ لمعات کیوں مقرر کیے؟

(۴) مُحِبّی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر[۴] کُتُبِ مُعتَبَرَہ سے بالخصوص رسالہ ہَدِیَّۃُ الوحید[۵] مُؤلّفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مُدَرِّسِ اوّل دَرجۂ قراءٰت مدرسہ عالیہ دیوبند سے مُلتَقَط کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مُبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے۔ اور کہیں کہیں قراءٰت کے دوسرے[۶] رسالوں سے بھی کچھ لکھا گیا ہے وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی پس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ہَدِیَّۃُ الوحید[۷] کا مضمون ہے (اگر اس میں موجود ہو) ورنہ احقر[۸] کا مضمون ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ خَیْرُ عَوْنٍ وَّخَیْرُ رَفِیْقٍ۔ کَتَبَہٗ اشرف علی تھانوی اَدْہمی حَنَفی چشتی عُفِیَ عنہ

(۵) مشورۂ مفیدہ اول اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھادیں اور ہر شے کی تعریف ومخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرادیں اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرادیا جاوے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن[۹] یاد کرادیا جاوے۔ فقط کتبہٗ اشرف علی عُفِیَ عنہ

جواب: مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ہر لمعہ سے حاصل ہونے والی علم تجوید کی روشنی کو چاند کی روشنی سے تشبیہ دی ہے۔ پس جیسے چاند کی روشنی چودھویں رات کو مکمل ہو جاتی ہے اسی طرح علم تجوید کے ضروری مسائل کی روشنی بھی چودھویں لمعہ پر مکمل ہو جاتی ہے۔ [۴] کُتُبِ مُعتَبَرَہ سے مراد ہَدِیَّۃُ الوحید، حقیقۃُ التجوید، جُہدُ المُقِل، دُرّۃُ الفرید، تعلیم الوقف ہیں [۵] نہایت نفیس اور عمدہ کتاب ہے مولانا قاری عبدالوحید خان صاحب الہ آبادی کی تصنیف ہے۔ آپ کا تاریخی نام سعادت علی خان ہے ولادت ربیع الاول ۱۲۹۶ھ میں ہوئی [۶] یہ وہی رسائل ہیں جو حاشیہ نمبر۴ میں درج ہو چکے ہیں [۷] مثلاً پہلا لمعہ، تیسرا لمعہ اور مخارج وغیرہ۔ [۸] (۱) مثلاً پانچویں لمعہ کے آخری چار فوائد (۲) تیسرے لمعہ میں ہے بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۃ براءت پر بسم اللہ نہ پڑھے (۳) دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۵ میں اخفاحقیقی کی تعریف مع مثالیں (۴) گیارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۱ و ۲، (۵) اسی لمعہ نمبر۱۱ کے قاعدہ نمبر۵ کی تنبیہ دوم [۹] تجوید القرآن اور حقُ القرآن یہ دونوں رسائل اردو نظم میں حضرت حکیم الامت ہی کی یادگار ہیں اور ان میں رسالہ تجوید القرآن حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بزمانہ مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ کے بچوں کے لئے نظم فرمایا تھا اور یہ مدرسہ صولتیہ کے نصاب میں داخل رہا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیقُ۔

﴿ پہلا لمعہ ۱ ﴾

۲ تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا اور اس علم کی

﴿۱ حواشی پہلا لمعہ﴾ پہلے لمعہ کے معنی ہیں: پہلی روشنی' پہلے لمعہ کو مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے چاند کی پہلی رات سے تشبیہ دی ہے۔ پس جس طرح چاند کی پہلی رات کو تھوڑی سی روشنی ہوتی ہے اسی طرح مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے لمعہ میں تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت بیان فرما کر تھوڑی سی روشنی مرحمت فرما دی ہے۔

۲ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے مختصراً تجوید کی تعریف بیان فرمائی ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ کسی علم وفن کے شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف معلوم کر لی جائے۔ اور تجوید کے لغوی معنیٰ ہیں تَحْسِيْنُ الشَّيْئِ' اَلْاِتْيَانُ بِالْجَيِّدِ یعنی کسی کام کے عمدہ کرنے اور سنوارنے کے ہیں۔ تجوید کی جامع تعریف یہ ہے هُوَ اَدَاءُ الْحُرُوْفِ مِنْ مَّخَارِجِهَا الْخَاصَّةِ لَهَا مَعَ جَمِيْعِ صِفَاتِهَا اللَّازِمَةِ وَالْعَارِضَةِ بِسُهُوْلَةٍ وَ بِغَيْرِ كُلْفَةٍ. (ترجمہ) حروف کو ان کے مخارج مقررہ سے تمام صفات لازمہ وعارضہ کا لحاظ رکھتے ہوئے آسانی کے ساتھ ادا کرنا۔ یاد رہے کہ جمال القرآن کا موضوع علم تجوید ہے اور علم تجوید کی تعریف یہ ہے هُوَ عِلْمٌ يُّبْحَثُ فِيْهِ عَنْ مَّخَارِجِ الْحُرُوْفِ وَصِفَاتِهَا. (ترجمہ) علم تجوید وہ علم ہے کہ جس میں حروف کے مخارج اور ان کی صفات سے بحث کی جاتی ہے۔

سوال: علم تجوید کا موضوع کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا موضوع حروف تہجی اور حروف قرآنیہ ہیں۔ صحیح ادا کے اعتبار سے کیونکہ تجوید میں ان کے عوارض ذاتیہ سے ہی بحث کی جاتی ہے۔

سوال: علم تجوید کی غرض وغایت کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کی غرض وغایت صَوْنُ اللِّسَانِ عَنِ الْخَطَاِ فِیْ اَدَاءِ الْقُرْاٰنِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ كَمَآ اُنْزِلَ' وَتَحْسِيْنُ الْقِرَآءَةِ. یعنی زبان کو قرآن مجید کی غلط ادائیگی سے بچانا اور نازل شدہ طریقہ کے موافق قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور تلاوت کو عمدہ بنانا۔

سوال: علم تجوید کا فائدہ وثمرہ کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا فائدہ وثمرہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا، اور دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرنا۔

سوال: علم تجوید کے ارکان کیا ہیں؟

جواب: علم تجوید کے ارکان چار ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) مخارج (۲) صفات لازمہ (۳) ترکیبی احکام وقواعد مثلاً اخفاء ادغام، مد وغیرہ (۴) زبان سے ریاضت ومحنت کرنا۔

سوال: علم تجوید کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کی فضیلت یہ ہے کہ یہ علم تمام علوم سے اشرف وافضل ہے کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے جو کہ اشرف الکلام ہے۔

سوال: علم تجوید کا حکم کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور فن تجوید میں کمال حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

سوال: علم تجوید کے مدوّن کون ہیں؟

جواب: علم تجوید کے مدوّن ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد فراہیدی التوفی ۱۷۰ھ، عمرو بن عثمان قُنبر المُلقب بہ سیبویہ التوفی ۱۸۰ھ، محمد بن مُستنیر عرف قطرب التوفی ۲۰۹ھ، یحییٰ بن زیاد فراء التوفی ۲۰۷ھ، مبرد التوفی ۲۷۶ھ ہیں۔

سوال: وجوب تجوید کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنی قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

شیر خدا حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ یعنی ترتیل نام ہے حروف کو تجوید سے ادا کرنے اور وقف وابتداء کے محل وطریقہ کے پہچاننے کا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقْرَءَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اس کو کہ قرآن مجید پڑھا جائے جیسا کہ وہ نازل کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ (ترجمہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ قرآن پاک کی تلاوت اس حال میں کرتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے جیسے

حقیقت اسی قدر ﷺ ہے اور مخارج اور صفات آگے آویں گے۔ چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

بے عمل لوگ۔ نیز تحریف کرنے والے۔ اور غلط پڑھنے والے۔ علامہ شیخ محمد مکی نصر نہایۃُ القول المفید میں فرماتے ہیں فَقَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ الْمَعْصُوْمَةُ مِنَ الْخَطَاِ عَلٰی وُجُوْبِ التَّجْوِیْدِ مِنْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی زَمَانِنَا وَلَمْ یُخْتَلَفْ فِیْهِ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَهٰذَا مِنْ اَقْوَی الْحُجَجِ (ترجمہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر ہمارے اس زمانے تک علماء امت نے تجوید کے وجوب پر اتفاق کیا ہے اور یہ اجماع دلائل میں سے قوی ترین دلیل ہے۔ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری الشافعی اپنے مشہور رسالہ المقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں۔ وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ (ترجمہ) اور قرآن مجید کو قواعد تجوید (یعنی مخارج اور صفات) سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے جو شخص قرآن مجید کو قواعد تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔ پھر اس کے بعد علامہ موصوف نے تجوید کے ضروری ہونے کی دلیل بھی خود ہی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَیْنَا وَصَلَا (ترجمہ) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ نازل کیا ہے اور اسی طرح تجوید کے ساتھ وہ قرآن مجید اس کی جانب سے ہم تک پہنچا ہے۔

ﷺ اسی قدر ہے کا مفہوم نمبر ا۔ مخارج اور صفات کا علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ مخارج اور صفات درست نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات تلاوت قرآن میں ایسی بڑی غلطی ہو جاتی ہے کہ جس سے کفریہ شرکیہ معنی پیدا ہو کر نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے (۲) لب ولہجہ اور خوش آوازی حقیقت تجوید میں داخل نہیں البتہ امر زائد مستحسن ہے بشرطیکہ لحن جلی لازم نہ آئے ورنہ حرام اور ممنوع ہے اور اگر لحن خفی لازم آئے تو مکروہ ہے اور اگر لب و لہجہ وخوش آوازی اور تجوید (مخارج وصفات) کی درستگی دونوں نعمتیں جمع ہو جائیں تو نور علیٰ نور ہے (۳) وقف کا باب حقیقت تجوید سے خارج ہے البتہ فن تجوید سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

دوسرا لمعہ [1]

[2] تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن [3] کہلاتا ہے۔ ....

---

[1] حواشی دوسرا لمعہ دوسرے لمعہ کے معنٰی ہیں: دوسری روشنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے لمعہ کو چاند کی دوسری رات کی روشنی سے تشبیہ دی ہے پس جس طرح چاند کی دوسری رات کو روشنی زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے لمعہ میں تجوید کی ضد یعنی لحن کے معنٰی لحن کی قسمیں لحن جلی کی صورتیں اور مثالیں لحن خفی کی صورت اور لحن جلی وخفی کا حکم بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی کو کچھ زیادہ کر دیا ہے۔ پس لحن کے معنٰی بہت سے آتے ہیں مثلاً خطا و غلطی، اشارہ، کنایہ، سریلی آواز، ذہانت، لب ولہجہ اور کلام کا مفہوم اور یہاں لحن کے معنٰی غلطی کے ہیں لحن کی تعریف مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔ (تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے)۔ اس عبارت کی وضاحت حاشیہ نمبر ۲ و ۳ میں دیکھ لیں۔

سوال: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لحن کے بیان کو اصل مقصد یعنی مخارج اور صفات سے مقدم کیوں کیا ہے؟

جواب: (۱) اس طرف اشارہ کرنا کہ آئندہ بیان ہونے والے مسائل یاد کرنے سے مقصود انہی غلطیوں سے بچنا ہے جو اس لمعہ میں بیان ہونگی (۲) ایک عام اصول اور ضابطہ ہے کہ تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا یعنی چیزیں اپنی ضدوں کے ذریعہ پہچانی جاتی ہیں مثلاً روشنی کی حقیقت تاریکی سے اور شیرینی کی حقیقت تلخی سے اور سیاہی کی حقیقت سپیدی سے بخوبی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اسطرح تجوید کی حقیقت بھی لحن سے بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے اور واقع میں تجوید کی حقیقت ہی لحن سے بچنا ہے۔

[2] تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا سے مراد ہے۔ تبدیل حرف بہ حرف یعنی ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا اور یہ غلطی تبدیل مخرج یا تبدیل صفات لازمہ کی وجہ سے ہوتی ہے یا غلط پڑھنا سے مراد۔ (۱) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا (۲) حروف مدکو گرا کر پڑھنا (۳) حرکات وسکنات میں غلطی کرنا ہیں۔ یا بے قاعدہ پڑھنا سے مراد، صفات عارضہ کو ادا نہ کرنا۔ مثلاً پُر را کو باریک اور باریک کو پر پڑھ دیا۔

[3] لحن کا اطلاق ہر قسم کی غلطی پر ہوتا ہے بھاری ہو یا ہلکی۔ البتہ بعد میں ان کی تقسیم ضروری ہے۔ پس لحن کی دو قسمیں

اور یہ دو قسم پر ہے ایک (۱) یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ

اَلْھَمْدُ پڑھ دیا' یا ث کی جگہ س پڑھ دیا' یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی' یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی' یا ص کی جگہ س

ہیں (۱) لحن جلی یعنی کھلی' ظاہر' واضح' موٹی' بھاری بڑی اور فاش غلطی جس کا عام لوگ بھی احساس اور ادراک کر لیں جیسے اِیَّاکَ کی بجائے اِیاکِ پڑھ دیا وغیرہ تو سب لوگوں کو اس غلطی کا علم ہو جائے گا (۲) لحن خفی یعنی پوشیدہ' باریک' ہلکی اور چھوٹی غلطی کہ جس کو علم تجوید کے پڑھنے اور پڑھانے والے ہی معلوم کر سکیں۔ پھر لحن جلی کا اطلاق چار قسم کی غلطیوں پر ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تبدیل حرف بہ حرف (۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا (۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا (۴) حرکات و سکنات میں غلطی کرنا۔ یعنی ایک حرکت کے بجائے دوسری حرکت یا حرکت کی بجائے سکون یا سکون کی بجائے حرکت ادا ہو جائے۔ یہ سب صورتیں اور ان کی مثالیں متن میں موجود ہیں اور متن میں نمبرات بھی لگا دیے گئے ہیں اور ان کی مزید تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْھَمْدُ پڑھ دیا' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اَلْھَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی ہیں فوت ہونا اللہ ہی کے لئے ثابت ہے۔ معاذ اللہ۔ یا ثا کی جگہ سین پڑھ دیا جیسے اِثْمٌ کے معنی ہیں گناہ اور اِسْمٌ کے معنی ہیں نام۔ یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی۔ جیسے وَانْحَرْ کے معنی ہیں آپ قربانی کیجئے اور وَانْھَرْ کے معنی ہیں آپ ڈانٹیے۔ یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی جیسے اَنْذَرَ کے معنی ہیں اس نے ڈرایا اور اَنْزَرَ کے معنی ہیں اس نے کم کیا۔ یہ مثالیں تبدیل مخرج کی ہیں۔ یا ص کی جگہ س پڑھ دیا جیسے صَیْف کی معنی ہیں گرمی اور سَیْف کے معنی ہیں تلوار اسی طرح عصٰی کے معنی ہیں اس نے نافرمانی کی۔ اور عسٰی کے معنی ہیں ممکن ہے یہ مثالیں تبدیل صفات لازمہ کی ہیں یا ض کی جگہ دال یا ظ پڑھ دی جیسے فَتَرْضٰی کے معنی ہیں پس آپ راضی ہو جائیں گے اور فَتَرْدٰی کے معنی ہیں پس آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ اور فَتَرْظٰی کے کوئی معنی نہیں۔ یا ظ کی جگہ زا پڑھ دی جیسے مَحْظُوْرًا کے معنی ہیں روکا ہوا اور مَحْزُوْرًا کے معنی ہیں اندازہ کیا ہوا۔ یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا۔ جیسے عَلِیْم کے معنی ہیں جاننے والا اور اَلِیْم کے معنی ہیں دردناک یہ مثالیں بھی تبدیل مخرج کی ہیں۔

(۲) یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ کے بجائے اَلْحَمْدُوْ اور لِلّٰهِ کی بجائے لِلّٰهِیْ اور اِیَّاکَ کی

پڑھ دیا' یا ض کی جگہ دال یا ظ پڑھ دی یا ظ کی جگہ ز پڑھ دی یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا۔ اور ایسی

بجائے اِیَّاکَ پڑھ دیا اور لَتُسْئَلُنَّ کی بجائے لَاتُسْئَلُنَّ پڑھ دیا۔ لَتُسْئَلُنَّ کے معنی ہیں البتہ ضرور ضرور سوال کئے جاؤ گے تم قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں اور لَاتُسْئَلُنَّ کے معنی ہیں ہرگز نہیں سوال کئے جاؤ گے تم قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں۔

(۳) یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ یُوْلَدْ کی بجائے لَمْ یَلِدْ پڑھ دیا اور لَآاَعْبُدُ کی بجائے لَاَعْبُدُ پڑھ دیا۔ لَآاَعْبُدُ کے معنی ہیں میں نہیں عبادت کرونگا بتوں کی اور لَاَعْبُدُ کے معنی ہیں البتہ میں عبادت کرونگا بتوں کی اور لَاتَعْلَمُوْنَ کی بجائے لَتَعْلَمُوْنَ پڑھ دیا' لَاتَعْلَمُوْنَ کے معنی ہیں تم نہیں جانتے اور لَتَعْلَمُوْنَ کے معنی ہیں البتہ تم جانتے ہو (۴) یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا۔ زبر کی جگہ زیر پڑھنے کی مثالیں: جیسے اِیَّاکَ کی بجائے اِیَّاکِ پڑھ دیا اور اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کی بجائے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسِلِیْنَ پڑھ دیا۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کے معنی ہیں بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں اور اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسِلِیْنَ کے معنی ہیں بے شک آپ رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ مَعَاذَاللہ

زیر کی جگہ زبر پڑھنے کی مثالیں جیسے اِھْدِنَا کی بجائے اَھْدِنَا پڑھ دیا اور مُبَشِّرِیْنَ کی بجائے مُبَشَّرِیْنَ پڑھ دیا۔ اور مُبَشِّرِیْنَ کے معنی ہیں بشارت دینے والے اور مُبَشَّرِیْنَ کے معنی ہیں بشارت دیئے ہوئے۔

پیش کی جگہ زبر پڑھنے کی مثالیں: جیسے وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کی بجائے وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ پڑھ دیا۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کے معنی ہیں اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت بادشاہ کو اور وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ کے معنی ہیں اور قتل کیا داود علیہ السلام کو جالوت بادشاہ نے اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کی بجائے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا پڑھ دیا۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے معنی ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے معنی ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء سے۔ پیش کی جگہ زیر پڑھنے کی مثالیں: اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کی بجائے اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ پڑھ دیا۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کے معنی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے ۴ پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں' (۲) یا کسی حرف کو بڑھا دیا۔ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰہِیْ ۔ یا کسی (۳) حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ یُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اس طرح پڑھا لَمْ یُلَدْ (۴) یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِیَّاکَ کے کاف کو زیر پڑھ دیا یا اِھْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا۔ اَھَدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا ۵ اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا ان غلطیوں ۶ کو لحن جلی کہتے ہیں۔.........................

بری الذمہ ہیں مشرکین سے اور اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ کے معنی ہیں بے شک اللہ تعالی بری الذمہ ہیں مشرکین سے اور اس کے رسول سے۔

جزم اور سکون کی جگہ زبر پڑھنے کی مثالیں : جیسے اَنْعَمْتَ کی بجائے اَنْعَمَتَ پڑھ دیا اور خَلَقْنَا کی بجائے خَلَقَنَا پڑھ دیا۔ خَلَقْنَا کے معنی ہیں ہم نے پیدا کیا اور خَلَقَنَا کے معنی ہیں اس نے ہم کو پیدا کیا۔ متحرک کو ساکن پڑھنے کی مثالیں: جیسے اِیَّاکَ کی بجائے اِیَّاکْ پڑھ دیا اور اَنْشَأَھَا کی بجائے اَنْشَأْ ھَا پڑھ دیا۔ ۴ یہاں لکھے پڑھے لوگوں' سے مراد وہ علماء ہیں جنھوں نے علم تجوید حاصل نہیں کیا۔ ۵ یعنی مشدد کو مخفف پڑھ دیا جیسے وَقَدْ نَزَّلَ کی بجائے وَقَدْ نَزَلَ پڑھ دیا اور مُسْتَمِرٌّ کے بجائے مُسْتَمِرٌ پڑھ دیا اور مخفف کو مشدد پڑھ دیا۔ جیسے مُزْدَجَرٌ کی بجائے مُزْدَجَرٌّ پڑھ دیا ۶ یعنی جو اوپر حاشیہ نمبر ۲ و نمبر ۳ کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں (نوٹ) یہ دو صورتیں بھی لحن جلی میں داخل ہیں (۱) حرکات کو مجہول پڑھنا البتہ بعض قاریوں نے اس کو لحن خفی لکھا ہے (۲) مد لازم اور مد متصل میں قصر کرنا مثلاً دَآبَّۃ سَوَآءٌ (۳) خلط فی الروایت یعنی ایک روایت کی پابندی کر کے ایک ہی مجلس و تلاوت میں دوسری روایت کو اس سے خلط کر دینا جیسے مٰلِکِ کے بجائے مَلِکِ یا برعکس پڑھ دیا اور قُلْ سُبْحَانَ کی بجائے قٰلَ سُبْحَانَ اور وَاتَّخِذُوْا کی بجائے وَاتَّخَذُوْا پڑھ دیا۔ پس یہ تیسری صورت کذب فی الروایت کی ہے جو ماہر و اہل علم کو جائز و زیبا نہیں ہاں عوام کے لئے ضرور توسع ہے بوجہ عموم بلوا یعنی عام لوگوں کے کم علمی میں مبتلا ہونے کے کیونکہ یہ

اور [7] یہ حرام ہے (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ [8] کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔
اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے [9] حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں
ان کے خلاف پڑھا جیسے را پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر [10] یعنی منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے
اَلصِّرَاطَ کی را جیسا کہ آٹھویں لمعہ میں آئے گا مگر اس نے باریک پڑھ دیا اس کو لحن خفی [11] کہتے
ہیں اور یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی [12] ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی
ضروری [13] ہے۔

سب قراءت متواترہ سبعہ وثلثہ میں ثابت اور مروی ہیں یہ پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ ان غلطیوں سے لفظ اور معنی دونوں یا کم از کم لفظ تو ضرور ہی متاثر ہوتا ہے جیسا کہ ان کی مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ [8] ہر لحن جلی سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ جس لحن جلی کی وجہ سے کفریہ شرکیہ معنی پیدا ہو جائیں اس سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ [9] اس قسم کے قاعدوں کو اہل فن کی اصطلاح میں صفات عارضہ سے تعبیر کرتے ہیں [10] پس زبر اور پیش کی حالت میں را کو پُر پڑھنا جیسے رَبُّکَ اور رُبَمَا یہ اس کی صفت عارضہ ہے اور حسین ہونے کے قاعدوں سے مراد اسی قسم کی صفات ہیں آگے ان کا بیان مسلسل کئی لمعوں میں آرہا ہے [11] یعنی پوشیدہ چھوٹی غلطی اس کی دو قسمیں ہیں نمبر (۱) وہ لحن خفی جس کو عام قاری معلوم کر لیں جیسے نون ومیم کے اظہار کی جگہ اخفاء اور اخفاء کی جگہ اظہار کر دینا اور زبر اور پیش والی را کو باریک پڑھ دینا اور زبر اور پیش کے بعد لفظ اللّٰہ کو باریک پڑھ دینا۔ نمبر ۲ جس کا احساس اور ادراک صرف ماہر فن ہی کر سکتے ہیں جیسے نون کے بعد الف مدہ واو مدہ یا مدہ کی آواز کو ناک میں لے جانا یا ہر را میں پوشیدہ طور پر حقیقی تکرار پیدا کرنا اور حروف مستعلیہ کے بعد حروف مستفلہ کی ادا میں تفخیم کا اشارہ کر دینا جیسے اَخَذَ میں تھوڑا سا ذال کو موٹا پڑھ دینا [12] کیونکہ اس قسم کی غلطی سے نہ تو نماز ٹوٹتی ہے اور نہ ہی معنی بدلتا ہے صرف حروف کا حسن اور اس کی زینت جاتی رہتی ہے۔ [13] اگرچہ صفات محسنہ کے ترک سے حرف میں کمی بیشی اور تبدیلی وغیرہ تو نہیں ہوتی لیکن چونکہ اس سے حرف کی خوبصورتی اور اس کا وہ حسن جو عرفاً ضروری ہے فوت ہو جاتا ہے اور تجوید نامکمل رہتی ہے اس لئے سزا اور ڈانٹ ڈپٹ کا اندیشہ لحن خفی میں بھی ہے لہذا ان غلطیوں سے بچنے کے پوری پوری کوشش کرنی چاہیے تاکہ تجوید کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیقُ

﴿ تیسرا لمعہ [1] ﴾

﴿ حواشی تیسرا لمعہ ۔۱ ﴾ تیسرا لمعہ کے معنٰی ہیں تیسری روشنی ۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس لمعہ کو چاند کی تیسری رات سے تشبیہ دی ہے جس طرح چاند کی تیسری رات کو تھوڑی سی روشنی زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیسرے لمعہ میں مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اِستِعاذہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بَسْمَلَہ یعنی بِسْمِ اللہ کے احکام بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی کچھ زیادہ کر دی ہے۔

سوال ۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اِستعاذہ اور بسملہ کے احکام کو تجوید کے باقی مسائل سے مقدم کیوں کیا؟

جواب ۔ چونکہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اِستعاذہ کیا جاتا ہے اور سورۃ براءت کے سوا ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ بھی پڑھی جاتی ہے اس لئے ان دونوں کے احکام کو تجوید کے باقی مسائل سے مقدم کیا ہے کیونکہ وہ مسائل تلاوت ہی میں جاری کئے جاتے ہیں ۔ پس جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کا وجود ہو جائیگا تو انہی میں حروف کی تصحیح و مشق جاری کی جاوے گی ۔ اس لئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کے احکام کو مقدم کیا ہے استعاذہ کے بارے میں مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) محلِ استعاذہ (۲) الفاظِ استعاذہ (۳) حکمِ استعاذہ (۴) کیفیتِ استعاذہ (۵) فائدۂ استعاذہ ۔

(۱) استعاذہ کا محل ابتدائے تلاوت ہے سورت کے شروع سے ہو یا سورت کے درمیان سے ۔

سوال ۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ استعاذہ کا محل ابتداء تلاوت ہے؟

جواب ۔ آیت قرآنی فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (ترجمہ) جب بھی تم قرآن پاک کی تلاوت شروع کرنے لگو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ لیا کرو ۔ اس آیت مبارکہ میں فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ محلِ استعاذہ ہے ۔

(۲) استعاذہ کے الفاظ ایک تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہیں جو مشہور و معروف ہیں باقی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَوِیِّ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَوِیِّ ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَادِرِ ہیں ۔

سوال۔ان الفاظ استعاذہ میں کمی بیشی کا کیوں اختیار ہے؟

جواب۔اس لئے کہ آیت قرآنی میں استعاذہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے الفاظ استعاذہ کا تعین نہیں ہے۔

(۳) ﴿استعاذہ کا حکم﴾ بعض علماء مجودین کے نزدیک استعاذہ واجب ہے وہ فرماتے ہیں کہ فَا سْتَعِذْ امر کا صیغہ ہے اور مشہور قاعدہ ہے اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ یعنی امر کا صیغہ وجوب کے لئے آتا ہے۔اس لئے استعاذہ واجب ہے۔ اور جمہور علماء مجودین کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح امر کا صیغہ وجوب کیلئے آتا ہے اسی طرح استحباب کے لئے بھی آتا ہے۔بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو اور قرینہ یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت کے تابع ہے اور خود تلاوت مستحب ہے اس لئے استعاذہ بھی مستحب ہے۔

(۴) ﴿استعاذہ کی کیفیت﴾ حالت نماز میں بالاتفاق استعاذہ آہستہ آواز سے ہے اس کے علاوہ جب کسی کو سنانا مقصود ہو تو بہتر یہ ہے کہ استعاذہ بالجہر یعنی بلند آواز سے ہو کیونکہ یہ شعار قرآنی ہے اور سننے والا شروع ہی سے تلاوت کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور وہ تلاوت کا کوئی حصہ سننے سے محروم نہیں رہے گا۔البتہ اپنی تلاوت میں اختیار ہے سرًا یعنی آہستہ آواز سے پڑھے یا جہرًا یعنی بلند آواز سے پڑھے۔لیکن بہتر یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت کے تابع ہو یعنی اگر تلاوت سرًا ہو تو استعاذہ بھی سرًا اور اگر تلاوت جہرًا ہو تو استعاذہ بھی جہرًا ہو۔

سوال۔استعاذہ بالسر یا بالجہر کا اختیار کیوں ہے؟ جواب اسلئے کہ آیت قرآنی میں استعاذہ کا حکم ہے سرًا یا جہرًا کی قید نہیں۔

(۵) ﴿فائدہ استعاذہ﴾ تلاوت بہت بڑی عبادت ہے اور عبادت کے موقع پر شیطان دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اس وسوسہ سے بچنے کے لئے استعاذہ کیا جاتا ہے۔اسی طرح بسملہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ کے بارے میں بھی پانچ چیزوں کا یاد کرنا ضروری ہے (۱) محل بسملہ (۲) الفاظ بسملہ (۳) حکم بسملہ (۴) کیفیت بسملہ (۵) فائدہ بسملہ۔

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ کا محل: ابتداء سورت ہے سوائے سورۃ برأت کے۔

سوال۔سورۃ برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

جواب۔(۱) سورۃ برأت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔

جواب۔(۲) سورۃ براءت کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی' جواب۔(۳) یہ احتمال ہے کہ سورۃ برأت سورۃ انفال کا جز اور حصہ ہو (۲) الفاظِ بسملہ مُنَزَّل مِنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (۳) بسملہ کا حکم بِسْمِ اللّٰهِ کا پڑھنا واجب ہے چاہے ابتداء تلاوت و ابتداء سورت کی حالت میں ہو چاہے ابتداء سورت درمیان

[۲] قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے اور [۳] بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بِسْمِ اللّٰہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بِسْمِ اللّٰہ ضروری ہے مگر اس دوسری صورت میں سورہ برأت کے شروع [۴] میں نہ پڑھے

تلاوت کی حالت میں ہو (۴) بسملہ کی کیفیت: فرض اور واجب نمازوں میں بِسْمِ اللّٰہ با تفاق آہستہ ہے اور نفل اور تراویح میں سرًا اور جہرًا دونوں طرح درست ہے بہر حال بِسْمِ اللّٰہ نماز میں آہستہ آواز سے ہی افضل ہے اور نماز کے باہر تلاوت کے تابع افضل ہے۔

(۵) بسملہ کا فائدہ: (۱) بِسْمِ اللّٰہ حصول برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ (۲) فصل بین السورتین یعنی دو سورتوں میں جدائی کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔

[۲] قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اس عبارت میں استعاذہ کا محل ہے۔ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یہ استعاذہ کے مشہور الفاظ ہیں' اور' پڑھنا ضروری ہے۔ یہ استعاذہ کا حکم ہے۔

[۳] اور ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ' یہ الفاظ بسملہ ہیں۔ اگر سورت سے شروع کرے ' یہ محل بسملہ ہے' تو بِسْمِ اللّٰہ ضروری ہے۔ یہ حکم بسملہ ہے یعنی سورہ براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھیں گے پھر ابتداء سورت کی دو حالتیں ہیں (اول) یہ کہ ابتداء تلاوت و ابتداء سورت ہو جیسے سورہ فاتحہ سے تلاوت شروع کرے نیز یاد رہے کہ یہ ابتداء تلاوت و ابتداء سورت متن کی عبارت قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے ' اور ' اگر سورت سے شروع کرے سے نکلتی ہے۔ (دوم) یہ کہ ابتداء سورت درمیان تلاوت ہو جیسے سورت فاتحہ ختم کر کے سورہ بقرہ شروع کرے نیز یاد رہے کہ یہ ابتداء سورت درمیان تلاوت متن کی عبارت' اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بِسْمِ اللّٰہ ضروری ہے ' سے نکلتی ہے۔ [۴] سورہ انفال ختم کر کے سورہ براءت شروع کرے تو بالاتفاق تین وجوہ ہیں۔ (۱) وقف و فصل بغیر بِسْمِ اللّٰہ (۲) سکتہ بغیر بِسْمِ اللّٰہ

اور بعضے عالموں ۵ نے کہا ہے کہ پہلی صورت ٦ میں بھی سورہ برأت پر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھے اور
اگر کسی سورت ۷ کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لینا بہتر ہے ۸ ضروری نہیں
لیکن اَعُوْذُ ۹ اس حالت میں بھی ضروری ۱۰ ہے

(۳) وصل بغیر بِسْمِ اللّٰہ ۵ یہاں بعض سے مراد اکثر علماء مجودین ہیں۔
٦ یعنی ابتداء تلاوت از ابتدء براءت میں بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھیں البتہ حصول برکت کے لئے پڑھنے میں اختیار ہے۔
۷ یعنی ابتدء تلاوت درمیان سورت میں عام ہے کہ سورہ براءت کے درمیان سے ہو یا کسی اور سورت کے درمیان سے
۸ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَاْ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ
(ترجمہ) جو شاندار مقصد بِسْمِ اللّٰہ سے شروع نہ کیا جائے اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اور تلاوت قرآن سے بڑھ
کر کونسا کام مہتم بالشان ہوگا اور ضروری اس لئے نہیں کہ اس کا محل نہیں پایا گیا جو کہ ابتداء سورت ہے ۹ یعنی ابتداء
تلاوت درمیان سورت کی حالت میں ۱۰ کیونکہ اس کا محل اور موقع پایا جارہا ہے یعنی ابتداء تلاوت حاصل یہ کہ ابتداء
کی تین صورتیں ہیں (۱) ابتداء تلاوت وابتداء سورت اس کا حکم یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہ دونوں ضروری
ہیں استعاذہ اور بسملہ کے فصل وصل کے اعتبار سے چار صورتیں بنتی ہیں (۱) فصلِ کل (۲) وصلِ کل (۳) فصلِ اول
وصلِ ثانی (۴) وصلِ اول فصلِ ثانی

(۱) فصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کے آخر یعنی رَجِیْم پر سانس توڑ دے اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ کے آخر یعنی رَحِیْم پر
سانس توڑ دے اور تیسری سانس میں سورت شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۲) وصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کے رَجِیْم پر اور بِسْمِ اللّٰہ کے رَحِیْم پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک ہی سانس میں
اَعُوْذُ بِاللّٰہ اور بِسْمِ اللّٰہ اور سورت کو ملا کر پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کے رَجِیْم پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰہ کو سورت سے ملا کر ایک
سانس میں پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(۴) وصل اول فصل ثانی: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسری سانس میں شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ○ یہ چاروں صورتیں جائز ہیں لیکن فصل اول وصل ثانی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہ بالاتفاق قرآن مجید کا جزء اور آیت نہیں بلکہ دعائیہ کلمات ہیں اور بِسْمِ اللّٰہ قرآن مجید کا جزء اور آیت ہے۔

(۲) ابتداء سورت درمیان تلاوت: اس کا حکم یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کا پڑھنا ضروری ہے فصل اور وصل کے اعتبار سے چار صورتیں بنتی (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی (۱) فصل کل یعنی پہلی سورت کے اخیر پر سانس توڑ دے اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ کے آخر پر سانس توڑ دے اور تیسری سانس میں سورت شروع کرے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ (۲) وصل کل یعنی پہلی سورت کے آخر پر اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ کے آخر پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک ہی سانس میں پہلی سورت کے آخر اور بِسْمِ اللّٰہ اور سورت کو ملا کر پڑھے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○

(۳) فصل اول وصل ثانی یعنی پہلی سورت کے آخر پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰہ کو سورت سے ملا کر پڑھے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ یہ تین صورتیں جائز ہیں اور ان میں سے فصل اول وصل ثانی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ بسم اللہ ابتداء سورت کے لئے ہے سورت کے آخر کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔

(۴) وصل اول فصل ثانی یعنی پہلی سورت کے آخر اور بِسْمِ اللّٰہ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسری سانس میں شروع کرے جیسے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں عملاً بِسْمِ اللّٰہ کا تعلق ختم ہونے والی سورت کے ساتھ ہو جاتا ہے حالانکہ بِسْمِ اللّٰہ کا تعلق شروع ہونے والی سورت کے ساتھ ہے اور (۱) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٌ (۲) سُوْرَۃُ قِیٰمَۃ (۳) سُوْرَۃُ عَبَسَ (۴) سُوْرَۃُ تَطْفِیْف (۵) سُوْرَۃُ بَلَدْ (۶) سُوْرَۃُ بَیِّنَۃ (۷) سُوْرَۃُ تَکَاثُرْ (۸) سُوْرَۃُ ھُمَزَہ (۹) سُوْرَۃُ لَھَبْ ان نو سورتوں میں فصل کل اور (۱) سُوْرَۃُ فَاتِحَہ (۲) سُوْرَہ اَنْعَام (۳) سُوْرَۃُ کَھْف (۴) سُوْرَۃُ اَنْبِیَاء (۵) سُوْرَۃُ نَبَا (۶) سُوْرَۃُ فَاطِرْ (۷) سُوْرَۃُ قَمَرْ (۸) سُوْرَہ اَلرَّحْمٰن

(۹) سُوْرَہ حَاقَّۃ (۱۰) سُوْرَہ قَارِعَۃ (۱۱) سُوْرَہ عَلَق ان گیارہ سورتوں میں وصل کل یا فصل اول وصل ثانی بہتر ہے۔

(۳) ابتداء تلاوت درمیان سورت: اس کا حکم یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہ ضروری ہے اور بِسْمِ اللّٰہ میں اختیار ہے اگر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھیں تو دو وجہیں ہیں (۱) فصل (۲) وصل (۱) فصل یعنی اَعُوْذُ کے آخر الرَّجِیْم پر وقف کر کے آیت کو دوسری سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ (۲) وصل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کو آیت سے ملا کر پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ آیت کے شروع میں (۱) اللہ تعالیٰ کا ذاتی یا صفاتی نام نہ ہو جیسے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۝ اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ یا کوئی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹ رہی ہو جیسے ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (۲) انبیاء علیہم السلام کا نام نہ ہو جیسے وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَلُوْطًا ۝ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ یا ان کی طرف کوئی ضمیر نہ لوٹ رہی ہو جیسے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ (۳) فرشتوں کا ذکر نہ ہو جیسے وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَ ھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ (۴) یا ان کی طرف کوئی ضمیر نہ لوٹ رہی ہو جیسے وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ یا ایمان والوں کی صفات کا ذکر نہ ہو جیسے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ تو ایسی جگہ اَعُوْذُ بِاللّٰہ کا آیت سے وصل نہ کیا جائے تاکہ ادب اور احترام ملحوظ رہے اور اگر بِسْمِ اللّٰہ بھی پڑھیں تو پھر یہاں بھی چار صورتیں بنتی ہیں (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی۔

(۱) فصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کے آخر یعنی رَجِیْم پر سانس توڑ دے اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ کے آخر یعنی رَجِیْم پر سانس توڑ دے اور تیسری سانس میں آیت شروع کرے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (۲) وصل کل یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ کے رَجِیْم اور بِسْمِ اللّٰہ کے رَحِیْم پر سانس نہ توڑے بلکہ ایک ہی سانس میں اَعُوْذُ بِاللّٰہ اور بِسْمِ اللّٰہ اور آیت کو ملا کر پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کے رَجِیْم پر سانس توڑ دے اور بِسْمِ اللّٰہ کو آیت سے ملا کر ایک سانس میں پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ (۴) وصل اول فصل ثانی یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰہ کو ایک سانس میں اور آیت کو دوسری سانس میں پڑھے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ ان چاروں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق چاروں جائز ہیں اور ایک قول کے مطابق دو یعنی فصل کل اور وصل اول فصل ثانی جائز ہیں اور دو یعنی وصل کل اور فصل اول وصل ثانی ناجائز ہیں کیونکہ ان دو صورتوں میں بِسْمِ اللّٰہ کا آیت سے وصل ہو جاتا ہے اور ابتداء تلاوت از ابتداء براءت میں بھی بعینہ وہی وجہیں بنتی ہیں جو ابتداء تلاوت درمیان سورت میں بنتی ہیں۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

نوٹ...... ابتداء تلاوت درمیان سورت میں اگر شیطان کا نام آ جائے تو وصل کل ناجائز ہے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔

اسی طرح فصل اول وصل ثانی بھی ناجائز ہے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔

﴿چوتھا لمعہ ۱﴾

۲ جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج ۳ کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔

(حواشی چوتھا لمعہ) ۱ چوتھے لمعہ کے معنی ہیں چوتھی روشنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھے لمعہ کو چاند کی چوتھی رات سے تشبیہ دی ہے پس جس طرح چاند کی چوتھی رات کو روشنی کچھ زیادہ ہو جاتی ہے۔اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھے لمعہ میں تجوید کے دو بنیادی رکنوں یعنی مخارج اور صفات میں سے مخارج الحروف کو بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی کچھ اور زیادہ کر دی ہے۔اور مخارج سے حروف کی ذات کا تعین ہو جاتا ہے نیز مخارج حروف کے لئے بمنزلہ میزان اور ترازو کے ہیں چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِذْوَاجِبٌ عَلَیْہِمْ مُحَتَّمْ قَبْلَ الشُّرُوْعِ اَوَّلاً اَنْ یَعْلَمُوْا

مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَالصِّفَاتْ لِیَلْفِظُوْا بِاَفْصَحِ اللُّغَاتْ

یعنی اس لئے کہ ان قرآن پڑھنے والوں پر ایسا واجب ہے جو ضروری اور لازم کیا ہوا ہے کہ قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے اول ہی میں معلوم کرلیں یعنی حروف کے مخارج اور صفات کو تاکہ قرآن مجید کے حروف کو عمدہ ترین لغت کے موافق ادا کرسکیں (۲ یہاں چار چیزوں کا جان لینا ضروری ہے۔)

(۱) حرف کی تعریف (۲) حروف تہجی کی تعداد (۳) مخرج کی تعریف (۴) مخارج کی تعداد

(۱) حروف حرف کی جمع ہے حرف کے لغوی معنی ہیں طرف اور کنارہ اور تعریف یہ ہے **ھُوَصَوْتٌ یَعْتَمِدُ عَلٰی مَخْرَجٍ مُحَقَّقٍ اَوْمُقَدَّرٍ** یعنی وہ انسانی آواز جو مخرج محقق یا مقدر پر جا کر ٹھہرے یا گزرتی ہوئی چلی جائے۔

(۲) حروف ہجاء کی تعداد انتیس ہے الف سے لے کر یا تک (۳) مخارج مخرج کی جمع ہے مخرج کے لغوی معنی ہیں نکلنے کی جگہ اور تعریف یہ ہے حرف یا حروف کے نکلنے کی جگہ (۴) محققین کے نزدیک مخارج کی تعداد (انتیس) ہے کیونکہ ہر حرف کی آواز ایک دوسرے سے جدا ہے اس لئے ہر حرف کا مخرج بھی الگ ہے اور خلیل نحوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد (سترہ) ہے اور سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد سولہ ہے اور فراء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخارج کی تعداد (چودہ) ہے سیبویہ اور فراء جوف کو مخرج شمار نہیں کرتے اور فراء نے ل ن را کا ایک مخرج شمار کیا ہے۔

مخرج نمبرا: ۴ جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں واوٗ جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ یاء جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الف جبکہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے صِرَاطَ ۔ اور ساکن بے جھٹکے اسلئے کہا ....

سوال: حروف کی تعداد زیادہ اور مخارج کی تعداد کم کیوں ہے؟

جواب: اس لیے کہ بہت زیادہ قرب اور بہت زیادہ اتصال کی وجہ سے آسانی کے لئے دو دو اور تین تین حرفوں کا (جہاں قرب ہے) ایک مخرج بیان کر دیا جیسے ج' ش' ی' اور 'ط' ذ' ت' اور ظ' ذ' ث اور ص' ز' س اس کا ایک مخرج ہے پھر مخارج کی دو قسمیں ہیں (۱) مخرج محقق (۲) مخرج مقدر ان دونوں کے پانچ اصول ہیں (۱) حلق (۲) زبان (۳) ہونٹ (۴) جوف (۵) خیشوم نیز یاد رہے کہ اصول اصل کی جمع ہے اور جس میں دو یا دو سے زیادہ مخارج ہوں اسے اصل کہتے ہیں۔

(۱) محقق کی تعریف: حلق زبان اور ہونٹوں میں سے معین حصے کو مخرج محقق کہتے ہیں۔ اور مخرج محقق کے تین اصول یعنی مواقع ہیں (۱) حلق (۲) زبان (۳) ہونٹ اسی طرح مخارج مقدرہ کے دو اصول ہیں (۱) جوف (۲) خیشوم

(۲) مخرج مقدر کی تعریف: حلق زبان اور ہونٹوں کے حصوں میں سے معین حصہ نہ ہو جیسے جوف یا بالکل حصوں میں سے ہی نہ ہو جیسے خیشوم پس خلیل اور سیبویہ کے نزدیک مخارج محققہ کی تعداد (پندرہ) ہے اور فراء کے نزدیک تیرہ ہے خلیل کے نزدیک مخارج مقدرہ دو ہیں (۱) جوف (۲) خیشوم' سیبویہ فراء کے نزدیک صرف خیشوم ہے ۳ اس طرح پر کہ جوف میں ایک مخرج تین حروف' حلق میں تین مخارج اور چھ حروف' زبان میں دس مخارج اور اٹھارہ حروف ہیں' ہونٹوں میں دو مخارج اور چار حروف اور خیشوم میں ایک مخرج ہے اس سے غنہ نکلتا ہے۔ (مخرج نمبرا) ۴ جوف یعنی حلق زبان اور ہونٹوں کے درمیان خالی جگہ۔ خالی جگہ سے مراد وہ حصہ ہے (۱) جو حلق کا خلا (۲) زبان اور تالو کے درمیان خالی جگہ (۳) ہونٹوں کو گول کرنے کے وقت درمیانی جگہ' ان میں کوئی جزو معین نہیں ہوتا چنانچہ حلق کے جوف سے الف مدہ (جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے جیسے صِرَاطَ اور تالو اور زبان کے جوف سے یا مدہ (یعنی یا ساکن ماقبل

کہ زبر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے۵ اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں جیسے اَلْحَمْدُ کے شروع میں جوالف ہے یا بَأْسٌ کے بیچ میں جوالف ہے یہ واقع میں ہمزہ ہے اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جاوے گا یاد رکھنا اور جس الف اور جس واؤاور جس یاء کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے٦ ان کو حروف مدّہ اور حروف ہوائیہ بھی کہتے ہیں ٧ پہلا نام اس لئے ہے کہ ان پر کبھی مدّ بھی ہوتا ہے٨ گیارھویں لمعہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا اور دوسرا نام اس لئے ہے کہ یہ حروف ہوا پر تمام ٩ ہوتے ہیں اور جس واؤ

مکسور ہو) جیسے نَسْتَعِيْنُ) اور ہونٹوں کے جوف سے واومدّہ (یعنی واوساکن ماقبل مضموم ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ) ادا ہوتے ہیں اور جوف یعنی خلا سے ادا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اور حرفوں میں آواز کسی نہ کسی خاص اور مقرر جگہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اور رُک جاتی ہے مثلاً قاف میں زبان کی جڑ اور تالو اسی طرح ان حرفوں کی ادائیگی میں آواز حلق زبان اور ہونٹوں کے اجزاء میں سے کسی معین جز و اور مقرر جگہ پر ٹھہرنے کی بجائے گزرتی ہوئی چلی جاتی ہے چنانچہ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَهِيَ حُرُوْفُ مَدٍّ لِلْهَوَاءِ تَنْتَهِيْ (اور یہ تینوں مد کے حروف ہیں جو ہوا پر تمام ہوتے ہیں)

۵ الف اور ہمزہ کے درمیان سات فرق ہیں (۱) الف ہمیشہ اپنی ادائیگی میں ماقبل کے تابع ہوتا ہے بخلاف ہمزہ کے کہ وہ الگ بھی پڑھا جاتا ہے (۲) الف پر جزم نہیں لکھی جاتی ہے اس کے باوجود بھی اس کو ساکن سے تعبیر کرتے ہیں بخلاف ہمزہ کے کہ اس پر جزم بھی لکھی جاتی ہے (۳) الف تمام حرفوں میں اس قدر کمزور اور ضعیف ہے کہ نہ تو سکون کا متحمل ہوسکتا ہے اور نہ ہی حرکت کا اس وجہ سے اپنی ادائیگی میں دوسرے حروف کا محتاج رہتا ہے (۴) الف ہمیشہ زائد ہوتا ہے جبکہ کسی حرف سے بدلا ہوا نہ ہو ورنہ اصلی بھی ہوتا ہے جیسے جَآءَ (۵) الف وقف میں زبر کی تنوین سے بدلا ہوا بھی ہوتا ہے جیسے تَوَّابًا (٦) الف کلمہ کے درمیان یا آخر میں آتا ہے بخلاف ہمزہ کے کہ وہ کلمہ کے شروع درمیان اور آخر میں تینوں جگہ آتا ہے۔ (۷) الف ہمیشہ نرمی سے ادا ہوتا ہے اور ہمزہ ہمیشہ جھٹکے سے ادا ہوتا ہے خواہ ساکن ہو یا متحرک ٦ یعنی وہ الف واو اور یا جن کے ساتھ ساکن ہونے اور ماقبل کی حرکت کے موافق ہونے کی قید لگائی ہے ٧ نیز ان کو جوفیہ خفیہ وضعیفہ بھی کہتے ہیں جوفیہ اس لئے کہ یہ حروف منہ کے جوف سے ادا ہوتے ہیں خفیہ وضعیفہ اس لئے کہ یہ حروف پوشیدگی ونرمی اور ضعف سے ادا ہوتے ہیں۔ ٨ یہ نام اس مد کی وجہ سے نہیں جو کبھی ہوتا ہے ورنہ لازم آئیگا کہ

ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو واوٗ لین کہتے ہیں جیسے مِنْ خَوْف اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یاء لین کہتے ہیں جیسے وَالصَّیْف پس واوٗ لین اور واوٗ متحرک کا مخرج آگے سولہویں ۱۰ مَخْرَجْ کے بیان میں آوے گا۔ اور یا لین اور یاء متحرک کا مخرج ۱۱ آگے ساتویں ۱۱ مخرج کے بیان میں آوے گا۔

مَخْرُجْ نمبر۲: ۱۲ اقصٰی حلق ۱۳ یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ ہمزہ اور ہ۔

مَخْرُجْ نمبر۳: وسط حلق ۱۴ یعنی حلق کا درمیان والا حصہ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح ہے .....

جب ان میں مدنہ ہو اس وقت ان کا یہ نام بھی نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ نام اس مد کی وجہ سے ہے جس پر ان حرفوں کی ذات کا مدار ہے اور جس کو مد ذاتی کہتے ہیں کیونکہ یہ اس سے کبھی خالی نہیں ہوتے اور متن میں جو کبھی کی قید بڑھائی گئی ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مدّ فرعی کی حالت میں مد کا احساس زیادہ ہوتا ہے ۹ ہوا پر تمام ہونے اور جوف سے ادا ہونے کا مطلب ایک ہی ہے دیکھو حاشیہ نمبر۴' اور واو اور یا کی دوسری قسم لین ہے جبکہ یہ دونوں ساکن ہوں اور ماقبل زبر ہو جیسے اَوْحَیْنَا ۱۰ یعنی دونوں ہونٹوں کو گول کر کے ناتمام بند کرنا پس واو غیر مدہ میں تو سب کے نزدیک ہونٹوں کو اس کے مخرج کے لحاظ سے گول کیا جاتا ہے اور واو مدہ میں خلیل کے نزدیک ماقبل کے ضمّہ کے وجہ سے جو اس کے لئے لازمی ہے پس واو مدہ خلیل کے نزدیک مخرجاً جوفی یعنی واو مدہ کی آواز کا زیادہ اعتماد جوف پر ہی ہوتا ہے اور اداءً شفوی یعنی واو مدّہ سے پہلے پیش ہوتا ہے جو ہونٹوں کے گول کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے۔ ۱۱ یعنی زبان اور اوپر کے تالو کے درمیان پس واو اور یا مدہ میں آواز کا اعتماد ہونٹ اور زبان پر نہایت ہی ضعیف اور قلیل ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے اس لئے سیبویہ اور فراء نے قلت اور کثرت یعنی کمی اور زیادتی کا اعتبار نہ کرتے ہوئے مخرج جوف زیادہ نہیں کیا اور خلیل نے قلت اور کثرت کا اعتبار کرتے ہوئے مخرج جوف زیادہ کیا ہے۔

(مخرج نمبر۲) ۱۲ یہ مخرج محقق ثنائی ہے یعنی اس سے دو حرف نکلتے ہیں اس کو کلی بھی کہتے ہیں جس مخرج سے ایک سے زیادہ حروف نکلتے ہیں اس کو کلی کہتے ہیں اگر ایک حرف ادا ہو تو اُحادی جزئی اگر دو حرف ادا ہوں تو ثنائی کلی اور اگر تین حرف ادا ہوں تو ثلاثی کہتے ہیں ۱۳ یعنی حلق کا منہ اور ہونٹوں سے دوری والا حصہ جو سینے کے گڑھے سے ملا ہوا ہے اس سے دو حروف ادا ہوتے ہیں ہمزہ محققہ اور ھاء ھوّز بعض کے نزدیک ہمزہ کا مخرج ھا کے مخرج سے پہلے ہے اور بعض کے نزدیک ھا کا مخرج ہمزہ کے مخرج سے پہلے ہے اور بعض کے نزدیک دونوں کا مخرج ایک ہی ہے (مخرج نمبر۳) یہ مخرج بھی محقق ثنائی کلی ہے۔ ۱۴ یعنی حلق کا درمیان والا حصہ جو نرگٹ کے پاس ہے اس سے بھی دو حروف ادا ہوتے ہیں۔ عین اور حا مہملتین بعض کے نزدیک عین کا مخرج حا کے مخرج سے پہلے ہے اور بعض کے نزدیک حا کا مخرج عین کے مخرج سے پہلے

نقطہ ۱۵ والے۔

مخرج نمبر۴: اَدنیٰ حَلق ۱۶ یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ غ اور خ نقطہ والے اور ان چھ حرفوں کو حروف ۱۷ حلقی کہتے ہیں

مخرج نمبر۵: لَہَات ۱۸ یعنی کوے کے مُتّصِل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکر کھاوے اس سے ق ادا ہوتا ہے۔

مخرج نمبر۶: ق کے مخرج کے مُتّصِل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر اور اس سے ک ادا ہوتا ہے اور ان دونوں حرفوں کو لہاتیہ ۱۹ کہتے ہیں۔

مخرج نمبر۷: وَسْطِ زبان ۲۰ اور اسکے مُقابِل اوپر کا تالو ہے اور اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں ج'

ہے اور بعض کے نزدیک دونوں کا مخرج متحد ہے۔

۱۵ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے یہ اس لئے فرمایا ہے کہ اگر کاتب غلطی سے نقطہ بڑھا بھی دے تو اس کو غین اور خانہ سمجھیں اور اسی طرح (مخرج نمبر۴) کے حرفوں میں نقطہ والے کی قید کا بھی یہی فائدہ سمجھنا چاہئے مخرج نمبر۴ یہ مخرج بھی محقق ثُنائی کُلّی ۱۶ ہے یعنی حلق کا منہ اور ہونٹوں سے نزدیکی والا حصہ جو زبان کی جڑ کے قریب ہے اس سے بھی دو حروف ادا ہوتے ہیں غین اور خا مُعجمتین یعنی نقطہ والے بعض کے نزدیک غین کا مخرج خا کے مخرج سے پہلے ہے اور بعض کے نزدیک خا کا مخرج غین کے مخرج سے پہلے ہے اور بعض کے نزدیک دونوں کا مخرج ایک ہی ہے یعنی تقدیم وتاخیر اور مُساوات ہے ۱۷ اس لیے کہ یہ حروف مجموعی طور پر حلق سے ادا ہوتے ہیں نیز ان کو حروف اظہار بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے پہلے نون ساکن اور تنوین میں اظہار حلقی وحقیقی ہوتا ہے (مخرج نمبر۵) یہ مخرج اَحادی جزئی ہے ۱۸۔ لہات کی تعریف: ہڈی دار تالو کے آخر میں زبان کی جڑ کے اوپر جو گوشت کا نرم ساز بان کی شکل کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہے اسے عربی میں لہات اور اردو میں کوّا کہتے ہیں ۱۹ قرب کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ (مخرج نمبر۷) یہ مخرج ثلاثی کلی ہے ۲۰۔ ثنایا رَباعی اَنیاب کے بالمُقابِل زبان کے حصہ کو ادنیٰ زبان کہتے ہیں اور ضواحک طواحن اور نواجذ کے بالمقابل

ش ٔی جبکہ مدہ ۲۱ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین اور مدہ اور لین کے معنیٰ مخرج نمبر ۱ کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کو حروف شجریہ ۲۲ کہتے ہیں۔ (فائدہ ۲۳) آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آویں گے اس لئے پہلے ان کے معنیٰ ۲۴ بتلائے دیتا ہوں ان کو خوب یاد کرلیں تا کہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس دانتوں میں سے سامنے کے چار دانتوں کو ثنایا ۲۵ کہتے ہیں دو اوپر والوں کو ثنایا عُلیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا ۲۶ سُفلی کہتے ہیں اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو رَباعیات ۲۷ اور قواطع ۲۸ بھی کہتے ہیں، پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار

زبان کے حصہ کو وسط لسان اور نواجذ کے بعد والے زبان کے حصہ کو اقصیٰ لسان کہتے ہیں۔

۲۱ کیونکہ مدّہ ہونے کی حالت میں اس کا مخرج جوف ہے جیسا کہ مخرج نمبر ۱ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے البتہ سیبویہ اور فراء کے نزدیک ی خواہ مدّہ ہو خواہ لین ہو یا متحرک تینوں صورتوں میں مخرج محقق ہی ہے کیونکہ انھوں نے جوف دھن کو علیحدہ مخرج شمار نہیں کیا ۲۲ بِسُکُوْنِ الْجِیْمِ دونوں جبڑوں کا وہ درمیانی کھلا حصہ جو منہ بند ہونے کے وقت بھی فطری طور پر کھلا اور جدا رہتا ہے اسے شجر کہتے ہیں۔

(فائدہ) ۲۳ آگے جو دس مخارج ہیں ان میں سے شروع والے آٹھ مخارج میں دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے اس لئے پہلے ان کی تعداد، ترتیب، مقامات وقوع اور عربی اسماء کے معنیٰ جان لینا ضروری ہے ۲۴ یہاں معنیٰ سے مراد دانتوں کے نام اور انکی ترتیب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب میں دانتوں کے معنیٰ تو مذکور نہیں۔ ۲۵ ثنایا ثَـنِیَّۃٌ کی جمع ہے اس کے معنیٰ ہیں دو ہونا اور یہ بھی اوپر نیچے دو دو ہی ہوتے ہیں۔ اس مناسبت سے ان کو ثنایا کہتے ہیں ۲۶ اگرچہ تمام دانتوں کے دو دو قسمیں ہیں علیا اور سفلیٰ مگر چونکہ ثنایا سفلیٰ کے سوا نیچے کے کسی دانت سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے باقی دانتوں میں اس تقسیم کی ضرورت نہیں سمجھی واللہ اعلم ۲۷ رباعیات رَبَاعِیَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنیٰ ہیں ٹھہرنا اس لئے کہ کھاتے وقت چیزیں ان میں ٹھہر جاتی ہیں اس مناسبت سے رباعیات کہتے ہیں یا رَبَاعِیَۃٌ رَبَعَ یَرْبَعُ سے لیا گیا ہے بمعنی چار ہونا اس لئے کہ یہ چار دانت ہیں اس مناسبت سے ان کو رباعیات

دانت نوکدار ہیں ان کو انیاب ۲۹؎ اور کواسر کہتے ہیں پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضواحک ۳۰؎ کہتے ہیں پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف ان کو طواحن ۳۱؎ کہتے ہیں پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے جن کو نواجذ ۳۲؎ کہتے ہیں اور ان سب ضواحک، طواحن اور نواجذ کو اضراس ۳۳؎ کہتے ہیں۔ جن کو اردو میں ڈاڑھ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لئے کسی نے ان سب ناموں ۳۴؎ کو نظم کر دیا ہے اور وہ نظم ہے

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو	ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس	کہ کہتے ہیں قراء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ	نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

کہتے ہیں۔ ۲۸؎ قَوَاطِعُ قَاطِعَةٌ کی جمع ہے بمعنی کاٹنا چونکہ ان دانتوں سے چیزوں کو کاٹا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے ان کو قواطع کہتے ہیں ۲۹؎ اَنْیَابُ نَابٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں نوکدار اور کَوَاسِرُ کَاسِرَةٌ کی جمع ہے بمعنی توڑنا کیونکہ ان سے چیزوں کو توڑا جاتا ہے۔ ۳۰؎ ضَوَاحِکُ ضَاحِکَةٌ کی جمع ہے بمعنی ہنسنے والی چونکہ ہنستے وقت عام طور پر یہ دانت نظر آتے ہیں اس مناسبت سے ان کو ضَوَاحِکُ کہتے ہیں ۳۱؎ طَوَاحِنُ طَاحِنَةٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پیسنے والی چونکہ ان ڈارھوں سے چیزوں کو پیسا جاتا ہے اس مناسبت سے ان کو طواحن کہتے ہیں ۳۲؎ نَوَاجِذُ نَاجِذَةٌ کی جمع ہے بمعنی عقل ڈاڑھ اور یہ نَاجِذَةٌ لَعَقْل سے لیا گیا ہے یہ ڈاڑھ اس وقت نکلتی ہے جب انسان کی عقل مکمل ہو جاتی ہے۔ ۳۳؎ اَضْرَاسُ (بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَ بِسُكُوْنِ الضَّاد یعنی ہمزہ کا فتحہ اور ضاد کا سکون یہ ضِرْسٌ کی جمع ہے (بِکَسْرِ ضَاد) اور ضِرْس کے معنی ہیں ڈاڑھ ۳۴؎ بتیس دانتوں کے کل چھ نام ہوئے ثنایا، رَباعیات، اَنیاب، ضَواحِک، طَواحِن،

مخارج حروف کا نقشہ
دانتوں کا نقشہ
حلق کا نقشہ
ثنایا
ثنایا
رباعی
رباعی
ناب
ناب
ضاحک
ضاحک
طاحن
طاحن
طاحن
طاحن
طاحن
طاحن
ناجذ
ناجذ
ظ ذ ث
ط د ت
ل ن ر
ی ش ج
ک
ق
کوا
اوپر کا حلق
وسط حلق
نیچے کا حلق
جوف
مدہ
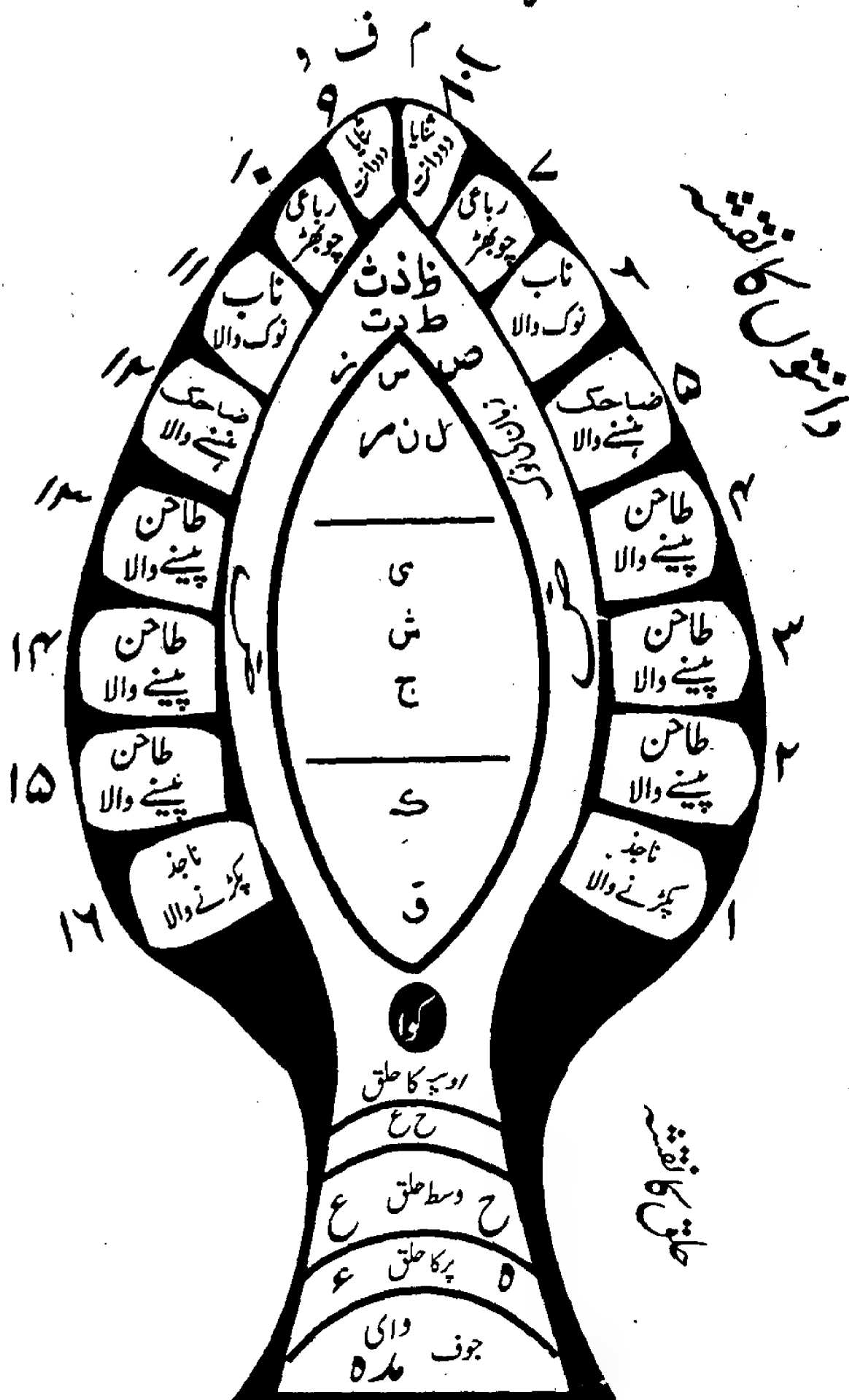
مخرج نمبر ۸: ض کا ہے اور وہ حافہ لسان ۵ﷺ یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑ سے لگادیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ ۶ﷺ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لئے کسی مشّاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز ۷ﷺ نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔..................................

نواجذ ان میں سے سوائے طواحن کے سب چار چار ہیں اور طواحن بارہ ہیں پہلے تین نام دانتوں کے ہیں باقی تین نام ڈاڑھوں کے (مخرج نمبر ۸) یہ مخرج محقق اُحادی جزئی ہے۔ زبان ۵ﷺ کے اوپر والے حصے کو ظہر لسان یعنی پشت زبان کہتے ہیں اور نچلے حصے کو بطن لسان یعنی زبان کا پیٹ کہتے ہیں۔ پھر ظہر لسان کے تین حصے ہیں (۱) ادنیٰ لسان جو ثنایا رباعی انیاب کے بالمقابل ہے (۲) وسط لسان جو کہ ضواحک طواحن نواجذ کے بالمقابل ہے اسی کو حافہ کہتے ہیں۔ (۳) اقصیٰ لسان جہاں سے قاف اور کاف ادا ہوتے ہیں۔ حافہ کے طولاً تین حصے ہیں (۱) ادنیٰ حافہ جو ضواحک کے بالمقابل ہے (۲) وسط حافہ جو طواحن کے بالمقابل ہے (۳) اقصیٰ حافہ جو نواجذ کے بالمقابل ہے۔ زبان کی موٹائی اور چوڑائی کے اعتبار سے بھی تین حصے ہیں (۱) ظہر لسان والا حصہ (۲) درمیان والا حصہ (۳) بطن لسان والا حصہ۔ اب ضاد کا مخرج معلوم کرنا آسان ہوگیا اور وہ یہ ہے کہ حافہ جبکہ اوپر والی ڈاڑوں کی جڑ سے لگتا ہے تو اس سے ضاد ادا ہوتا ہے۔ ۶ﷺ اس لئے کہ یہ حافہ یعنی کروٹ سے ادا ہوتا ہے نیز اس حرف کو ضرسیہ یعنی اضراس علیا کی جڑ سے ادا ہوتا ہے مستطیلہ اس لئے کہ اس کی آواز مخرج میں دراز اور لمبی ہوتی ہے۔ اور اَصعَب الحروف یعنی یہ حرف تمام حروف سے مشکل ترین ہے لہذا صفت' جہر' رخوت' اِستعلا' اطباق' اِصمات اور استطالت کا لحاظ رکھتے ہوئے خوب مشق کرنی چاہئے ۷ﷺ کیونکہ یہ بھی ایک مستقل حرف ہے اور اس کی بھی اپنی ایک ادا ہے اور اس طرح پڑھنے سے لازم آئے گا ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا جو لحن جلی کی ایک صورت ہے جیسا کہ دوسرے لمعہ میں گزر چکا ہے خصوصاً دال پُر تو سرے سے کوئی حرف ہی نہیں ہے اس لئے ضاد کو دال پُر پڑھنا تو اور بھی زیادہ گناہ کی بات ہے اور فاش غلطی ہے۔

اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط [۳۸] ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ [۳۹] آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت [۴۰] زیادہ مُشابہ ہوتی ہے دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی [۴۱] علم تجوید اور قراءت کی کتابوں [۴۲] میں اسی طرح لکھا ہے۔

مخرج نمبر ۹ لام کا ہے کہ زبان کا کنارہ مع [۴۳] کچھ حصہ حافہ جب ثنایا اور رَباعی اور ناب اور

---

[۳۸] کیونکہ اس میں بھی خرابی ہے یعنی ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے [۳۹] کیونکہ اس میں صفت رخوت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حرف نرم ادا ہوتا ہے اور اسی صفت کی وجہ سے آواز بھی جاری رہتی ہے جیسا کہ پانچویں لمعہ میں معلوم ہوگا۔

[۴۰] اس لئے کہ یہ دونوں حرف سوائے استطالت کے تمام صفات میں شریک ہیں [۴۱] کیونکہ دال شدیدہ مستفلہ منفتحہ ہے اور ضاد رخوہ مستعلیہ مطبقہ ہے پس دال تو سخت اور باریک ادا ہوگا۔ اور ضاد نرم اور خوب پر پڑھا جائیگا [۴۲] چنانچہ الرعایۃ النشر اور نہایۃ القول المفید وغیرھم میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے اور یہ فن کی انتہائی معتبر کتابیں ہیں علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں جن میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی آواز سننے میں ظا کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے بلکہ یہی اس کی صحیح ادا کے لئے معیار ہے ان میں سے الاقتصاد فی الضاد مؤلفہ فضیلۃ الشیخ قاری مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری اور ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد مؤلفہ استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری محب الدین احمد صدیقی صاحب الہ آبادی اور سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد مؤلفہ استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اسی طرح استاذ القراء شیخ التجوید جناب قاری اظہار احمد التھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جمال القرآن کے اخیر میں تتمۂ تجوید کے طلباء کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

(مخرج نمبر ۹) یہ مخرج محقق اُحادی جزئی ہے [۴۳] یعنی ادنیٰ حافہ جو ضواحک کے بالمقابل ہے

ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل ۴۴ تالو کی طرف ہو کر ٹکر کھاوے خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور داہنی طرف سے آسان ۴۵ ہے، اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

مخرج نمبر۱۰: نون کا ہے اور وہ بھی زبان کا کنارہ ۴۶ ہے مگر لام کے مخرج سے کم ہو کر ۴۷ یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

مخرج نمبر۱۱: راء کا ہے اور وہ نون کے مخرج کے قریب ہے ۴۸ مگر اس میں پشت ۴۹ زبان کو بھی دخل ہے ان تینوں حرفوں کو یعنی لام اور نون اور راء کو طرفیہ ۵۰ اور ذَلقیہ بھی کہتے ہیں۔

---

۴۴ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لام کا مخرج مسوڑھے کے کچھ اوپر تالو کی جانب ہے نیچے دانتوں میں نہیں۔ واللہ اعلم ۴۵ یعنی اس کا معاملہ ضاد کے برعکس ہے کیونکہ وہ بائیں طرف سے آسان ہے اور یہ دائیں طرف سے آسان ہے مخرج نمبر۱۰ یہ مخرج بھی احادی جزئی ہے ۴۶ مع نوک زبان ۴۷ لام اور نون میں مخرج کے اعتبار سے تین فرق ہیں (۱) (دانتوں کے اعتبار سے) لام میں چار دانت یعنی ثنایا' رباعی' انیاب اور ضواحک اور نون میں تین دانت یعنی ثنایا' رباعی' انیاب (۲) (مسوڑھے کے اعتبار سے) لام میں تالو کی طرف والا مسوڑہ اور نون میں ابتدائی مسوڑہ یعنی ثنایا' علیا کی جڑ والا (۳) (زبان کے اعتبار سے) لام میں ادنیٰ حافہ تک اور نون میں کنارہ زبان تک (مخرج نمبر۱۱) یہ مخرج بھی احادی جزئی ہے ۴۸ یعنی ثنایا رباعی کے اوپر مسوڑھے کا درمیان والا حصہ اور زبان کی نوک اور آدھا کنارہ یعنی رباعی کے بالمقابل ۴۹ پشت زبان یعنی زبان کی نوک کے متصل اوپر والا حصہ ۵۰ بمعنی کنارہ اور نوک اور ذلق یعنی (ذال اور لام کے فتحہ کے ساتھ) کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔

نون اور را میں مخرج کے اعتبار سے چار فرق ہیں (۱) نون میں تین دانت یعنی (ثنایا رباعی انیاب) اور را میں دو دانت یعنی (ثنایا' رباعی)

۲۔ نون میں مسوڑھے کا ابتدائی حصہ اور را میں درمیان والا (۳) نون میں کنارہ زبان یعنی رباعی انیاب کا بالمقابل والا اور را میں آدھا کنارہ یعنی رباعی کا بالمقابل اور نوک زبان (۴) نون میں پشت زبان کو دخل نہیں اور را میں پشت

مخرج نمبر۱۲: طاء اور دال اور تا کا ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ۵۱ اور ان تینوں حرفوں کو نِطَعِیہ ۵۲ کہتے ہیں۔

مخرج نمبر۱۳: ظاء اور ذال اور ثاء کا ہے اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ۵۳ ہے اور ان تینوں حرفوں کو لِثَوِیَہ ۵۴ کہتے ہیں۔

مخرج نمبر۱۴: صاد اور زاء اور سین کا ہے اور یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارا مع کچھ اتصال ۵۵ ثنایا علیا کے ہے اور ان کو حُروف صفیر ۵۶ کہتے ہیں۔

مخرج نمبر۱۵: فاء کا ہے اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم ۵۷ اور ثنایا علیا کا کنارہ ۵۸ ہے۔

مخرج نمبر۱۶: دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں باء اور میم اور واؤ جبکہ ......

زبان کو بھی دخل ہے (مخرج نمبر۱۲) یہ مخرج محقق ثلاثی کلی ہے ۵۱ پس طا کا ثنایا علیا کی جڑ سے زیادہ تعلق ہے اس کے بعد تا کا اس کے بعد دال کا تعلق ہے۔ ۵۲ مسوڑھے کے اوپر جو لکیر دار کھُردری جگہ ہے اس کو نطع (یعنی نون کے کسرہ اور طا کے فتحہ کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ مخرج نہیں البتہ مخرج کے قریب ایک مشہور جگہ ہے (مخرج نمبر۱۳) یہ مخرج بھی محقق ثلاثی کلی ہے ۵۳ یہاں سرے سے مراد نوک نہیں بلکہ مسوڑھے کی طرف جڑ والا کنارہ ہے ۵۴ لِثَۃ یعنی لام کے کسرہ اور ثا کے فتحہ کے ساتھ مسوڑھے کے معنیٰ میں ہے ان تینوں کو لثویہ کہنا بھی اس بات کے دلیل ہے کہ ثنایا علیا کا سرا سے مسوڑھے کی طرف والا کنارہ مراد ہے۔

(مخرج نمبر۱۴) یہ مخرج بھی محقق ثلاثی کلی ہے ۵۵ یعنی ثنایا علیا اور ثنایا سفلی کے کناروں کا معمولی اتصال اور زبان کی نوک کے ثنایا سفلی کے اندرونی کناروں کے ساتھ تھوڑے سے اتصال سے صاد زا سین ادا ہوتے ہیں ۵۶ یہ صفتی نام ہے مخرجی نام اسلیہ ہے۔ زبان کی نوک کے باریک حصہ کو اَسَل کہتے ہیں (مخرج نمبر۱۵) یہ مخرج محقق احادی جزی ہے ۵۷ یعنی نیچے کے ہونٹ کا اندرونی تری والا حصہ جو ہونٹوں کے بند ہونے کے وقت اندر چھپ جاتا ہے۔ ۵۸ یہاں کنارہ سے مراد ثنایا علیا کی نوکیں ہیں کیونکہ فا نوکوں ہی سے ادا ہوتی ہے اور اس کو حرف مشترک شتوی وشفوی یعنی ثنایا علیا اور نیچے کے ہونٹ کے شکم سے ادا ہونے والا کہتے ہیں (مخرج نمبر۱۶) یہ مخرج ثلاثی کلی ہے۔

مدّہ ۵۹ نہ ہو یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین اور مدّہ اور لین کے معنیٰ مخرج نمبرا کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے۔ اور اس لئے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی ۶۰ سے نکلتی ہے اور اس لئے اس کو برّی کہتے ہیں اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ۶۱ ملنے سے نکلتا ہے اور فاء کو اور ان تینوں حرفوں کو شفویہ کہتے ہیں۔

مخرج نمبر ۱۷: خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ۶۲ ہے اس سے غنہ ۶۳ نکلتا ہے

---

۵۹ کیونکہ خلیل کے نزدیک واو مدّہ کا مخرج جوف ہے جیسا کہ (مخرج نمبرا) کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے البتہ فراء اور سیبویہ کے نزدیک واو مدّہ اور واو متحرک اور لین کا مخرج محقق ہی ہے ۶۰ یعنی تری کے متّصل خشکی والے حصہ سے نکلتی ہے ۶۱ یعنی اس طرح کہ کنارے تو ملے ہوں اور بیچ کھلا ہو اور مثل غنچہ کے گول ہو جائیں یہی مطلب ہے ناتمام ملنے کا (مخرج نمبر ۱۷) ۶۲ ناک کی جڑ والی ہڈی کے اندر دو سوراخ ہیں اس مقام کو بانسہ کہتے ہیں۔

۶۳ سوال نمبرا: اگر غنہ سے مراد غنہ صفتی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے مخارج میں صفت کو کیوں بیان فرمایا ہے؟

جواب (۱) مصنفؒ نے صرف ایک صفت بیان کی ہے باقی تو سب مخارج بیان فرمائے ہیں اور مشہور قاعدہ ہے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُل اور اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ یعنی اکثریت کا اعتبار ہوتا ہے اور قلیل تو نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

سوال نمبر۲: اگر مصنفؒ نے صفت غنہ کا مخرج بیان کرنا تھا تو باقی صفات یعنی استعلاء اور اطباق وغیرہما کا مخرج بھی بیان کرتے؟

جواب: صفت غنہ کا مخرج چونکہ منہ سے باہر ہے اس لئے بیان فرما دیا۔ اور باقی تمام صفات کے مخارج چونکہ منہ کے اندر ہیں اس لئے بیان نہیں فرمائے۔

سوال نمبر۳: اگر غنہ سے حرفِ غنہ یعنی نون مُخفیٰ و نون مدغم بادغام ناقص اور میم مُخفیٰ مراد لیں تو اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ نون مشدد اور میم مشدد کو بھی تو حرف غنہ کہتے ہیں وہ کیوں نہیں مراد لئے؟

جواب: نون مخفی کا تعلق اپنے مخرج اصلی یعنی زبان کا کنارہ اور مسوڑھے سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے لہذا

غنہ۶۴ کا بیان آگے نویں دسویں لمعہ میں نون اور میم کے قاعدوں میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آوے گا۔ اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کا مخرج معلوم کرنے کا طریقہ۶۵ یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آوے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

زیادہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج بھی خیشوم قرار دے دیا اسی طرح نون مدغم بادغام ناقص کا تعلق حرف مدغم فیہ سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے لہذا زیادہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج خیشوم قرار دے دیا۔ نیز اسی طرح میم مخفی کا تعلق شفتین (ہونٹوں) سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے لہذا زیادہ تعلق کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا مخرج بھی خیشوم قرار دے دیا اور نون متحرک اور نون ساکن مظہرہ اور نون مشدد کا تعلق اپنے مخرج سے زیادہ اور خیشوم سے کم ہوتا ہے اور اسی طرح میم متحرک اور میم ساکن مظہرہ اور میم مشدد کا تعلق بھی اپنے مخرج یعنی شفتین سے زیادہ اور خیشوم سے کم ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کا مخرج خیشوم نہیں قرار دیا۔

۶۴ یعنی نویں اور دسویں لمعہ میں غنہ زمانی کے معنی اور یہ کہ نون اور میم میں غنہ زمانی کن حالتوں میں ہوتا ہے یہ دو چیزیں بیان کی جائیں گی۔ نویں لمعہ میں تو میم کے غنہ زمانی کا بیان ہوگا اور دسویں لمعہ میں نون کے غنہ زمانی کا بیان ہوگا اور غنہ بس انہیں دو حرفوں میں ہوتا ہے۔

۶۵ یہ طریقہ دراصل مَخرَج معلوم کرنے کا نہیں کیونکہ مَخارِج تو کتاب میں بیان ہو ہی چکے ہیں بلکہ یہ طریقہ اپنی صحیح اور غلط ادا کے معمول کرنے کا طریقہ ہے اور اسی طرح اپنی صحیح اور غلط ادا کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ حرف کے آخر میں ہائے ساکنہ لگا دو جہاں سے حرف کی آواز کی ابتداء ہو وہی اس کا صحیح مخرج ہے اور اسی طرح مشدد حرف کے شروع میں ہمزہ متحرک لگا دینے کے بعد مشدد حرف کی ادا کے وقت آواز جس جگہ ٹھہرے وہی اس کا صحیح مخرج ہے۔

﴿پانچواں لمعہ ۱﴾

جن کیفیتوں ۲ سے حُروف ادا ہوتے ہیں ان کیفیتوں کو صِفات کہتے ہیں اور وہ ۳ دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ اگر وہ صِفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ۴ ہی نہ رہے گا۔ ایسی صِفت کو ذاتیہ ۵ اور لازمہ اور مُمیِّزہ اور مُقوِّمہ کہتے ہیں۔

(پانچویں لمعہ) ۱ کے معنی ہیں پانچویں روشنی۔ مصنف رحمتہ اللہ نے اس لمعہ کو چاند کی پانچویں رات سے تشبیہ دی ہے پس جس طرح چاند کی پانچویں کو رات کو روشنی مزید زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے پانچویں لمعہ میں تجوید کے دو اہم رکن یعنی مخارج اور صفات میں سے دوسرے جز صفات الحروف کو بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی مزید زیادہ کر دی ہے۔ نیز صفات حروف کے لئے بمنزلہ کسوٹی کے ہیں اور صفات سے ہی پتہ چلتا ہے کہ حرف فنی اعتبار سے صحیح ادا ہوا یا ناقص' صِفت کے لُغوی معنٰی ہنر' خوبی' حالت' کیفیت مَاقَامَ بِهِ الشَّئُ یعنی وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے قائم ہو (صِفت کی تعریف) حرف یا حُروف کے ادا کرتے وقت حلق یا زبان یا ہونٹ یا سانس یا آواز کو جو حالت یا کیفیت لاحق ہوتی ہے اسے صِفت کہتے ہیں صفات کی تعداد کے بارے میں اَقوالِ مجوِدین (۱) چوالیس جیسا کہ اَلرِّعَایَہ وغیرہ میں درج ہیں اور بعض میں اس سے بھی زیادہ مذکور ہیں (۲) چالیس (۳) سترہ جیسا کہ المقدمۃ الجزریہ اور اس کی شُروح اور دیگر اکثر کُتُب میں ہیں اور مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی قول لیا ہے (۴) سولہ جیسا کہ نونیہ امام سخاوی کے شارح نے سولہ صفات ذکر کی ہیں۔ (۵) چودہ جیسا کہ عَلّامَہ بِرْکوِی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اَلدُّرُّالیتیم میں بیان فرمائی ہیں اور فوائد مکیہ میں بھی چودہ ہی ہیں ۲ یعنی حرفوں کی وہ حالتیں جو مخرج سے ادا ہوتے وقت ان کو پیش آتی ہیں مثلاً حرف کا نرم یا سخت یا پُر یا باریک ادا ہونا وغیرہ وغیرہ ۳ یعنی صفات لازمہ اور صفات عارضہ ۴ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح سے ہے (۱) عربی حرف کا عربی حرف سے بدل جانا جیسے صاد میں اگر صفت استعلا اور اطباق ادا نہ ہوں تو وہ سین سے بدل جائیگا (۲) عربی حرف کا عجمی حرف سے بدل جانا یا مشابہ ہو جانا جیسے جیم میں اگر صِفتِ قَلقَلہ ادا نہ ہو تو وہ چ سے بدل جائیگا یا مشابہ ہو جائیگا (۳) صفات کے اعتبار سے حرف کا ناقص ادا ہونا جیسے زا میں اگر صفت صفیر ادا نہ کی گئی تو زا صفات کے اعتبار سے ناقص ادا ہوگی ۵ ذَاتِیـہْ جو حروف کی ذات میں ہر حال میں

اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہوتو حرف ۶ تو وہی رہے مگر اس کا حُسن و زینت نہ رہے اور ایسی صفت ے کو مُحسنہ مُزینہ مُحلیہ عارضہ کہتے ہیں پہلی قسم ۸ کی صفات سترہ ہیں۔

شامل ہو لاَزِمَہ جو ہمیشہ ہر حال میں پائی جائے کبھی جدا نہ ہو مُمَیِّزَہ ایک مخرج کے دو یا تین حرفوں کی آوازوں کو ممتاز اور جدا کرنے والی مُقَوِّمَہ حرفوں کی آوازوں کو درست کرنے والی ۶ یعنی حرف کی ذات اور اس کے اصل مادہ میں تو کوئی بگاڑ اور کمی نہ ہوتی ہو البتہ اس کی فصاحت اور خوبصورتی اور زینت نہ رہتی ہو مثلاً غنہ فرعی تفخیم ترقیق مدفرعی اخفاء اظہار تسہیل وغیرہ وغیرہ۔ پس صفات لازمہ کی مثال اصل مکان یا لباس کی طرح ہے اور صفات عارضہ زائد نقش ونگار اور ظاہری خوبصورتی کے مانند ہیں ے مُحَسِّنَہ یعنی حرفوں کو حسن دینے والی مُزَیِّنَہ حرفوں کو خوبصورت بنانے والی مَحَلِّیَہ (بِفَتْحِ الْمِیْمِ) یعنی اپنی خاص حالت میں پائی جانے والی اور مُحَلِّیَہْ (بِضَمِّ الْمِیْمِ) زیور پہنانے والی عَارِضَہْ کبھی پائی جائے اور کبھی نہ پائی جائے ۸ یعنی صفات لازمہ کی نیز صفات لازمہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ لازمہ متضادہ اور لازمہ غیر متضادہ' لازمہ متضادہ ان کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد بننے والی ہوں اور ہر صفت اپنی ضد سے مل کر ایک جوڑا بنجاتا ہے ایسی صفات دس ہیں جن میں سے پانچ پانچ کی ضد ہیں پس صفات متضادہ کے پانچ جوڑے ہیں اور چھ مجموعے ہیں چنانچہ پہلا جوڑا ہمس وجہر دوسرا جوڑا شدت رخوت اور توسط تیسرا جوڑا استعلا و استفال چوتھا جوڑا اطباق وانفتاح پانچواں جوڑا اذلاق واصمات ہے ان میں دوسرا جوڑا تین صفتوں سے بنا ہے اور باقی دو دو صفتوں سے بنے ہیں پس یہ دو یا تین ضدوں والی صفتیں انتیس حروف میں سے کسی ایک حرف میں جمع نہیں ہوسکتیں بلکہ دو یا تین ضدوں والی صفتوں میں سے ہر حرف میں صرف ایک صفت پائی جائیگی مثلاً ذال میں ہمس وجہر میں سے صرف ایک صفت جہر اور اسی طرح شدت رخوت توسط میں سے بھی صرف ایک صفت رخوت پائی جائیگی گویا ہر حرف میں ہر جوڑے میں سے ایک صفت ضرور آئے گی اور لازمہ غیر متضادہ ان کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد بننے والی نہ ہوں اور یہ آخری سات صفات ہیں اور یہ سب حرفوں میں نہیں پائی جاتیں۔ صرف چودہ حرفوں میں پائی جاتی ہیں اور جن میں پائی جاتی ہیں ان میں ہمیشہ پائی جاتی ہیں کبھی ان سے جدا نہیں ہوتیں بخلاف لازمہ متضادہ کے کہ ان سے کوئی حرف بچا ہوا نہیں بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت ضرور صادق آوے گی۔

(۱) ہمس ۹ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مَہمُوسَہ ۱۰ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضُعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ۱۱ ہو اور ایسے حرف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ ☆ (۲) جہر ۱۲ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مجہورہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حُروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوّت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جاوے ۱۳ اور آواز میں ایک قسم کی بُلندی ۱۴ ہو اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں اور جہر و ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مُقابل ۱۵ ہیں۔

---

۹ صفات لازمہ متضادہ کے پانچ جوڑوں میں سے پہلے جوڑے کی پہلی صفت ہمس ہے اس کے لغوی معنی ہیں پست کرنا' کمزور کرنا' پوشیدہ کرنا ۱۰ پس ہمس تو صفت ہے اور مہموسہ وہ حروف ہیں جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے جیسا کہ سرخی سیاہی اور زردی وغیرہ یہ تو رنگ ہیں اور سیاہ سرخ اور زرد وہ چیزیں ہیں جن میں یہ رنگ پائے جاتے ہیں مثلاً کپڑا موصوف ہے اور اس کا سیاہ' سرخ یا سفید یا زرد ہونا یہ صفت ہے ایسے ہی جہر' مجہورہ' شدت شدیدہ' رخوت رخوہ' توسط متوسطہ علیٰ ہذا ۱۱ یعنی حروف مہموسہ کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی کمزوری اور پستی کے ساتھ ٹھہرے کہ اندرونی ہوا کا زیادہ حصہ سانس اور تھوڑا حصہ آواز بن جائے یعنی سانس غالب اور آواز مغلوب ہو جائے اور ایسے حرف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ اس کے معنیٰ یہ ہیں پس برانگیختہ کیا اس کو ایسے شخص نے جو خاموش تھا ۱۲ پہلے جوڑے کی دوسری صفت جہر ہے جہر کے معنی بلند کرنا' اونچا کرنا' ظاہر کرنا ۱۳ اور پورا سانس آواز بن جائے یعنی آواز زیادہ سانس کم آواز غالب سانس مغلوب ہو جائے ۱۴ مہموسہ حروف کی آواز میں ایک قسم کی پستی اور مجہورہ حروف کی آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو اس کا اندازہ دونوں قسم کے حرفوں کو یکے بعد دیگرے ادا کر کے غور کرنے سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ ادا صحیح ہو چنانچہ اگر تم اَثْ کی ثا اور اَذْ کی ذال میں غور کرو گے تو ثا کی آواز کچھ پست اور ذال کی آواز قدرے بلند معلوم ہو گی۔ ۱۵ جیسا کہ ظاہر ہے کہ جن حرفوں میں ہمس پائی جاتی ہے ان میں جہر نہیں پائی

(۳) شِدَّت ۱۶ ، جن حُروف میں یہ صِفَت پائی جاوے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جاوے ۱۷ اور آواز میں ایک قسم کی سختی ۱۸ ہو اور ایسے حروف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے اَجِدُکَ قَطَبْتَ (۴) ☆ رِخْوَت ۱۹ اور جن حرفوں میں یہ صِفَت پائی جاوے ان کو رِخوہ کہتے ہیں اور مطلب اس صِفَت کا یہ ہے کہ ان حُروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضّعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو اور شدیدہ اور متوسِطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسِطہ کا بیان ابھی آتا ہے اور ہمس اور جہر کی طرح شدت اور خوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت ۲۰ اور ہے۔

جاتی اور ایسے ہی برعکس پھر ان کے مطلب میں غور کرنے سے ان کا مقابل ہونا اچھی طرح سمجھ میں آ جائیگا کیونکہ ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے پھر یہ کہ حروف مہموسہ کی آواز میں تو کچھ پستی ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں حروف مجہورہ کی آواز میں قدرے یعنی کچھ بلندی ہوتی ہے ۱۶ دوسرے جوڑے کی تین مقابل صفتوں میں سے پہلی صفت شدت ہے شدت کے لغوی معنی قوت اور سختی کے ہیں ۱۷ پس ہمس اور جہر کا تعلق سانس کے ساتھ ہے اسی لئے ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے سانس بند ہو جاتا ہے اور شدت اور رخوت کا تعلق آواز کے ساتھ ہے اسی لئے شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اور رخوت کی وجہ سے آواز جاری رہتی ہے ۱۸ یعنی حروف شدیدہ کا اپنے مخرج سے اس قدر مستحکم اور مضبوط تعلق ہے کہ جس کی وجہ سے حروف شدیدہ کی آواز اپنے مخارج میں محبوس اور بند ہو جاتی ہے اور ایسے حروف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے اَجِدُکَ قَطَبْتُ اس کے معنی یہ ہیں پاتا ہوں میں تجھ کو کہ تو ترش رو ہے یا میں تجھے پاتا ہوں کہ تو نے شراب کو پانی کے ساتھ ملا دیا ۱۹ دوسرے جوڑے کی دوسری صفت رخوت ہے رخوت کے معنی نرم ہونا یعنی حروف رخوہ کو ادا کرتے وقت مخرج کے ساتھ تعلق قدرے لطیف اور نرم ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز پورے مخرج میں خوب جاری ہوتی ہے اور ایسے حروف سولہ ہیں ۲۰ یعنی توسّط مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی کامل صفت نہیں بلکہ اس میں انہی دو صفتوں کا کچھ کچھ حصہ پایا جاتا

توسط ۱۲ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس مین نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ہو (حقیقۃ التجوید) اور ایسے حرف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرْ اور اس توسّط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔☆ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہموسہ میں سے بھی شمار کیا ہے حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے۔اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے اس کا ۲۲ جواب یہ ہے کہ ان دونوں حروف میں ہمس ضعیف

ہے سو وہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی اس لئے نہ اس کو شدت کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی رخوت اور اسی لئے اس کو گنتی میں شمار بھی نہیں کیا گیا اور صفات متضادہ گیارہ نہیں بتائی گئیں بلکہ دس بتائی گئی ہیں ۱۲ دوسرے جوڑے کی تیسری صفت جو بین بین ہے جس کے حروف کا نام متوسطہ اور بینیہ ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں درمیانہ ہونا یعنی نہ حروف شدیدہ کی طرح سختی ہو اور نہ حروف رخوہ کی طرح نرمی ہو بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو گویا شدت ناقصہ اور رخوت ناقصہ پائی جائے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے لِنْ عُمَرْ اس کے معنٰی یہ ہیں نرم ہو جایئے اے عمر۔ سانس اور آواز کے جاری ہونے اور بند ہونے کے اعتبار سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں (۱) مہموسہ شدیدہ دو حروف ہیں ک ت (۲) مہموسہ رخوہ آٹھ ہیں ف' ح' ث' ہ' ش' خ' ص' س (۳) مجہورہ شدیدہ چھ حروف ہیں ا' ج' ذ' ق' ط' ب' (۴) مجہورہ رخوہ آٹھ حروف ہیں ذ' ز' ض' ظ' غ' و' ا' ی' (۵) مجہورہ متوسط پانچ حروف ہیں ل' ن' ع' م' ر۔ زمانہ ادا کے اعتبار سے حروف کی چار قسمیں ہیں (۱) حروف آنی' جو آن کی آن میں اور فوراً ادا ہو جاتے ہیں یہ آٹھ حروف شدیدہ ہیں یعنی ا' ج' ذ' ک' ق' ط' ب' ت' (۲) حروف زمانی جن کے ادا کرنے میں کچھ وقت صرف ہوتا ہے یہ تین حروف مدّہ ہیں نیز حرف غنہ پُر الف اور الف ممال بھی شامل ہیں (۳) قریب بہ زمانی جس کے ادا کرنے میں ایک الف سے کچھ کم وقت لگتا ہے اور یہ ایک حرف ض ہے (۴) قریب بہ آنی' جن کے ادا کرنے میں حروف شدیدہ سے قدرے زیادہ دیر لگتی ہے یہ بقیہ سترہ حروف ہیں یعنی ث' ح' خ' ذ' ر' ز' س' ش' ص' ظ' ع' غ' ف' ل' م' ن' ہ اور واؤ یا لین بھی انہی میں شامل ہیں ۲۲ (۱) ہمس اور شدت کاف اور تا میں جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ دونوں صفتیں مقابل نہیں

ہے اور شدت قوی ہے سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سانس بھی جاری ہوتا ہے مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی ۲۳؎ جاوے گی تو کاف و تا شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جاویں گے اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جاویگا۔

(۵) اِستِعلاء ۲۴؎ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مُستعلِیَہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حُروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کے وجہ سے یہ حروف موٹے ۲۵؎ ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں جن کا

ہیں (۲) کاف اور تا میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے (۳) آن اول میں شدت اور آن ثانی میں ہمس ادا کرنا اس وضاحت کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور شبہ تب ہوتا ہے کہ آن واحد میں ہمس اور شدت کا ادا کرنا تسلیم کیا جائے ۲۳؎ وہ ہوا جو انسان کے اندر سے بتقاضائے طبیعت یعنی خود بخود خارج ہوتی ہے اگر وہ اتنی لطیف ہو کہ سنائی نہ دے تو اس کو سانس کہتے ہیں اور اگر وہ متموّج ہونے کی وجہ سے مسموع ہو تو اس کو آواز کہتے ہیں پس مطلب مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کاف اور تا میں شدت کی وجہ سے آواز کے بند ہو جانے کے بعد صرف نہایت ہی لطیف قسم کی ہوا جاری ہونی چاہیئے اور وہ بھی کم مقدار میں اور ہوا کے ساتھ آواز پیدا نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ اگر آواز جاری ہو جائیگی تو یہ حروف شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے اس لئے کہ آواز کا جاری ہونا حروف رخوہ ہی کا خاصہ ہے واللہ اعلم ۲۴؎ تیسرے جوڑے کی پہلی صفت استعلاء ہے۔ استعلاء کے لغوی معنیٰ بلند ہونا بلندی چاہنا (تعریف) حروف مستعلیہ کے ادا کرتے وقت ہمیشہ زبان کی جڑ کا اکثر حصہ آواز سمیت اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتا ہے جس کی وجہ سے آواز میں رکاوٹ اور بلندی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ حروف وزنی اور پُر ادا ہوتے ہیں نیز ان کی یہ تفخیم دائمی ہے اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ اس کے معنی یہ ہیں زندگی گزار تو موسم گرما میں بانس کے تنگ مکان میں ۲۵؎ حروف مستعلیہ کے درجات (۱) سب سے زیادہ تَفْخِیْم طا میں (۲) صاد (۳) ضاد (۴) ظا (۵) قاف (۶) غین (۷) خا کا درجہ ہے' آواز کے ظہور کے اعتبار سے استعلاء کے پانچ درجات ہیں

مجموعہ یہ ہے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ۔

(۶) اِسْتِفَال ۲۶؎ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مُسْتَفِلَہ کہتے ہیں اور مطلب اس صِفَت کا یہ ہے کہ ان حُروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اِسْتِعلاء اور اِسْتِفَال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۷) اِطْبَاق ۲۷؎ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مُطْبِقَہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں ص' ض' ط' ظ۔

---

(۱) حرفِ مُفَخَّمْ مفتوح جس کے بعد الف ہو مثل طَالَ (۲) حرفِ مُفَخَّمْ مفتوح جس کے بعد الف نہ ہو مثل اِنْطَلِقُوْا (۳) حرفِ مُفَخَّمْ مضموم ہو مثل مُحِيْطٌ (۴) حرف مفخم مکسور ہو مثل ظِلّ قِرْطَاس (۵) حرف مُفخم ساکن ہو پھر ساکن کے بھی تین درجات ہیں (۱) ساکن مفخم جس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے يَقْطَعُوْنَ (۲) ساکن مفخم جس کا ماقبل مضموم ہو مثل يُرْزَقُوْنَ (۳) ساکن مفخم جس کا ماقبل مکسور ہو مثل مِصْرَ ۲۶؎ تیسرے جوڑے کی دوسری صفت استفال ہے استفال کے لُغوی معنیٰ نیچا ہونا' نیچائی چاہنا (تعریف) حروف مستفلہ کے ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف بائیس ہیں ۲۷؎ چوتھے جوڑے کی پہلی صفت اطباق ہے اطباق کے لغویٰ معنیٰ ہیں لپٹنا' ملنا' چمٹنا (تعریف) حروف مطبقہ کے ادا کرتے وقت زبان کے بیچ کا اکثر حصہ آواز سمیت اوپر کے تالو سے مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ حروف اعلیٰ درجہ کے پُر ہوتے ہیں اور ایسے حروف چار ہیں صاد ضاد طا ظا نیز یاد رہے کہ ج' ش' ی میں زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے مخرج کی وجہ سے ملتا ہے نہ کہ صفت کی وجہ سے۔ اس لئے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ نیز ان میں صفت استعلاء نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اطباق بھی نہیں پائی جاتی (نوٹ) اطباق اور انفتاح کا تعلق زبان کے بیچ سے ہے یعنی منہ بھر کر یا کھل کر آواز کا نکلنا۔

(۸) اِنفتاح ۲۸ے اور جن حُروف میں یہ صفت ہو ان کو مُنفَتِحَہ کہتے ہیں۔...... اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جاوے جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ (۹) اِذلاَق ۲۹ے اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مذلقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ فَرَّمِنْ لُبِّ یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب مخرج نمبر (۱۶) میں گزرا ہے اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں (دُرّۃ الفرید للشیخ الدہلویؒ)

۲۸ے چوتھے جوڑے کی دوسری صفت انفتاح ہے اس کے معنیٰ ہیں کھلنا' جدا ہونا' کشادہ ہونا' تعریف حروف منفتحہ کے ادا کرتے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں البتہ غین خا قاف میں صفت استعلا کی وجہ سے ایک درجہ کی تَفْخِیم آجاتی ہے پس جو حروف مستعلیہ اور مطبقہ ہیں وہ تو خوب پُر ہونگے اور جو نہ مستعلیہ ہیں اور نہ مطبقہ وہ بالکل باریک پڑھے جائیں گے اور جو مستعلیہ تو ہیں مگر مطبقہ نہیں وہ پُر تو ہونگے لیکن مستعلیہ مطبقہ سے کم پس زبان کی جڑ اور اسکے بیچ کا تالو کی طرف اٹھنے اور نہ اٹھنے کے اور ملنے اور نہ ملنے کے اعتبار سے حروف کی عقلاً چار اور حقیقۃً تین قسمیں ہیں (۱) مستعلیہ مطبقہ صاد ضاد طا ظا (۲) مستعلیہ منفتحہ غین خا قاف' (۳) مستفلہ منفتحہ بقیہ بائیس حروف اور چوتھی قسم مستفلہ مطبقہ نہیں پائی جاتی ۲۹ے پانچویں جوڑے کا تعلق حروف کا آسانی اور جماؤ سے ادا ہونے سے ہے یعنی آواز پھیلنے والی اور جمنے والی ہونا پس پانچویں جوڑے کی پہلی صفت اذلاق ہے اس کے معنی ہیں سہولت سے ادا ہونا' پھسلنا' سہل الادا ہونا' چھری تیز کرنا اور قاریوں کی اصطلاح میں اس کی حقیقت یہ ہے کہ حروف مذلقہ سریع النطق ہیں اور اپنے مخرج (نوک زبان' نوک لب) سے مضبوطی اور جماؤ کے بغیر سرعت و جلدی

(۱۰) اِصمات۳۰ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو مصمتہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ان دس صفات کو صفات متضادہ۳۱ کہتے ہیں کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آوے گی اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

اور آسانی سے ادا ہوتے ہیں جس طرح آدمی چکنی چیز سے جلدی سے پھسل جاتا ہے اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَرَّ مِنْ لُبِّ اس کے معنی یہ ہیں بھاگا وہ عقلمند آدمی سے ۳۰ پانچویں جوڑے کی دوسری صفت اصمات ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں روکنا، مضبوطی سے ادا ہونا، خاموش کرنا مشکل الاداہونا (تعریف) حروف مصمتہ اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ اور ٹھوس طریقہ پر ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔

۳۱ ہم اس لمعہ کے شروع میں حاشیہ نمبر ۱۴ کے ضمن میں صفات لازمہ کی لفظی بحث بالتفصیل بیان کر چکے ہیں بس اسی بحث کو حضرت مؤلف رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت مختصر انداز میں بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مندرجہ بالا دس صفات کو صفات لازمہ متضادہ کہتے ہیں کیونکہ ان میں سے پانچ پانچ کی ضد ہیں اور یہ تضاد اور تقابل جانبین سے ہے بخلاف غیر متضادہ کے کہ وہ بعض حروف میں ہوتی ہیں اور بعض میں نہیں ہوتیں کیونکہ ان سے ہر صفت الگ ایک ہے جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری صفت نہیں اور ہر صفت کے جدا جدا حروف مخصوص ہیں جن پر وہ صفت صادق آتی ہے یہ نہیں کہ جن حرفوں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کے علاوہ باقی حرفوں میں ان صفات کی ضدیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ صفات متضادہ میں یہی بات ہوتی ہے بلکہ یہ صفات تو ایسی ہیں جن کی کوئی ضد مقرر ہی نہیں اسلیئے وہ تمام حروف کو شامل نہیں ہوتیں بلکہ بعض خاص خاص حرفوں میں پائی جاتی ہیں۔

(۱۱) صفیر۳۲؎ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو صفیر یہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز۳۳؎ تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں ص، ز، س (۱۲) ۳۴؎ قلقلہ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون۳۵؎ میں ان کے ادا کے وقت

۳۲؎ صفات لازمہ غیر متضادہ میں سے پہلی صفت صفیر ہے اس کے لغوی معنی ہیں۔ باریک آواز، تیز آواز، چڑیا جیسی آواز، سیٹی جیسی آواز ــــ

۳۳؎ یہ حروف زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلی کے کناروں کے اِتصال سے ادا ہوتے ہیں پس وہاں انکی آواز محبوس اور تنگ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے سیٹی جیسی ایک تیز اور باریک آواز صادر ہوتی ہے اور اس کا احساس وادراک سکون کی حالت میں زیادہ ہوتا ہے اور صاد زا سین میں صفت صفیر ایسی مشہور صفت ہے کہ اگر یہ صفت ادا نہ ہو تو یہ حروف ایسے ناقص ادا ہوتے ہیں کہ علم تجوید سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس نقصان کو محسوس کر لیتا ہے پھر صفیر کے تین مراتب ہیں (۱) سین میں صفت ہمس اور رخوت کی وجہ سے صفت صفیر کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ (۲) زا میں صفت جہر اور رخوت کی وجہ سے صفیر کا احساس سین سے کم ہوتا ہے (۳) صاد میں استعلا اور اطباق کی وجہ سے صفیر کا احساس زا سے ہوتا ہے۔ اور قراء لکھتے ہیں کہ ان تینوں میں سے سین کی آواز ٹڈی کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور زا کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کے اور صاد کی آواز مرغابی کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے ۳۴؎ صفات لازمہ غیر متضادہ کی دوسری صفت قلقلہ ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں، حرکت دینا، جُنبش دینا، ہلانا، خشک چیزوں کے کھٹکھٹانے سے جو آواز بنتی ہے اسے قلقلہ کہتے ہیں ۳۵؎ حالت سکون کی قید اس لئے لگائی کہ حالت سکون میں حرکت کے مقابلے میں قلقلہ کا احساس اور ادراک زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرح وقف میں قلقلہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے اور حرکت کی حالت میں قلقلہ ہوتا ضرور ہے مگر تقریباً نہ ہونے کے مرتبہ میں ہوتا ہے اس لئے سکون کی قید لگا دیتے ہیں چنانچہ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ المقدمتہ الجزریہ میں فرماتے ہیں وَبَیِّنَنْ مُقَلْقَلاً اِنْ سَکَنَا ۔ وَاِنْ یَّکُنْ فِی الْوَقْفِ کَانَ اَبْیَنَا ۔ (ترجمہ) اور تو حروف قلقلہ کو خوب ظاہر کر اگر وہ ساکن ہوں اور اگر وہ حروف قلقلہ وقف میں ہوں تو بہت زیادہ ظاہر

مخرج کو حرکت ہوجاتی ہے ۳۶ے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ہے۔

(۱۳) لِین ۳۷ے اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف لین کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے ۳۸ے اور ایسے حروف دو ہیں واو ساکن اور یائے ساکن جب کہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے خَوْف صَیْف.

(۱۴) اِنحراف ۳۹ے اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو منحرفہ کہتے ہیں اور وہ دو حروف ہیں لام اور را اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور راء

ہونے والے ہونگے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے کہ قُطْبُ جَدٍّ (یعنی بزرگی کا مدار) نیز یاد رہے کہ قاف میں اکمل اور باقی چار حروف میں کامل درجہ کا قلقلہ پایا جاتا ہے قلقلہ کے پانچ درجات ہیں۔(۱) مشددہ موقوفہ جیسے اَلْحَقُّ اِسْتَحَقَّ (۲) ساکنہ موقوفہ جیسے اِنْ یَسْرِقْ خَلَقْ (۳) مشددہ موصولہ جیسے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ (۴) ساکنہ موصولہ جیسے خَلَقْنَا (۵) متحرک جیسے خَلَقَکُمْ ۳۶ے پس مخرج کو حرکت ہونے سے مراد یہ ہے کہ حروف قلقلہ کی ادائیگی کے لئے دو عضو جب آپس میں شدت اور قوت اور بلندی کے ساتھ ملتے ہیں تو ملنے کے بعد سختی اور جھٹکے کے ساتھ جدا بھی ہوتے ہیں بس اس ملنے کے بعد سختی اور قوت اور بلندی کے ساتھ جدا ہونے کو ہی قلقلہ کہتے ہیں اور اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حرکت سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳۷ے صفات لازمہ غیر متضادہ کی تیسری صفت لین ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں نرم ہونا، چکنا ہونا ۳۸ے ظاہر ہے کہ ان حرفوں پر حالت سکون میں مد تب ہی کیا جا سکتا ہے کہ ان کو نہایت نرم ادا کیا جائے ورنہ مد کی کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی اور چونکہ ان حرفوں سے پہلے کی حرکت ان کے موافق نہیں اس لئے ان میں الف کی مشابہت ناقص ہوگئی اور اس لئے ان میں سبب مد نہ ہونے کے وقت مدیت و درازی الف کے برابر نہیں ہوتی لیکن چونکہ سکون کے سبب قدرے مشابہت موجود ہے اس لئے جس طرح الف میں نرمی ہے اسی طرح لین کے حرف میں بھی نرمی ہے ۳۹ے صفات لازمہ غیر متضادہ کی چوتھی صفت انحراف ہے اس کے لغوی معنی ہیں لوٹنا، پھرنا، پلٹنا، مائل ہونا۔ ۴۰ے یعنی لام میں ادنیٰ حافہ سے کنارہ

میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان ۴۰ پایا جاوے (دُرّۃُ الفرید)

(۱۵) تکریر ۴۱ اور یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے ۴۲ وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لئے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جاوے بلکہ اس سے بچنا چاہیئے اگر چہ اس پر تشدید بھی ہو کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے کئی حرف تو نہیں ہیں (درۃ الفرید ملخصاً)

(۱۶) تفشی ۴۳ اور یہ صفت صرف شین کی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز ۴۴ منہ کے اندر پھیل جاتی ہے (درّۃ الفرید)

(۱۷) استطالت ۴۵ اور یہ صفت صرف ضاد کی ہے مطلب اس کا یہ کہ اس کے ادا میں شروع مخرج

اور نوک زبان کی طرف آواز کا میلان پایا جاتا ہے اور را میں آواز کا میلان لام کے مخرج کی طرف پایا جاتا ہے۔ ۴۱ صفات لازمہ غیر متضادہ کی پانچویں صفت تکریر ہے اس کے لغوی معنی ہیں دُھرا کرنا۔ ایک مرتبہ سے زیادہ کرنا' بار بار کرنا اس تکرار کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقی تکرار' اس کا سبب کامل صفت رخوہ کا جاری کرنا ہوسکتا ہے (۲) عدم تکرار۔ اس کا سبب کامل صفت شدت کا جاری کرنا ہوسکتا ہے۔ (۳) مشابہت تکرار۔ اس کا سبب صفت توسط کا جاری کرنا ہوسکتا ہے۔ اور یہی صحیح تر ہے ۴۲ یعنی اس کے ادا کے وقت قدرے مضبوطی اور قدرے نرمی کے ساتھ نوک زبان مع پشت زبان پر رعشہ طاری کیا جاوے۔ ۴۳ صفات لازمہ غیر متضادہ کی چھٹی صفت تفشی ہے اس صفت کے لغوی معنی ہیں پھیلنا منتشر ہونا۔ ۴۴ یعنی زبان کی جڑ سے زبان کی نوک تک اور حافہ یمنی سے حافہ یسری تک آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔

(اِحتیاط) شین کی ادائیگی میں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے (۱) آواز منہ میں رکنے نہ پائے ورنہ شین کی آواز موٹی ہو جائے گی (۲) از خود آواز کو باہر نہ نکالیں ورنہ شین کی ادائیگی غلط ہو جائے گی۔ ۴۵ صفات لازمہ غیر متضادہ کی ساتویں اور کل صفات لازمہ کی سترہویں اور آخری صفت استطالت ہے اس کے لغوی معنی ہیں لمبا ہونا' لمبائی چاہنا

سے آخر تک ۴۶ یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ۴۷ ہو جاتی ہے (جُهدُ المُقِل) (فائدہ نمبرا) ۴۸ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفت جو اخیر کی ہیں جن حرفوں میں یہ صفات نہ ہوں ان میں ان کی ضد ضرور ہو گی مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہو گی تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ۴۹ ہو گئیں۔ پھر صفات متضادہ وغیر متضادہ میں کیا فرق رہا

---

۴۶ یعنی اقصیٰ حافہ سے ادنیٰ حافہ تک آواز جاری رہتی ہے ۴۷۔ لیکن ضاد کی ادا میں ایک الف کی مقدار سے کم دیر لگے کیونکہ ضاد قریب بہ زمانی ہے تَتِمَّۃ قوی اور ضعیف صفات میں۔ مندرجہ بالا سترہ صفات میں سے گیارہ صفات جہر، شدت، استعلاء، اطباق اصمات، صفیر، قلقلہ، انحراف، تکریر، تفشی، استطالت قوی ہیں۔ اور چھ صفات ہمس، رخوت استفال انفتاح، اذلاق، لین ضعیف ہیں اور توسط درمیانی صفت ہے پھر قوی صفات میں سے پہلا درجہ قلقلہ کا ہے اس کے بعد شدت کا پھر جہر کا پھر باقی صفات کا درجہ ہے اور استعلاء مع الاطباق کا درجہ استعلاء بلا اطباق سے زائد اور قوی ہے پھر انتیس حرفوں میں سے ہر حرف میں جتنی قوت کی ہونگی اتنا ہی حرف قوی ہو گا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں اتنا ہی حرف ضعیف ہو گا پس اگر تمام صفات قوی ہوں یا ایک صفت ضعیف ہو اور باقی تمام صفات قوی ہوں تو حرف کا درجہ اَقویٰ ہو گا۔ جیسے طا اور ظا۔ اور اگر زیادہ صفات قوی ہوں اور کم صفات ضعیف ہوں تو حرف کا درجہ قوی ہو گا۔ جیسے ج اور غ۔ اور اگر قوی اور ضعیف دونوں قسم کی صفات برابر ہوں تو حرف کا درجہ متوسط ہو گا جیسے را اور زا۔ اور اگر زیادہ صفات ضعیف ہوں اور کم صفات قوی ہوں تو حرف کا درجہ ضعیف ہو گا۔ جیسے س اور ک۔ اور اگر تمام صفات ضعیف ہوں یا ایک صفت قوی اور باقی تمام صفات ضعیف ہوں تو حرف کا درجہ اَضعف ہو گا۔ جیسے ف اور ہ اور یاد رہے کہ حروف کی اس تقسیم میں کسی خاص کتاب یا رسالہ کی مذکورہ صفات کا لحاظ نہیں بلکہ قوت وضعف کے مَراتب کی تعیین میں جملہ صفات کی رعایت ہے۔ (فائدہ نمبرا)

۴۸ اس فائدے میں مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے صفات لازمہ غیر متضادہ کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب دیا ہے۔

۴۹ مطلب مصنف رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ جس طرح صفات متضادہ کا ہر جوڑا سب حرفوں کو شامل

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توضیح ۵۰ ہے مگر صفات متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ ا۵ نام بھی تھا
اوران دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی صادق آتا ہے ۵۲ اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں اس
لئے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا دونوں صفات میں ۵۳ یہ فرق ہوا۔
(فائدہ نمبر ۲) ۵۴ محض مخارج وصفات حروف کے دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے اس
میں ماہر مشاق اُستاد کی ضرورت ہے البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی
سے کام چلانا غنیمت ہے۔
(فائدہ نمبر ۳) ۵۵ اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا

ہو جاتا ہے یعنی جس طرح ہر حرف میں اس کی دو صفتوں میں سے ایک نہ ایک صفت ضرور پائی جاتی ہے اسی طرح
استطالت اور عدم استطالت یہ دونوں ملکر بھی ایک جوڑا بن جاتا ہے اور صفات متضادہ کی طرح یہ بھی تمام حرفوں کو شامل
ہو جاتی ہیں کہ اگر ایک حرف میں استطالت ہے تو باقی اٹھائیس حرفوں میں عدم استطالت تو اب متضادہ اور غیر متضادہ
میں کوئی فرق نہ رہا تو اصطلاح کیوں بدل گئی کہ ہمس و جہر وغیرہ کو تو متضادہ کہا گیا ہے اور استطالت صفیر وغیرہ کو غیر
متضادہ ۵۰ یعنی یہ بات کہ استطالت وعدم استطالت اور قلقلہ وعدم قلقلہ وغیرہ مل کر ایک جوڑا بن جاتا ہے اور سب
کو شامل بھی ہو جاتا ہے۔ ا۵ جیسا کہ ہمس کی ضد کا نام جہر اور اذلاق کی ضد کا نام اصمات وغیرہ ہے ۵۲ مثلاً فلاں
فلاں حرف مہموسہ اور فلاں فلاں حرف مجہورہ یا فلاں فلاں مستعلیہ اور فلاں فلاں مستفلہ ہیں ۵۳ یعنی یہ کہ صفات
متضادہ میں تو دونوں ضدوں کا نام واقعۃً ہوتا ہے لیکن غیر متضادہ میں کسی مقابل صفت کا نام نہیں ہوتا چنانچہ ہمس کے
مقابلے میں جہر کا نام تو ہے لیکن استطالت کے مقابلے میں کسی صفت کا نام نہیں جس کو ہم استطالت کی ضد کہہ سکیں فافہم
(فائدہ نمبر ۲) ۵۴ اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ تجوید صرف
کتابوں ہی کے پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ یہ فن اساتذہ کی زبان سے سننے اور پھر اس کے موافق ادا کرنے
کی مشق سے حاصل ہوتا ہے ہاں جب تک استاد میسر نہ آسکے اس وقت تک کتابوں ہی سے استفادہ کرتا رہے تاکہ اگر
عمل نہیں تو کم از کم علم سے محروم نہ رہے (فائدہ نمبر ۳) ۵۵ اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صفات

نہ ہوتو وہ حرف ہی نہ رہے یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے ایک یہ کہ ۵۶ دوسرا حرف ہو جائے ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آ جاوے ۵۷ ایک یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے کوئی حرف مخترع ۵۸ ہو جاوے اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکالنے ۵۹ کا کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے ۶۰ کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے کبھی بالکل ہی ۶۱ حرف مخترع بن جاتا ہے چونکہ ایسی ۶۲ غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے اس لئے اگر ایسی غلطی ہو جاوے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی مُعتبَر ۶۳ عالِم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی ۶۴ حکم ہے جس کی مثالیں دوسرے لمعہ میں مذکور ہیں ان کو بھی عالِم سے پوچھ لیا کریں۔

(فائدہ نمبر۴) ۶۵ حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں

ذاتیہ کی تعریف کی وضاحت اور مخارج کی اہمیت و نیز لحن جلی سے بچنے کہ تاکید فرمائی ہے ۵۶ مثلاً طا میں صفت استعلا اور اطباق ادا نہ ہونے سے تا ہو جائیگی۔ ۵۷ مثلاً اگر قاف اور غین اور خا میں صفت استعلا ادا نہ کی جائے تو یہ حرف باریک ہو کر نہایت ناقص ادا ہونگے۔ ۵۸ مخترع سے مراد غیر عربی حرف ہے جس کو عربی کی جیم اور با کا فارسی کی چ اور پ کے ساتھ مقابلہ کر کے سمجھا جا سکتا ہے۔ ۵۹ ظاہر ہے کہ جب صفات میں رعایت نہ رکھنے سے حرف کی ادا میں اتنی بھاری غلطی ہو جاتی ہے تو صحیح مخارج سے نہ نکالنے کی صورت تو اس کا امکان اور بھی زیادہ ہے ۶۰ مثلاً قاف کو اگر زبان کی جڑ کے شروع سے نکالنے کی بجائے ذرا نیچے سے نکالا جائے تو ظاہر ہے بجائے قاف کے کاف ادا ہوگا۔ ۶۱ مثلاً ضاد کی ادائیگی میں حافہ کو اگر بجائے پانچ ڈاڑھوں کے چار یا تین ڈاڑھوں سے لگایا تو ظاہر ہے کہ اس حرف میں مخرج کے اعتبار سے کمی ہو جائیگی۔ ۶۲ یعنی جو غلطی حرف کو صحیح مخرج سے نہ نکالنے یا اس کی صفات لازمہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ۶۳ یعنی کسی مفتی سے معلوم کر لے کہ نماز ہوئی یا نہیں ہوئی۔ ۶۴ یعنی ان غلطیوں سے بھی بعض دفعہ نماز ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہ بھی لحن جلی میں داخل ہیں جیسا کہ دوسرے لمعہ میں گزر چکا ہے۔

(فائدہ نمبر۴) ۶۵ اس فائدے کے ضمن میں تجوید کے اجزاء ثلثہ (مخارج وصفات لازمہ صفات عارضہ، نغمہ) کی باہمی ترتیب بیان فرمائی ہے۔

فنِ تجوید کا اصلی مقصود انہی غلطیوں ۶۶ے سے بچنا ہے اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں ۶۷ے سے مقدم کیا گیا ہے اب آگے جو صفات محسنہ کے متعلق قاعدے آویں گے وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ۶۸ے ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے۔ اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج وصفات لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں اس لئے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔ (فائدہ نمبر ۵) ۶۹ے جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے

۶۶ے اس لئے کہ بڑی غلطیاں ہیں کیونکہ ان سے لفظ اور معنی دونوں یا کم از کم لفظ تو ضرور ہی متاثر ہو جاتا ہے جن کی صورتیں اور مثالیں دوسرے لمعہ میں بیان ہو چکی ہیں ۶۷ے مخارج اور صفات لازمہ کو دوسرے قاعدوں سے جو مقدم کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہی دو چیزوں کی تصحیح کی بدولت لحن جلی سے بچا جا سکتا ہے اور لحن سے بچنا تجوید کا مقصد اعظم ہے ۶۸ے کیونکہ ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے لحن جلی لازم نہیں آتی صرف لحن خفی لازم آتی ہے اور صفات عارضہ سے نغمہ خوشنما اس لئے ہو جاتا ہے کہ ان میں بعض صفات مثلاً غنہ اور مد ایسی صفات ہیں کہ جن کی وجہ سے آواز میں ترنم پیدا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے بخلاف صفات لازمہ کے کہ وہ چونکہ حروف کی ذات کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہیں اس لئے ان میں گنجائش نہیں ہوتی اور مخارج کا نغمہ میں دخل نہ ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن اس گنجائش سے غلط فائدہ اٹھا کر ترنم میں ایسا مبالغہ کرنا کہ جس سے غنوں کی مقدار میں توازن نہ رہے یا حروف مدہ کی آواز میں جھٹکے لگنے سے ہمزات پیدا ہو جائیں یہ سب باتیں معیوب اور غلط ہیں۔

(فائدہ نمبر ۵) ۶۹ے اس فائدے کے ضمن میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تجوید اور تصحیح قرآن کے متعلق افراط وتفریط دونوں ہی سے کنارہ کش اور باز رہنے اور میانہ روی قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

نماز ہی ۰ے نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا ۱ے حکم نہیں کیا اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قراءت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ۲ے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ ۳ے میں دیکھ لو۔

۰ے مُصَنِّفْ رحمۃ اللہ علیہ صرف قاری اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال بخشا تھا اس لئے طلباء تجوید کو خود پسندی جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی ہدایت فرمارہے ہیں کہ نماز میں فساد اور عدم فساد کا مسئلہ معلوم کرنے کیلئے علماء سے رجوع کرنا چاہئے کیونکہ محقق علماء جب کوئی فتویٰ صادر کرتے ہیں تو عموم بلویٰ یعنی عام مسلمانوں کی کمزوری کا لحاظ رکھ کر صادر کرتے ہیں ۱ے کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے ہاں اگر قرأت میں فاش غلطیاں کرتا ہے اور مقتدی ماہر تجوید اور ایک مشاق قاری ہے تو ایسے مقتدی کی نماز پر صحت کا حکم لگانا واقعی مشکل ہے کیونکہ رکوع و سجود اور قیام وغیرہ کی طرح قرأت بھی نماز کا ایک رکن ہے ایسی صورت میں مطلع کرکے کسی مفتی اور بڑے عالم سے دریافت کرنا ضروری ہے ۲ے کیونکہ اگر فقہ اور حدیث پر نظر نہیں ہے اور محض قاری ہی ہے تو ذرا ذرا سی غلطی پر فساد نماز کا حکم لگائے گا اور اگر فقہ اور حدیث پر نظر تو ہے لیکن قرأت نہیں جانتا تو بڑی بڑی غلطیوں کو بھی غلطی نہیں سمجھے گا اور قرآن مجید کے کھلا غلط پڑھے جانے پر بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگائے گا اس لئے منصف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا (اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں) اور یہ بہت عمدہ فیصلہ ہے ۳ے یعنی وہاں بھاری اور ہلکی دونوں قسم کی غلطیوں کی الگ الگ تعریف اور حقیقت بیان کی گئی ہے اور ہر ایک کی مثالیں اور اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

نقشہ صفات لازمہ

نمبر شمار	حروف تہجی	مخرج نمبر	صفات لازمہ متضادہ					صفات لازمہ غیر متضادہ		درجہ
۱	ا	۱	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	مدیت	–	توسط
۲	ب	۱۶	جہر	شدت	استفال	انفتاح	ازلاق	قلقلہ	–	توسط
۳	ت	۱۲	ہمس	شدت	استفال	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۴	ث	۱۳	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات		–	اضعف
۵	ج	۷	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اسمات	قلقلہ	–	قوی
۶	ح	۳	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۷	خ	۴	ہمس	رخوت	استعلا	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۸	د	۱۲	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اسمات	قلقلہ	–	قوی
۹	ذ	۱۳	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۱۰	ر	۱۱	جہر	توسط	استفال	انفتاح	ازلاق	انحراف	تکریر	قوی
۱۱	ز	۱۴	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	صفیر	–	توسط
۱۲	س	۱۴	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	صفیر	–	ضعیف
۱۳	ش	۷	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	تفشی	–	ضعیف
۱۴	ص	۱۴	ہمس	رخوت	استعلا	اطباق	اسمات	صفیر	–	قوی
۱۵	ض	۸	جہر	رخوت	استعلا	اطباق	اسمات	استطالت	–	اقوی
۱۶	ط	۱۲	جہر	شدت	استعلا	اطباق	اسمات	قلقلہ	–	قوی
۱۷	ظ	۱۳	جہر	رخوت	استعلا	اطباق	اسمات		–	قوی
۱۸	ع	۳	جہر	توسط	استفال	انفتاح	اسمات		–	توسط
۱۹	غ	۴	جہر	رخوت	استعلا	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۲۰	ف	۱۵	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	ازلاق		–	اضعف
۲۱	ق	۵	جہر	شدت	استعلا	انفتاح	اسمت	قلقلہ	–	اقوی
۲۲	ک	۶	ہمس	شدت	استفال	انفتاح	اسمات		–	ضعیف
۲۳	ل	۹	جہر	توسط	استفال	انفتاح	ازلاق	انحراف	–	ضعیف
۲۴	م	۱۶	جہر	توسط	استفال	انفتاح	ازلاق	غنہ	–	ضعیف
۲۵	ن	۱۰	جہر	توسط	استفال	انفتاح	ازلاق	غنہ	–	ضعیف
۲۶	و مدہ یالین	۱۶	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	لین	مدیت	ضعیف تا توسط
۲۷	ہ	۲	ہمس	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات		–	اضعف
۲۸	ء	۲	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اسمات		–	قوی
۲۹	ی مدہ یالین	۷	جہر	رخوت	استفال	انفتاح	اسمات	لین	مدیت	ضعیف تا توسط

﴿چھٹا لمعہ [1]﴾

جاننا چاہیئے کہ یہ صفات سب حرفوں [2] میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف [3] ہیں جن میں مُختلِف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے وہ حروف یہ ہیں ل، ر، م [4] ساکن و مُشَدَّد نون

﴿حواشی چھٹا لمعہ [1]﴾ چھٹے لمعہ کے معنیٰ ہیں چھٹی روشنی، مصنف رحمۃ اللہ نے چھٹے لمعہ کو چاند کی چھٹی رات سے تشبیہ دی ہے پس جس طرح چاند کی چھٹی رات کو روشنی پانچویں رات کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹے لمعہ میں صفات مُحسنہ مُزیِّنہ بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی اور زیادہ کردی ہے۔

(صفات عارضہ کی تعریف) اپنے مخصوص حرفوں میں اور مخصوص حالتوں میں پائی جانے والی صفات، نیز اگر یہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف تو وہی رہے مگر اسکا حسن و جمال نہ رہے صفات عارضہ کی تین قسمیں ہیں (۱) عارِض بالصِفَت، جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے پیدا ہو جیسے الف، لام اور را کی تَفْخِیْم عارضی ہے اور یہ صفت لازمہ استعلاء کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے (۲) عارِض بالحَرف جو کسی حرف کے ملنے کی وجہ سے پیدا ہو جیسے اِدغام، اِخفاء، اِقلاب وغیرہ (۳) عارض بالوَقف وہ صفت جو وقف کی وجہ سے پیدا ہو مثلاً وَقف بِالاِسکان، وقف بالاِبْدَال، وقف بالاِشْمَام، وقف بِالرَّوم وغیرہ۔

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ صفات لازمہ کی طرح تمام حرفوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ بعض حرفوں میں پائی جاتی ہیں اور بعض میں نہیں اور جن حرفوں میں پائی جاتی ہیں ان میں بھی کبھی پائی جاتی ہیں اور کبھی نہیں اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں (مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے) [3] لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فن تجوید میں صرف آٹھ حرفوں میں صفات عارضہ ہوتی ہیں چنانچہ فن کی کتابوں میں ادغام صَغِیر وَ کَبِیر کا ذکر بھی ہے جو صفت عارضہ ہی ہے اور بہت حرفوں میں پائی جاتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو کہ ابتدائی طلبہ کے لئے ہے اور مختصر ہے صرف آٹھ ہی حرفوں کی صفات عارضہ کا ذکر ہوگا جن کا مجموعہ اَوْ یَرْمَلَان ہے۔

[4] میم اور نون کے ساتھ ساکن اور مشدد کی قید لگانے سے میم نون متحرک و غیر مشدد نکل گئے جیسے نَحْنُ مُؤْمِنِیْنَ وغیرہ کیونکہ اس حالت میں ان میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں اور عارضہ کے یہی معنیٰ ہیں کہ ایک حالت میں ہوں اور دوسری حالت میں نہ ہوں۔

ساکن ومشدد اور نون ساکن میں تنوین بھی داخل [5] ہے کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے ب بٍ اگر دو زبر پڑھو! تو ایسا ہوگا جیسے بن پڑھو! (الف) جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے (و) ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو (ی) ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو [6] دیکھو لمعہ نمبر۴ مخرج نمبرا۔ ہمزہ [7] اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اَوّل میں بیان کی گئی ہے پھر دیکھ لو اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات [8] ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاد کے پڑھانے [9] ہی سے ادا ہوتی ہیں انکو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً الف' واؤ اور یاء اور ہمزہ کا

---

[5] نون ساکن وہ نون ہے جو مرسوم ہو اور اس پر حرکت نہ پڑھی جائے اور تنوین وہ نون ساکن ہے جو اسم کے آخر میں لاحق ہو اور مرسوم نہ ہو۔ نون ساکن اور تنوین میں یہ فرق ہیں (۱) نون ساکن وقف ووصل دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے اور نون تنوین صرف وصل میں پڑھا جاتا ہے وقف میں نہیں۔ اور وقف میں زیر اور پیش کی تنوین تو حذف ہو جاتی ہے مثلاً خَبِیْرٌ۔ بَصِیْرٌ اور زبر کی تنوین الف سے بدل جاتی ہے مثلاً قَدِیْرًا۔ (۲) نون ساکنہ مرسوم ہوتا ہے (سوائے وَلَیَکُوْنًا (یوسف) اور لَنَسْفَعًا (علق) کے اور نون تنوین مرسوم نہیں ہوتا (سوائے لفظ کَاَیِّنْ کے جہاں بھی ہو)

(۳) نون ساکن کلمہ کے درمیان اور آخر ہر جگہ آ سکتا ہے اور نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں آتا ہے (۴) نون ساکنہ کلمہ کی تینوں قسموں (اسم فعل حرف) میں ہوتا ہے اور نون تنوین ہمیشہ اسم کے آخر میں ہوتا ہے (۵) نون ساکن اصلی بھی ہوتا ہے اور نون تنوین ہمیشہ زائد ہی ہوتا ہے (۶) نون ساکن تاکید کے لئے بھی ہوتا ہے اور نون تنوین تاکید کیلئے نہیں ہوتا [6] مطلب یہ ہے کہ جب مَدَّہٗ یا لِیْن ہوں پس واؤ اور یاء کے متحرک ہونے کی صورت میں صفات عارضہ نہیں پائی جاتیں [7] چوتھے لمعہ کے حاشیہ نمبر۵ میں ہمزہ اور الف کے درمیان فرق پھر دیکھ لیں [8] یعنی صفات محسنہ محلیہ [9] مثلاً حروف مدہ کا کہیں ثابت رہنا کہیں حذف ہو جانا اور ہمزہ کو کہیں تسہیل سے پڑھنا اور کہیں حرف مد سے بدل دینا وغیرہ اور یہ تمام قواعدِ فن کی دوسری کتابوں میں باقاعدہ طور پر بیان کئے گئے اور چونکہ طلبہ کو عام طور پر قاعدے کے موافق ہی یاد ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا استاد کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں ورنہ حقیقت میں ان کے قواعد بیان کرنے

کہیں ثابت ؎ رہنا اور کہیں حذف ہو جانا صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں خود ارادہ ؎ کرنا پڑتا ہے جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا اور غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ ؎ مذکور ہوتے ہیں۔

ہی پڑتے ہیں اور چونکہ ان کے سمجھنے کے لئے ہمزہ کی اقسام اور اس کے احکام وغیرہ کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کا محل عربیت کی کتابیں ہیں اور مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ابتدائی طلبہ کے لئے تالیف فرمایا تھا اس لئے اس قسم کی صفات رسالہ ہذا میں بیان نہیں کیں ؎ ثابت رہنے کی مثالیں یہ ہیں فَلَمَّا اَلْقَوْا فِیْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا اور حذف کی مثالیں یہ ہیں تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ فِی الْاَرْضِ وَقَالُوا الْحَمْدُ پس غور کرو کہ پہلی تین مثالوں میں تو الف 'واو 'یا اور همزه پڑھے جاتے ہیں اور دوسری تین مثالوں میں نہیں پڑھے جاتے ان میں فرق کیوں ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے بس اسی فرق کا سمجھنا عربی جاننے پر موقوف ہے اور اسی لئے مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ان قاعدوں کو نظر انداز فرمادیا ہے ؎ مثلاً تفخیم' ترقیق' ادغام' اقلاب' اخفا غنہ' مد' تسہیل اور ادغام و اخفا کے ساتھ اظہار کا اور مد کے ساتھ قصر اور تسہیل کے ساتھ تحقیق کا ذکر بھی آ گیا ؎ اس طرح پر کہ الف واؤ یا ان تینوں حرفوں کے قاعدے تو ایک ہی لمعہ میں بیان کئے گئے ہیں اور باقی پانچ حرفوں یعنی لام' را' میم' نون اور ہمزہ میں سے ہر ایک کو الگ الگ لمعہ میں۔ و باللہ التوفیق.

﴿ساتواں لمعہ﴾

(لام[1] کے قاعدوں میں)

لفظ اَللّٰہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پُر[2] کرکے پڑھیں گے جیسے اَرَادَ اللّٰـہُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اور اس پُر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو

﴿حواشی ساتواں لمعہ﴾ [1] ساتویں لمعہ کے معنی ہیں ساتویں روشنی، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں لمعہ کو چاند کی ساتویں رات سے تشبیہ دی ہے پس جس طرح چاند کی ساتویں رات کو روشنی چھٹی رات کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں لمعہ میں لفظ اللہ کے لام اور باقی لامات کو بیان فرما کر علم تجوید کی روشنی مزید زیادہ کر دی ہے۔

نوٹ: ہر لمعہ کی مناسبت سے چاند کی راتوں سے نسبت اسی طرح آخر لمعہ تک بیان کرتے جائیں۔

[2] جس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو اندر سے اوپر کے تالو کی طرف بلند کر لیا جائے پس اس تفخیم میں ہونٹوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور یہ تفخیم اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم اعظم کی شان و عظمت اور بزرگی ظاہر ہو مثلاً مَاشَاءَ اللّٰہُ پھر چونکہ لَامِ اِسْمِ الْجَلَالَۃْ دوسرا ہے جو پُر ہے اس لئے اس کی نزدیکی کی بنا پر پہلا لام جو ال کا ہے وہ بھی پُر پڑھا جائیگا تا کہ ادغام کی محافظت ہو جائے جو واجب ہے اور دونوں لاموں میں فَکِ ادغام یعنی اظہار نہ ہو جائے چنانچہ خُلَاصَۃُ الْبَیَان میں ہے اَلْاُوْلٰی لِمُحَافَظَۃِ الْاِدْغَامِ وَ الثَّانِیَۃُ لِلتَّفْخِیْمِ پس بعض لوگوں کا یہ قول درست نہیں کہ چونکہ لام اسم الجلالہ دوسرا ہے نہ کہ پہلا بھی اور یہ پُری جلالت ہی کی وجہ سے ہے اس لئے پہلے لام کو اصل کے موافق باریک ہی پڑھیں گے نہ کہ پُر۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ لام، را اور الف یہ تینوں شبہ مستعلیہ کہلاتے ہیں اور ان کی اور حروف مستعلیہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کی تَفْخِیْم میں یہ فرق ہے کہ حروف مستعلیہ کی تفخیم دائمی اور مستقل ہوتی ہے یعنی یہ ہمیشہ اور ہر حال میں پُر پڑھے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی حرف بھی ایسا نہیں جو کسی حالت میں بھی مرقق یعنی باریک پڑھا جاتا ہو چاہے مفتوح ہوں یا مضموم، مکسور ہوں یا ساکن اس لئے کہ ان کے لئے استعلاء لازم ہے جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور شبہ مستعلیہ یعنی لام، را اور الف ان تین حرفوں کی تفخیم عارضی اور غیر مستقل ہے یعنی یہ ہر حال میں پُر نہیں پڑھے جاتے بلکہ بعض حالتوں میں پُر اور بعض حالتوں

اس لام کو باریک [۳] پڑھیں گے جیسے بِسۡمِ اللّٰہِ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق [۴] کہتے ہیں اور لفظ اَللّٰہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جاویں گے جیسے مَاوَلّٰهُمۡ [۵] اور كُلَّهٗ

(تنبیہ) اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللہ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی یہی لفظِ اَللّٰہ [۶] ہے۔

میں باریک پڑھے جاتے ہیں۔

[۳] جس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان اوپر کے تالو کی طرف بلند نہ ہوتا' کہ زیر اور لام میں مناسبت پیدا ہو کر عمدگی اور خوبصورتی میسر آجائے اس لئے کہ زیر پستی کو چاہتا ہے پھر عام ہے کہ زیر لازمی ہو یا عارضی نیز زائد ہو یا اصلی مثلاً بِسۡمِ اللّٰه، يُوَفِّقِ اللّٰهُ حَسِيۡبَانِ اللّٰهُ يَرۡفَعِ اللّٰهُ، قَوَّمَانِ اللّٰهُ صِرَاطِ اللّٰهِ، لِخَلۡقِ اللّٰهِ، لِلّٰهِ، بِاللّٰهِ [۴] تفخیم کے معنی پُر پڑھنے کے ہیں اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ حرف اس طرح ادا کیا جائے کہ اس کی آواز سے منہ بھر جائے اور آواز قوی ہو نیز تفخیم کی دو (۲) قسمیں ہیں (۱) مستقل (۲) غیر مستقل حروف مستعلیہ کے تفخیم دائمی اور مستقل ہے اور الف لام' را کی تفخیم عارضی اور غیر مستقل ہے اور ترقیق کے معنیٰ ہیں باریک پڑھنا یعنی حرف کو اس طرح ادا کرنا کہ اس کی آواز سے منہ نہ بھرے اور وہ حرف پُر حرف کے مقابلے میں نحیف اور کمزور ہو رہی صحیح ادائیگی سو وہ استاد مشاق سے سننے اور اس کے موافق ادا کرنے کی مشق ہی سے آسکتی ہے۔

(نوٹ) یہ ساری تفصیل اسی صورت میں ہے کہ لفظ اللہ کو ماقبل کے ساتھ ملا کر پڑھیں ورنہ اگر اس سے ابتداء کریں تو پھر لام ہر جگہ ہر حال میں مطلقاً پُر ہی ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہمزہ وصلی پر زبر پڑھا جاتا ہے جو تفخیم کا تقاضا کرتا ہے [۵] یہ وَلّٰی فعل ماضی اور هم ضمیر منصوب متصل سے مرکب ہے بعض لوگ اس کو بھی اَللّٰهُمَّ کی طرح پُر پڑھ دیتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے رسم الخط میں بھی بہت بڑا فرق ہے جس سے ان کا دو الگ الگ لفظ ہونا آسانی سمجھ میں آسکتا ہے [۶] پس لفظ اللہ اور اَللّٰهُمَّ کا ایک ہی حکم ہے جو کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور اَللّٰهُمَّ کی مثالیں یہ ہیں مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ، قَالُوا اللّٰهُمَّ، قُلِ اللّٰهُمَّ پس پہلی دو مثالوں میں تو لام پُر ہوگا اور تیسری میں باریک نیز اَللّٰهُمَّ اصل کی رو سے يَا اَللّٰهُ تھا پھر حرف ندا کو حذف کر کے اس کے عوض میں اخیر میں میم مشدد لے آئے اَللّٰهُمَّ ہو گیا اور حرف ندا محذوف اور میم مشددہ دونوں کو جمع کر کے يَا اَللّٰهُمَّ پڑھنا صحیح نہیں ہے (فائدہ نمبر ۱) چونکہ لام میں را کے برعکس ترقیق اصل ہے اس لئے اَللّٰہ کا لام منفصل اور عارضی کسرہ سے بھی باریک ہوتا ہے جیسے قُلِ اللّٰہ اور را عارضی اور منفصل کسرہ سے باریک نہیں ہوتی اس لئے کہ را کی ترقیق کیلئے قوی سبب درکار

ہے اور کسرہ عارضی اور کسرہ منفصلہ قوی نہیں ہیں اس لئے ان سے را میں اصل کے خلاف ترقیق نہ ہوگی اور چونکہ لام میں ترقیق اصل کے موافق ہے اس بنا پر اس کے لئے کسرہ عارضی اور کسرہ منفصلہ کافی ہوگیا (فائدہ نمبر۲) صاد طا ظا میں تفخیم دائمی اور مستقل ہے اور ان میں ترقیق ممنوع ہے اور لام میں تفخیم عارضی ہے جو محض تحسین اور تعظیم کے لئے ہے اس لئے صاد سین سے طا تا سے اور ظا ذال سے علیحدہ مستقل حروف شمار ہوتے ہیں لیکن لام مُغلّظہ لام مرقّقہ الگ حرف نہیں گنا جاتا اس لئے کہ اس تفخیم سے ذات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ صرف ایک صفت متغیر ہوجاتی ہے جس طرح اخفا اور ادغام والے نون کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا اسی طرح لام مغلظہ یعنی پُر لام اور لام مرققہ یعنی باریک لام کو تصور کریں۔ اور یاد رکھو کہ لفظِ اَللّٰہ اور اَللّٰھُمَّ کا لام عظمت شان کے سبب سب حرفوں سے زیادہ پُر ہے۔

﴿آٹھواں لمعہ﴾

(راء کے قاعدوں میں [1])

(قاعدہ نمبرا) اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو [2] اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے جیسے رَبَّکَ رُبَمَا اور اگر راء پر زیر [3] ہو تو اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے جیسے رِجَالٌ۔

(تنبیہ نمبرا) راء مُشَدَّدَہ بھی ایک راء [4] ہے پس خود اسکی حرکت کا اِعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں

﴿حواشی آٹھواں لمعہ﴾ [1] لام اور راان دونوں حرفوں کے قاعدے چونکہ ایک ہی طرح کے ہیں یعنی بعض حالتوں میں پُر اور بعض حالتوں میں باریک پڑھے جاتے ہیں اس لئے مصنف رحمتہ اللہ علیہ لام کے بعد راء کے قاعدے بیان فرمارہے ہیں مگر را کا بیان چونکہ کافی لمبا ہے اور اس کے قاعدے بھی زیادہ ہیں اس لئے ان قاعدوں کے پڑھتے وقت دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر را متحرک ہو تو اس کو خود اپنی حرکت کے لحاظ سے اور اگر را ساکن ہو (خواہ سکون اصلی ہو مثلاً یُرْزَقُوْنَ یا سکون عارضی ہو مثلاً اَنْذِرِ الَّذِیْنَ یا سکون وقفی مثلاً بِالنُّذُرْ وغیرہ) تو ماقبل کی حرکت کے لحاظ سے پُر یا باریک پڑھتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ را، زبر اور پیش کی وجہ سے پُر اور زیر کی وجہ سے باریک پڑھی جاتی ہے پس یہ دونوں باتیں ذہن میں رہنی چاہئیں تاکہ آئندہ بیان ہونے والے قاعدے آسانی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے چلے جائیں [2] مشدد ہو (مثلاً سِرًّا) یا غیر مشدد (مثلاً رَبُّکَ) منون ہو (مثلاً مُنْذِرٌ) یا غیر منون ہو یا کلمہ کے شروع میں ہو (مثلاً رَزَقَکُمْ) یا درمیان میں ہو (مثلاً عَرَفُوْا) یا کلمہ کے آخر میں ہو (مثلاً اَلْقَمَرُ) نیز کھڑا زبر ہو (مثلاً اُخْرٰی) یا پڑا زبر ہو (مثلاً اَجْرُهُمْ) یا سیدھا پیش ہو مثلاً رُزِقُوْا) یا الٹا پیش ہو بہر حال الٹے پیش کی مثال باوجود تلاش کے تادم تحریر نہیں ملی [3] راء مکسور بالاتفاق باریک ہوتی ہے خواہ کسرہ لازمہ ہو جیسے رِجَالٌ یا عارضہ ہو جیسے وَ اَنْذِرِ الَّذِیْنَ کسرہ کاملہ ہو جیسا کہ مثالیں گزریں یا ناقصہ ہو جیسے وَالْفَجْرِ پر جب وقف بالروم کیا جائے یا مَجْرٖهَا میں رائے ممالہ ہے وسط میں ہو جیسے تُحَرِّمْ یا طرف میں ہو جیسے وَالْقَمَرِ (بحالت وصل) منون ہو جیسے مقتدر یا غیر منون مثال گزر چکی ہے ماقبل ساکن ہو جیسے اَلدَّارِ یا ماقبل متحرک ہو مثلاً اَرِنَا عام اس سے کہ اس کے بعد حرف مستعلیہ واقع ہو مثلاً الرِّقَابَ یا اس کے بعد مستعلیہ ہو مثلاً رِزْقًا مشدد ہو یا مخفف جیسا کہ مثالیں گزری ہیں [4] مشدد حرف اگرچہ مرکب تو دو حرفوں سے ہی ہوتا ہے جن میں سے پہلا حرف

گے جیسے سِــــرٌّ اکی راکو پُر پڑھیں گےاور ذری کی راءکو باریک اوراس کو اگلے قاعدہ نمبر۲ میں داخل نہ کہیں گے جیسے بعضے ناواقف اس کو دوراء سمجھتے ہیں پہلی ساکن اور دوسری متحرک یہ غلطی ہے۔

(قاعدہ۲) اوراگر راء ساکن [۵] ہوتواس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے اگر زبر یا پیش ہوتواس راءکو پُر پڑھیں گے جیسے برق یُرْزَقُوْنَ اوراگر زیر ہےتواس راءکو باریک پڑھیں گے جیسے اَنْـذِرْهُـمْ لیکن ایسی [۶] راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں ایک شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی [۷] نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا دیکھوراء ساکن بھی ہے اوراس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے مگر چونکہ یہ زیر عارضی [۸] ہےاس لئے اس راءکو پر پڑھیں گے لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہوسکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہےاور عارضی کہاں ہے جہاں جہاں

ساکن ہوتا ہےاور دوسرا متحرک مگر پھر بھی یہ حکم میں ایک ہی حرف کے اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں عضو ایک بار کام کرتا ہےاور ساکن حصہ کے ادا ہونے کے بعد عضو مخرج سے جدا نہیں ہوتا بلکہ متحرک حصہ کے ادا ہونے کے بعد جدا ہوتا ہے اس لئے اس پر کسی مستقل حرف کا حکم بھی نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کو بعد والے حرف متحرک ہی کا تابع قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ حکم وصل اور وقف بالروم کا ہے اور وقف بالا سکان یا وقف بالا شمام میں چونکہ دوسری را بھی ساکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس صورت میں دونوں را ایک حرف کے حکم میں ہوکر ماقبل حرف کی حرکت کے تابع سمجھی جاتی ہیں پس اَلضُّرُّ میں ضاد کے ضمہ کی وجہ سے دونوں مفخم اور اَلْبِرّ میں با کے کسرہ کی وجہ سے دونوں مرقق پڑھی جائیں گی۔ [۵] عام ہے کہ یہ سکون اصلی اور لازمی ہو جیسے برق خردل القرآن وغیرہ یا عارضی ہو یعنی وقف کے سبب سے ہو جیسے واخرo فِی الزبر o وغیرہ یا وصلی ولازمی اور وقفی دونوں طرح کا ہو جیسے فَارْغَبْ یا مشدد وقفی ہو جیسے اَلْمَفَرُّ o اَلْحُرُّ o وغیرہ یا غیر مشدد ہو (جیسا کہ مثالیں گزریں) نیز ضمہ والی راء پر خالص اسکان سے وقف کریں خواہ اسکان مع الاشمام سے ہو مثلاً اَلْقَمَرُ اَلْمَفَرُّ بہرحال یہ را بالاتفاق پُر پڑھی جائیگی [۶] یعنی را ساکن ماقبل مکسور یے کسرہ عارضی دو موقعوں میں آتا ہے ایک وہ جو ہمزہ وصلی پر آتا ہے دوسرا وہ جو اجتماع

شبہ ہو کسی عربی داں سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں اگر دو کلموں میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ۹ اَمِ ارْتَابُوْا۱۰ (درۃ الفرید) اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیوں کہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر۱۱ پڑھیں گے اور ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کے نمبر ۵ میں آچکا ہے جیسے قِرْطَاسٍ ' اِرْصَادًا ' لَبِالْمِرْصَادِ' فِرْقَةٌ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار۱۲ لفظ پائے جاتے ہیں اور ویسے بھی اس کا پہچاننا آسان ہے۔ (تنبیہ نمبر۱) تیسری شرط کے موافق لفظ كُلُّ فِرْقٍ کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے اس لئے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق۱۳ ہے اور دونوں امر جائز۱۴ ہیں۔

ساکنین کی وجہ سے پہلے ساکن پر آتا ہے اور ان دو کے علاوہ ہر کسرہ اصلی ہے اور ان دونوں قسم کے عارضی کسرہ کی مثالیں آگے متن میں آرہی ہیں ۸۔ چونکہ یہ زیر ہمزہ وصلی پر ہے اور ہمزہ وصلی عارضی ہوتا ہے اس لئے کہ یہ ابتداء کی حالت میں تو ثابت رہتا ہے اور وصل کی حالت میں گر جاتا ہے پس جب حرف ہی عارضی ہوا تو اسکی حرکت بدرجہ اولیٰ عارضی ہوگی۔ ۹۔ کیونکہ رَبِّ الگ کلمہ ہے اور اِرْجِعُوْنِ الگ کلمہ ہے اس لئے راءِ ب کے کسرہ کی وجہ سے باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی ۱۰۔ اس میں میم کا کسرہ عارضی بھی ہے اور منفصل بھی۔ منفصل اس لئے کہ اَمْ الگ کلمہ ہے اور اِرْتَابُوْا الگ کلمہ ہے اور عارضی اس لئے کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے اس لئے یہ راء باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی ۱۱۔ خواہ اس راء سے پہلے کسرہ اصلی اور متصل ہی کیوں نہ ہو چنانچہ حروف مستعلیہ کا اثر ماقبل راء پر پڑتا ہے اس لیے راء پُر پڑھی جائیگی ۱۲۔ البتہ لفظ مِرْصَاد دو جگہ ہے كَانَتْ مِرْصَادًا (سُوْرَہ نَبَا) اور لَبِالْمِرْصَادْ (سُوْرَةُ الْفَجْر) میں ۱۳۔ اس لئے کہ زیر کی وجہ سے قاف کی تفخیم کمزور ہوگئی ہے اس وجہ سے قاف کی تفخیم کا اثر ماقبل پر نہیں پڑے گا ۱۴۔ چنانچہ جمہور اہل مغرب اور اہل مصر کے نزدیک ترقیق ہے اور علامہ دانیؒ فرماتے ہیں وَالْوَجْهَانِ جَيِّدَانِ (یعنی دونوں وجوہ عمدہ ہیں) لیکن آج کل زیادہ عمل ترقیق پر

(تنبیہ نمبر۲) تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ ۱۵ کی قید اس لئے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنْذِرْ قَوْمَکَ فَاصْبِرْ صَبْرًا اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

(قاعدہ نمبر۳) اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو اور ایسا حالت وقف ۱۶ میں ہوتا ہے جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو جیسے لَیْلَۃُ الْقَدْرِ O بِکُمُ الْعُسْرِ O کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے اس لئے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذِی الذِّکْرِ کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی ساکن اور

ہے اور یہی اولیٰ ہے اور ان دو وجوہ کو خُلْفُ الْخَالِیْنَ کہتے ہیں جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں وَالْخُلْفُ فِیْ فِرْقٍ لِکَسْرٍ یُوْجَدْ (اور فرق کی راء میں خلف ہے اسکی زیر کی وجہ سے جو اسکے قاف پر آ رہا ہے) ۱۵ حروف مستعلیہ کے دوسرے کلمہ میں ہونیکی وجہ سے اس کا اثر راء پر نہیں پڑے گا جیسے وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ ۱۶ اس لئے کہ وصل میں اس طرح کے دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا جائز نہیں سمجھا گیا جو راء وقف بالاسکان یا بالاشمام کی وجہ سے ساکن ہو خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد اور اس سے پہلے والا حرف بھی ساکن ہو تو اس کی تفخیم و ترقیق کے قاعدہ کے تین حصے ہیں دو حصے تو اسی کی قاعدے میں ہیں اور ایک حصہ اسی قاعدہ کی (تنبیہ نمبر۱) میں آئے گا چنانچہ اگر رَاءٌ سَاکِنَۃٌ مَوْقُوْفَہٌ بالاسکان یا بالاشمام سے پہلے (ی) کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زبر یا پیش ہو تو اسکو پُر پڑھیں گے جیسے وَالْعَصْرِ، اَلْعُسْرِ غَیْرَ مُضَارٍّ اور اگر تیسرے حرف کے نیچے زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے نَسُوا الذِّکْرَ، بِہِ السِّحْرُ وغیرہ

ذال پر زیر ہے اس لئے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔
(تنبیہ نمبر۱) لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے اگر یہ حرف ساکن (ی) ہو تو پھر (ی) سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو۱۷ خواہ (ی) سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے خَیْر ' قَدِیْر کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔
(تنبیہ نمبر۲) اس قاعدہ نمبر۳ کے موافق لفظ مِصْر اور عَیْنَ الْقِطْر پر جب وقف کیا جاوے تو راء کو باریک ہونا چاہئے مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اس لئے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے ۱۸ لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار ۱۹ کیا جاوے پس مِصْر میں تفخیم اَولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور اَلْقِطْر میں ترقیق اَولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔
(تنبیہ نمبر۳) اس قاعدہ نمبر۳ کی بناء پر سُوْرَہ وَالْفَجْر میں اِذَا یَسْر O پر جب وقف ہو تو اس کی راء کو مفخم ۲۰ ہونا چاہیئے لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک پڑھنے کو اَولیٰ ۲۱ لکھا ہے

---

۱۷ یعنی اگر راء ساکنہ موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام سے پہلے یا ساکن ہو یعنی مدہ ہو یا لین ہو تو راء کو ہر حال میں باریک ہی پڑھیں گے اس لئے کہ ی دو کسروں کے قائم مقام ہے پس جب ایک کسرہ کے بعد راء باریک ہوتی ہے تو دو کسروں کے بعد بدرجہ اولیٰ باریک ہوگی۔ ۱۸ ترقیق اس لئے کہ راء موقوفہ سے پہلے والا حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے والے حرف یعنی میم اور قاف پر زیر ہے ذِی الذِّکْر اور وَلَا بِکْر کی طرح یہ علامہ ابوعمرو دانیؒ اور جمہور کا مذہب ہے (نشرج ۲' صفحہ نمبر ۱۰۶) اور تفخیم اس لئے کہ مابعد کی طرح ماقبل کے مستعلیہ کو بھی تفخیم کا سبب سمجھ لیتے ہیں اور یہ مذہب امام ابوعبداللہ بن شریحؒ وغیرہ کا ہے (نشر) ۱۹ علامہ جزریؒ نے یہی اختیار کیا ہے (نشر) ۲۰ کیونکہ سین ساکن ہے اور اس سے پہلا یعنی آخر سے تیسرا حرف ی مفتوح ہے اَلْقَدْر کی طرح اور یہی اولیٰ ہے ۲۱ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے کیونکہ اصل میں یَسْرِی تھا رعایت فواصل کی وجہ سے ی حذف ہوگئی اور یہی حکم بحالت وقف فَاَسْرِ (ھود ع ۷) و (حجر ع ۵) و (دخان ع ۱) اور (اَنْ اَسْرِ طٰہٰ ع ۴) و (شعراء ع ۴) کا بھی ہے کہ یہ بھی اصل میں فَاَسْرِیْ اور اَنْ اَسْرِیْ تھے پھر "ی" جزم یا بناء کے سبب

مگر یہ روایت ضعیف [۲۲] ہے اس لئے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پر ہی پڑھنا چاہئیے ۔

(قاعدہ نمبر۴) راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں اِمَالَہ [۲۳] ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا اس راء کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں اِمَالَہ اسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یائے مجہول کہتے ہیں پس مَجْرٖهَا کی راء کو باریک [۲۴] پڑھیں گے۔

(قاعدہ نمبر۵) [۲۵] جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ نمبر۲ و نمبر۳ کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہئیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راء کو

حذف ہوگئی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اَلْجَوَارِ (شُوْرٰی 'رَحْمٰن 'كُوِّرَت) اور نُذُرِ (جو سورہ قمر میں چھ جگہ ہے) کی راء کا بھی یہی حکم ہو کیونکہ اصل میں اَلْجَوَارِی اور نُذُرِی تھے اَلْجَوَارِی کی یاء بقاعدہ قَاضٍ حذف ہوگئی اور نُذُرِی کی یاءِ اضافت رعایت فواصل کی وجہ سے حذف ہوگئی [۲۲] کیونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور چونکہ یاء لکھی ہوئی نہیں اس لئے وقفاً یاء کا اعتبار نہیں کیا جائے گا [۲۳] امالہ کے لغوی معنیٰ مائل کرنا جھکانا اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کرکے پڑھنا جیسے مَجْرٖهَا اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ۔اگر جھکاؤ زیادہ ہو تو اِمَالَہ کُبْرٰی اور اگر کم ہو تو اِمَالَہ صُغْرٰی کہتے ہیں الف خالص کی مثال جیسے طَالِ اِمَالَہ صُغْرٰی کی مثال جیسے بیل 'خیر 'عیب 'سیر ' وغیرہ' امالہ کُبْرٰی کی مثال جیسے سیب شیر وغیرہ خالص یا کی مثال فیل 'کھیر وغیرہ [۲۴] اس لیے کہ زیر زبر پر اور الف یا پر غالب آجاتی ہے [۲۵] یہ قاعدہ راء مرامہ یعنی وقف بالروم والی را کا ہے اس سے پہلے یہ سمجھو کہ وقف کرنے کے مشہور طریقے تین ہیں اسکان' اشمام' روم' وقف بالاسکان کی تعریف' حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرکے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور یہ وقف بالاسکان ایک زبر' ایک زیر' دو زیر' ایک پیش' دو پیش پر ہوتا ہے۔

﴿وقف بالاشمام کی تعریف﴾ حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرکے فوراً ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور سانس اور آواز کو توڑ دینا اور یہ وقف بالاشمام ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے مثل نَسْتَعِيْنُ اور مُبِيْنٌ کے۔ وقف بالاشمام کا تعلق دیکھنے سے ہوتا ہے

بالکل ساکن ۲٦ پڑھا جاوے جیسا کہ اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ۲۷ ادا کیا جاتا ہے اور اس کو روم کہتے ہیں اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہ میں اِنْ شَآءَ اللّٰـہ تَعَالیٰ آوے گا سو یہاں یہ بتلانا منظور ہے کہ اگر ایسی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہو گی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے وَالْـفَـجْـرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک ۲۸ پڑھیں اور مُنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر ۲۹ پڑھیں

---

۲٦ ﴿وقف بالروم کی تعریف﴾ حرف موقوف علیہ مکسور یا مضموم پر آواز کو پست کر کے حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا اور سانس اور آواز کا توڑ دینا اور یہ وقف بالروم ایک زیر دو زیر ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ مِنْ نَّذِیْرٍ ۝ نَسْتَعِیْنُ مُّبِیْنٌ ۝ ۲٦ اس طرح وقف کرنے کو وقف بالاسکان کہتے ہیں ۲۷ یعنی زیر یا پیش کا تہائی حصہ ادا کیا جاتا ہے۔

۲۸ اس لئے کہ اس حالت میں وصل والی راء کی طرح مکسور ادا ہو گی ۲۹ کیونکہ اس حالت میں راء وصل والی راء کی طرح مضموم ادا ہو گی خلاصہ یہ کہ راء موقوفہ بالروم، راء موصولہ کی طرح اپنی حرکت کے لحاظ سے پُر یا باریک پڑھی جاتی ہے اور راء موقوفہ بالاسکان اور موقوفہ بالاشمام کی طرح ماقبل کی حرکت کے تابع نہیں ہوتی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ. وقف بالرّوم سننے سے تعلق رکھتا ہے

﴿نواں لمعہ﴾

(میم م ساکن اور مُشَدَّد کے قاعدوں میں)

(قاعدہ نمبر ۱) میم اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور غنہ کہتے ہیں ۲ ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرف غنہ کہتے ہیں (فائدہ) غنہ کی مقدار ایک الف ۳ ہے اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ

﴿حواشی نواں لمعہ ۱﴾ یہاں میم کے ساتھ اور دسویں لمعہ میں نون کے ساتھ ساکن اور مشدد کی قید اس لئے بڑھائی گئی ہے تاکہ متحرک و غیر مشدد نکل جائے (دیکھو لمعہ نمبر ۶ حاشیہ نمبر ۴) ۲ (غنہ کی تعریف) وہ گنگنی آواز جو ناک کے بانسہ سے نکلتی ہے (بانسہ کی تعریف) ناک کی جڑ والی ہڈی کے اندر دو سوراخ ہیں اس مقام کو بانسہ کہتے ہیں (غنہ کی عربی میں تعریف) هِيَ صَوْتٌ اَغَنٌّ شَبِيهٌ بِصَوْتِ الْغَزَالَةِ إِذَا ضَاعَ وَلَدُ هَا یعنی غنہ ایسی آواز ہے جو مشابہ ہے ہرنی کی آواز کے ساتھ جبکہ اسکا بچہ گم ہو جائے۔ غنہ کی دو قسمیں ہیں (نمبر ۱) غنہ آنی (نمبر ۲) غنہ زمانی' آنی وہ ہے جو ایک آن میں ادا ہو اور اسکو غنہ اصلی ذاتی اور لازمی بھی کہتے ہیں' اور غنہ زمانی وہ ہے کہ اس میں کچھ زمانہ لگے اسکو غنہ فرعی غنہ صفتی اور غنہ عارضی بھی کہتے ہیں نیز غنہ کے پانچ درجات ہیں (۱) نون و میم مشدد (۲) نون و میم مخفی (۳) نون مدغم بادغام ناقص (۴) نون و میم ساکن (۵) نون و میم متحرک ۳ الف کی مقدار دو حرکتوں کے برابر ہوتی ہے اسکے معلوم کرنے کا طریقہ اَساتِذہ فن نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کھلی انگلی کے بند کرنے یا بند انگلی کے کھولنے میں جتنی دیر لگتی ہے بس وہی ایک الف کی مقدار ہے مگر یہ ایک محض اندازہ اور تخمینہ ہے اور اس کی مقدار کا اصل دار و مدار استاد مشاق سے سننے اور صحیح ذوق پر مُنْحَصِر ہے اور الف کی مِقْدار عَرَبی میں بھی اتنی ہے جتنی اردو بات چیت اور عام بول چال میں ہوتی ہے پس جب تم سال عید پھول کہتے ہو اور اپنے ذوق سے الف وغیرہ کی مقدار کے گھٹنے اور بڑھنے کو محسوس کر لیتے ہو اور اگر کسی سے مقدار کشش میں ذرا بھی کمی بیشی ہو جائے تو تمہارے کانوں کو اجنبی اور ناگوار معلوم ہوتا ہے بس اس طرح عربی لغت میں سمجھ لو ہاں اس کا بھی خیال رہے کہ پڑھنے کی جو رفتار ہوگی الف کی مقدار اسی کے موافق ہوگی پس ترتیل میں غنہ زیادہ ہوگا تدویر میں اس سے کم اور حدر میں اس سے بھی کم ایسا نہ ہونا چاہئے کہ

محض ایک اندازہ ہے باقی اصل دارو مدار استاد مشاق سے سننے پر ہے۔ (قاعدہ نمبر۲) میم اگر ساکن ہوتو اس کے بعد دیکھنا چاہئے کیا حرف ہے اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہوجاویں گی اور مثل ایک میم مشدد کے اس میں غنہ ہوگا (حقیقۃ التجوید) جیسے اِلَیۡکُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ۔

پڑھتورہاہوحدر میں اور غنہ ترتیل کی رفتار کے موافق ادا کرے اور یہی مناسبت مد طبعی کی مقدار میں ملحوظ ہونی چاہئے خلاصہ یہ کہ الف کی مقدار تابع ہے تلاوت کی رفتار کے اور نہایت ضروری ہے کہ میم مشدد سے پہلے حرف مد پیدا نہ ہو جیسا کہ بعض لوگوں میں یہ تکلف پایا جاتا ہے کہ لَمَّاکو لَامّا اور مِمَّ کو مِیۡمَّ کہتے ہیں ۵ میم ساکن کے تین قاعدے ہیں (نمبر۱) ادغام (نمبر۲) اخفاء شفوی (نمبر۳) اظہار شفوی ادغام کے لغوی معنی ہیں اِدۡخَالُ الشَّیۡءِ فِی الشَّیۡءِ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں ملانا یا داخل کرنا۔

(ادغام کی تعریف) ایک حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر ایک مشدد کی طرح ادا کرنا (میم ساکن کے ادغام کی تعریف)۔ میم ساکن کو میم متحرک میں ملا کر ایک میم مشدد کی طرح ادا کرنا جیسے اِلَیۡکُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ۔ (مطلق ادغام کی عربی میں تعریف) هُوَ خَلۡطُ حَرۡفٍ سَاكِنٍ بِمُتَحَرِّكٍ بِحَيۡثُ يَصِيۡرَانِ حَرۡفًا وَّاحِدًا مُشَدَّدًا كَالثَّانِيۡ وَيَتَحَرَّكُ الۡعُضۡوُ عِنۡدَ اَدَائِهِمَا تَحَرُّكًا وَّاحِدًا یعنی حرف ساکن کو متحرک حرف میں ملا کر اس طرح یکذات کردیں کہ ان دونوں سے دوسرے حرف کے مانند ایک ہی حرف مشدد بن جائے جس کی ادائیگی میں عضو ایک ہی بار کام کرے۔ ادغام کے سبب تین ہیں (۱) تماثل (۲) تجانس (۳) تقارب سبب کے اعتبار سے ادغام کی تین قسمیں ہیں (۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین (ادغام کی کیفیت کے اعتبار سے) دو قسمیں ہیں تام اور ناقص (تام کی تعریف) مدغم بعینہ مدغم فیہ بن جائے کہ نہ اس کی ذات باقی رہے اور نہ ہی کوئی صفت باقی رہے جیسے مِنۡ لَّدُنۡهُ ناقص کی تعریف مدغم بعینہ مدغم فیہ نہ بنے بلکہ اسکی کوئی صفت باقی رہے جیسے مَنۡ یَّقُوۡلُ کہ اس میں صفت غنہ باقی ہے۔ ادغام کی سبب اور کیفیت کے اعتبار سے عقلاً چھ قسمیں بنتی ہیں

(۱) مثلین تام (۲) مثلین ناقص (۳) متجانسین تام (۴) متجانسین ناقص (۵) متقاربین تام (۶) متقاربین ناقص۔ ان میں سے مثلین ناقص نہیں پائی جاتی کیونکہ مثلین ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے (مثلین تام کی تعریف) ایک حرف دو بار آ جائے پہلا پہلے کلمہ کے اخیر میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرنے کو ادغام مثلین تام کہتے ہیں یہ ادغام ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کا سبب سب سے قوی ہوتا ہے (ادغام متجانسین تام کی تعریف) ایک مخرج کے دو حرف جمع ہوں پہلا پہلے کلمہ کے اخیر میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرنے کو ادغام

اوراس کوادغام صغیر مثلین[۶] کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے بڑھا کر خَیْشُوْم سے ادا کیا جاوے اور

متجانسین تام کہتے ہیں اور یہ تام بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی' تام کی مثال قَدْ تَّبَیَّنَ' ناقص کی مثال اَحَطتُّ وغیرہ۔
(متقاربین تام کی تعریف) قریب المخرج یا قریب الصفات یا دونوں کے اعتبار سے' دو حرف جمع ہوں پہلا پہلے کلمہ کے اخیر میں اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرنے کو ادغام متقاربین تام کہتے ہیں اور یہ تام بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی تام کی مثال قُلْ رَّبِّ ناقص کی مثال مَنْ یَّقُوْلُ وغیرہ۔ مدغم کے اعتبار سے ادغام کی دو قسمیں ہیں (۱) صغیر (۲) کبیر (صغیر کی تعریف) مدغم پہلے سے ساکن ہو تو ادغام صغیر کہتے ہیں جیسے اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ اور اسکو ادغام صغیر اس لئے کہتے ہیں کہ صغیر بمعنی قلیل ہے یعنی اس میں عمل کم کرنا پڑتا ہے' (کبیر کی تعریف) مدغم متحرک ہو پھر اسے ساکن کر کے ادغام کرنے کو ادغام کبیر کہتے ہیں جیسے مَکَّنِّیْ 'تَاْمُرُوْنِّیْ 'لَا تَاْمَنَّا وغیرہ اور اس ادغام کو کبیر اس لئے کہتے ہیں کہ کبیر' بمعنی کثیر ہے یعنی اس میں عمل زیادہ کرنا پڑتا ہے یعنی دو کام کرنے پڑتے ہیں مدغم کو ساکن کر کے پھر مدغم فیہ میں ادغام کیا جاتا ہے۔
(ادغام کا فائدہ) تخفیف اور آسانی ہے یعنی ادغام کی وجہ سے کلمہ کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ادغام کی وجہ قرب مخارج یعنی اصلوں کے اعتبار سے قرب ہے (موانع ادغام) (۱) مدغم واو اور یا مدہ ہوں جیسے قَالُوْ وَهُمْ' فِیْ یَوْمٍ (۲) تائے مخاطب یا متکلم ہو جیسے اَنْتَ تُکْرِهُ کُنْتُ تُرٰبًا (۳) مدغم منون ہو جیسے وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۴) مدغم مشدد ہو جیسے تَمَّ مِیْقَاتُ (۵) مدغم اور مدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں مثل اَعْیُنِنَا بِشِرْکِکُمْ (۶) حرف حلقی کا غیر حلقی میں جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (۷) حرف حلقی کا اپنے مجانس میں جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ (۸) حرف حلقی کا ادغام اپنے متقارب میں بھی منع ہے جیسے فَسَبِّحْهُ (البتہ مثلین میں ہوتا ہے جیسے مَالِیَهْ هَلَکَ) نیز لامِ قُلْ اور لامِ بَلْ اور لامِ هَلْ کا ادغام نون میں نہ ہوگا جیسے قُلْ نَعَمْ هَلْ نَدُلُّکُمْ بَلْ نَظُنُّکُمْ ادغام نہ ہونے کی ان کلمات ہی میں تخصیص نہیں بلکہ روایت حفص میں صرف لام تعریف کا ادغام نون میں ہوتا ہے جیسے اَلنَّاسُ اور کہیں بھی لام کا ادغام نون میں نہیں جیسے جَعَلْنَا اَنْزَلْنَا قُلْنَا وغیرہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لام میں نون کے مقابلہ میں ایک گونہ استقلال ہے بخلاف راء کے کہ اس کے مخرج کی طرف لام انحراف و میلان رکھتا ہے لہٰذا اس میں مدغم ہوتا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ بَلْ رَّفَعَهُ (۶) مگر یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ میم ساکن کے بعد میم آئے اور دونوں کو ملا کر مشدد کر لیا جائے تو

پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جاوے (جھد المقل) جیسے وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اور اس کو اِخْفَاء شَفَوِی ۷ کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ۸ ہوگا یعنی اپنے مخرج سے بلا غنہ ۹ ظاہر کی جاوے گی جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفوی ۱۰ کہتے ہیں۔ (تنبیہ) بعضے حفاظ اس اخفاء و اظہار میں باء اور واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے

صرف اسی کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں بلکہ ہر اس جگہ یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا جہاں ایک حرف ساکن ہو اور اسکے بعد پھر وہی حرف متحرک ہو کر آئے تو ان کو ملا کر ہی پڑھا جائے گا جیسے مَنْ نَّشَآءُ اِذْ ذَّهَبَ وغیرہ وغیرہ یہ سب ادغام صغیر مثلین ہی کہلائے گا ۷ (اخفاء شفوی کی تعریف) میم ساکن کے بعد اگر با آ جائے تو میم ساکن کو اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت پر غنہ زمانی کے ساتھ ادا کرنا' درمیانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ میم کو صفت رخوت کے ساتھ اور با کو صفت شدت کے ساتھ ادا کرنا اور یہ اخفاء شفوی وصلاً ہوتا ہے نہ کہ وقفاً بھی۔ نیز اس میں وصلاً اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم ساکن نون ساکن اور تنوین سے بدلی ہوئی نہ ہو جیسے مِنْۢ بَعْدِ ۸ یعنی میم کو اپنے مخرج سے تمام صفات لازمہ و عارضہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کرنا ۹ یہاں اور نون ساکن اور تنوین کے ضمن میں جس غنہ کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد غنہ عارضی اور زمانی ہے نہ کہ غنہ ذاتی اور آنی بھی ۱۰ اس اخفا اور اظہار کے ساتھ شفوی کی قید اس لئے بڑھائی کہ میم ان تینوں حالتوں یعنی ادغام' اخفا' اور اظہار کی حالت میں اپنے مخرج یعنی اطباق شفتین سے ادا ہوتا ہے بخلاف نون کے کہ وہ صرف اظہار حلقی کی صورت میں اپنے مخرج اصلی سے ادا ہوتا ہے جیسے اَنْعَمْتَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اور باقی تین حالتوں میں اپنے مخرج اصلی سے ادا نہیں ہوتا چنانچہ ادغام میں تو بعد والے حرف سے بدل کر اسکے مخرج سے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ' اقلاب میں میم سے بدل کر اسکے مخرج سے ادا ہوتا ہے جیسے مِنْۢ بَعْدِ اور اخفاء میں نون کا تعلق اپنے مخرج سے کم اور خیشوم سے زیادہ ہوتا ہے جیسے اَنْفُسَكُمْ نیز اس قید کے بڑھانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے نون اور میم کے احکام میں فرق ہو جاتا ہے۔

یعنی بعضے تو تینوں میں اخفا کرتے ہیں اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعضے ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں جیسے عَلَیْہِم وَلَا الضَّآلِّیْن یَمُدُّھُمْ فِیْ یہ سب خلاف قاعدہ [۱۱] ہے پہلا اور تیسرا [۱۲] قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف [۱۳] ہے۔ (درۃ الفرید)

---

[۱۱] سب کو خلاف قاعدہ اس لئے کہا کہ تینوں حرفوں کا ایک ہی قاعدہ سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ با کا حکم الگ ہے اور واؤ اور فا کا الگ جیسا کہ متن میں گذرا۔

[۱۲] پہلے اور تیسرے قول کو جو بالکل ہی غلط کہا ہے تو وہ بھی اس بنا پر کہ ان تینوں حرفوں کا ایک ہی حکم اور ایک ہی قاعدہ سمجھ لیا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پہلے قول کا ایک حصہ یعنی با سے پہلے اخفاء یہ تو صحیح ہی ہے البتہ تیسرا قول سراسر غلط و نادرست ہے۔ یعنی میم ساکن پر قلقلہ کرنا، اسلیے کہ میم ساکن پر قلقلہ اہل فن سے منقول نہیں ہے۔

[۱۳] اسکو ضعیف اسی لئے کہا کہ سب کا ایک ہی حکم سمجھ لیا گیا ورنہ واو اور فا سے پہلے تو اظہار ہی ہوتا ہے جیسا کہ اہل فن سے منقول ہے اور یہاں ضعیف بمعنیٰ غیر مختار غیر مناسب ہے کیونکہ با سے پہلے اظہار بھی جائز ہے البتہ خلاف اولیٰ ہے۔

دسواں لمعہ

(نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں)

اور چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے[1] وہاں پھر دیکھ لو مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے لے دیا جاوے گا۔

(قاعدہ نمبر ۱) نون اگر مشدد[2] ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے نویں لمعہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

(قاعدہ نمبر ۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلق میں سے کوئی حرف آوے[3] تو وہاں نون کا اظہار[4] کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جاویں گے اور غنہ بھی[5] نہ کریں گے جیسے اَنْعَمْتَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ اور اس اظہار کو اظہار حلقی ....

﴿حواشی دسواں لمعہ﴾ (۱) نون ساکن اور تنوین میں فرق چھٹے لمعہ کے حاشیہ نمبر ۵ میں لکھ چکا ہوں پھر دیکھ لو۔ (۲) عام ہے کہ یہ تشدید اصلی ہو مثل اِنَّ جَهَنَّمَ یا ادغام کی بنا پر ہو مثلاً مِنْ نِّعْمَةٍ مِنْ نَّشَآءُ (۳) یہ اظہار کا محل ہے (۴) اظہار کے لغوی معنیٰ اَلْبَيَانُ خوب ظاہر کرنا، روشن کرنا اور اظہار کی تعریف یہ ہے اِخْرَاجُ كُلِّ حَرْفٍ مِنْ مَخْرَجِهٖ مِنْ غَيْرِ غُنَّةٍ فِي الْمُظْهَرِ یعنی حرف مظہر کو اسکے اپنے مخرج سے بغیر غنہ زمانی کے ادا کرنا۔ یہ تعریف صرف نون اور میم کے اظہار کی ہے ورنہ اظہار کی اصل تعریف جو ہر جگہ اس پر صادق آتی ہے یہ ہے اِخْرَاجُ كُلِّ حَرْفٍ مِنْ مَخْرَجِهٖ مِنْ غَيْرِ تَغَيُّرٍ كَمَا اقْتَضٰى ذَاتُهٗ وَصِفَاتُهٗ یعنی حرف مُظہر کو اس کے مخرج مقررہ سے بغیر کسی تغیر کے ٹھیک اسی طرح ادا کرنا جس طرح اس کی صفات کا تقاضا ہو (اظہار کی وجہ) بُعد مخارج یعنی اصلوں کے اعتبار سے بُعد ہے (اظہار کے درجات) نون ساکن اور تنوین کا ہمزہ اور ھا سے پہلے اعلیٰ درجہ کا اظہار ہوتا ہے عین، حا سے پہلے متوسط درجہ کا اور غین، خا سے پہلے ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوتا ہے (۵) یہاں جس غنہ سے نفی کی گئی ہے اس سے مراد غنہ فرعی ہے۔ نہ کہ اصلی اور ذاتی بھی کیونکہ وہ تو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔

۶ کہتے ہیں اور حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں

حرف حلقی چھ سمجھ اے نور عین　　　همزه ها و حاو خاو عین و غین

چوتھے لمعہ میں مخرج نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ کو پھر دیکھ لو اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔ (قاعدہ نمبر ۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آوے جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ ہے تو وہاں ادغام ۷ ہوگا یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جاویں گے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ ۸ بھی رہتا ہے اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے ان چاروں کا مجموعہ ہے یَنْمُوْ جیسے مَنْ یُّؤْمِنُ بَرْقٌ یَّجْعَلُوْنَ وَغَیْرُ ذٰلِکَ اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں اور دو جورہ گئے یعنی ر ' ل ان میں غنہ نہیں ہوتا۔ جیسے مِنْ لَّدُنْهُ مثال اوپر گذری ہے اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی خالص لام کی طرح

---

۶ نیز اظہار حقیقی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ حروف حلقی سے پہلے ہوتا ہے و نیز اس میں میمؔ کے اظہار کی بنسبت زیادہ ظہور ہوتا ہے۔

۷ یہ ادغام کا محل ہے۔ (نیز ادغام کے لغوی معنی) (ادغام کی تعریف) (ادغام کے سبب) (ادغام کی سبب کے اعتبار سے قسمیں) (کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں) (سبب اور کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں) مدغم کے اعتبار سے دغام کی قسمیں وغیرہ نویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۶ میں بیان کر دی گئیں ہیں دیکھ لو۔ ۸ (۱) یعنی نون ساکن اور تنوین کا ادغام لام اور را میں تام ہوتا ہے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مِنْ رَّبِّهِمْ مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا (۲) نون ساکن اور تنوین کا واو میں جیسے مِنْ وَّلِیٍّ ' مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً اور یا میں جیسے مِنْ یَّوْمِهِمُ ' یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ ان دونوں صورتوں میں ادغام ناقص ہوتا ہے نمبر (۳) نون ساکن اور تنوین کا ادغام نون متحرک میں تام ہی ہوتا ہے جیسے مَنْ نَّشَآءُ (۴) نون ساکن اور تنوین کا ادغام میم میں جیسے مِنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ وغیرہ اس میں بعض کے قول پر تو غنہ مدغم کا ہے اور بعض کے قول پر غنہ مدغم فیہ کا ہے پہلی صورت میں ناقص اور دوسری میں تام مگر یہ اختلاف صرف لفظی ہے ادا پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑتا ہر دو اقوال کی رو سے یکساں ہی ہے۔

پڑھتے ہیں اوراس کوادغام بلاغنہ ۹ کہتے ہیں اور نویں لمعہ کے قاعدہ نمبرا ونمبر۲ میں غنہ اورادغام کے معنی پھر دیکھ لو مگراس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حرف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام ۱۰ نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے جیسے دُنْیَا ' قِنْوَانٌ ' صِنْوَانٌ ' بُنْیَانٌ اورتمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں اوران میں جواظہار ہوتا ہے اس کواظہار مطلق ۱۱ کہتے ہیں۔

(قاعدہ نمبر۴) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء ۱۲ آوے تواس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کرغنہ اوراخفاء کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْ بَعْدِ سَمِیْعٌ بَصِیْر ○ اور بعضے قرآنوں میں آسانی کے لئے ایسے نون وتنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں اس طرح مِنْ بَعْدِ اوراس بدلنے کو اِقْلاب اور قلب ۱۳ کہتے ہیں اوراس..

۹ البتہ بطریق جزری ادغام بالغنہ بھی ثابت ہے مگرنون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہو یعنی مرسوم نہ ہوتو غنہ جائز نہیں مثلاً اَنْ لَّا تُشْرِکْ میں نون مرسوم ہے اس میں غنہ جائز ہے اور اَلَّا تَعْبُدُوْا میں مرسوم نہیں اس لئے اس میں غنہ جائز نہیں۔ نیز مرسوم ہونیکی شرط نون کے ساتھ ہی اس لئے لگائی کہ نون تنوین تو ہمیشہ غیر مرسوم ہی ہوتا ہے ۱۰ اس لئے کہ ادغام سے ادائیگی میں ثقل اور دشواری پیدا ہوجائیگی نیز یہ کلمات' کلمات مضاعف کے مشابہ ہوجائیں گے ۱۱ اس لئے کہ یہ اظہار یَنْئَوْنَ اور عَنْهُ وغیرہما کے اظہار کی طرح حروف حلقیہ کے ساتھ اور بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ کے اظہار کی طرح حرف شفویہ یعنی میم کے ساتھ مقید نہیں ہے اور مطلق کے معنی غیر مقید ہی کے ہیں (العقد الفرید للشیخ علی بن احمد صبرہ رحمتہ اللہ علیہ) ۱۲ یہ اقلاب کا محل ہے ۱۳ اقلاب کے لغوی معنی بدلنا' تَحْوِيْلُ الشَّيْءِ عَنْ وَجْهِهٖ یعنی کسی چیز کواسکی ذات سے پھیر دینا اور قراء کی اصلاح میں (اقلاب کی تعریف) یہ ہے قَلْبُ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ مِيْمًا مُخْفَاةً قَبْلَ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مَعَ بَقَاءِ الْغُنَّةِ الظَّاهِرَةِ یعنی جب نون ساکن اور تنوین کے بعد باء موحدہ آجائے (جو نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں بھی آجاتی ہے اور دوسرے کلمہ میں بھی مثلاً اَنْبِيَاءَ مِنْ بَعْدِ اور نون تنوین کے بعد ہمیشہ دوسرے کلمہ میں آتی ہے مثلاً اَلِيْمٌ بِمَا وغیرہ) تو دونوں نونوں کو طبعاً وجوباً ادغام وتشدید کے بغیر خالص میم سے بدل کراس میم کوحسب قاعدہ غنہ فرعیہ واخفا شفوی سے ادا کرتے ہیں اور یہاں یہ اخفا وجوبی ہے نہ کہ محض جوازی واختیاری

میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ۱۴ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھانویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔ (قاعدہ نمبر ۵) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا۱۵ جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آوے۱۶ تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ۱۷ کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ پندرہ حرف یہ ہیں ت ث ج د ذ ز س ش ص ض ط ظ ف ق ک اور الف کو اس ......

(اقلاب کی دوسری تعریف) هُوَ جَعْلُ حَرْفٍ مَكَانَ حَرْفٍ مَعَ مُرَاعَاتِ الْغُنَّةِ یعنی صفت غنہ کو باقی رکھ کر ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھ دینا یعنی بدل دینا یعنی نون ساکن اور تنوین کو میم مخفاہ سے بدل کر غنہ زمانی سے ادا کرنا۔

۱۴ اقلاب کی کیفیت، میم کو صفت رخوت کے ساتھ ادا کرنا اور یہ وصلاً ہوتا ہے نہ کہ وقفاً نویں لمعہ کا حاشیہ نمبر ۸ پھر دیکھ لیں۔

۱۵ یعنی چھ حروف حلقی اور چھ حروف يَرْمَلُوْن اور ایک حرف با کے سوا ۱۶ یہ اخفا کا محل ہے۔ ۱۷ پس اخفا کے لغوی معنی اَلسَّتْر یعنی چھپانا اور پوشیدہ کرنا، اور اصلاحی معنی یہ ہیں۔ هُوَ النُّطْقُ بِحَرْفٍ سَاكِنٍ عَارٍ ای خَالٍ عَنِ التَّشْدِيْدِ عَلٰى صِفَةٍ بَيْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ مَعَ بَقَاءِ الْغُنَّةِ فِي الْحَرْفِ الْاَوَّلِ یعنی نون ساکن اور تنوین کو بغیر تشدید کے اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت پر غنہ زمانی کے ساتھ ادا کرنا۔ درمیانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو صفت شدت اور توسط کے بغیر صفت رخوت کے ساتھ ادا کرنا۔ اخفا کے درجات تین ہیں (۱) نون ساکن اور تنوین کے بعد طا، دال، تا آئیں تو اعلیٰ درجہ کا اخفا ہوتا ہے اور اس کو اخفا قریب کہتے ہیں (۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد ث، ج، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ظ، ف، ان دس حرفوں میں سے کوئی حرف آئے تو درمیانہ درجہ کا اخفا ہوتا ہے اور اس کو اخفاء متوسط کہتے ہیں

(۳) نون ساکن اور تنوین کے بعد قاف اور کاف آئیں تو ادنیٰ درجہ کا اخفا ہوتا ہے اور اس کو اخفاء بعید کہتے ہیں اور یہ فن کی باریک چیزوں میں سے ہیں اور یاد رکھو کہ یہ درجات نون کے مخرج پر زبان کے اعتماد کرنے اور نہ کرنے کے اعتبار سے ہیں۔ سو اخفاء قریب میں مخرج سے تعلق نہ ہونے کے درجہ میں یعنی اضعف اور متوسط میں ضعیف اور اخفا بعید میں کسی قدر زیادہ ہوتا ہے نہ اتنا قوی کہ جتنا اظہار خالص کی حالت میں ہوتا ہے اور اخفا کی وجہ یہ ہے کہ متن میں دیئے گئے پندرہ حروف سے پہلے نون ساکن اور تنوین میں اخفا اس لئے ہوتا ہے کہ ان حروف کے مخارج نہ تو نون سے حروف حلقی کے برابر دور ہیں تا کہ ان سے پہلے اظہار ضروری ہو جاتا ہے اور نہ یرملون کے حروف کی طرح مخرج وصفت لازمہ میں نون کے قریب ہیں تا کہ ادغام واجب

لیے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں ۱۸ آ سکتا (دُرَّةُ الْفَرِيْد) اور اس اخفاء کا مطلب ۱۹ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارہ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہو نہ اظہار بلکہ دونوں کی درمیانی حالت ہو یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں سر زبان تالو سے لگے اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے بلکہ بدون دخل زبان ۲۰ کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مُشابہ ۲۱ ہی ہیں جیسے اَنْذَرْتَهُمْ فَوْ مَا ظَلَمُوْا

ہو جاتا ہے بلکہ درمیان درمیان ہیں اس کے لئے حکم بھی وہی دیا گیا جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے اور وہ اخفاء ہے ۱۸ اس لئے کہ الف خود ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے بعد ساکن کا تلفظ ممکن نہیں ہے ۱۹ قولہ نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی (کنارہ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر الخ اور قولہ نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں سر زبان تالو سے لگے

ان دونوں عبارتوں کا مقصد یہ ہے کہ زبان کا کنارہ مسوڑھے سے تھوڑا سا لگتا ہے ۲۰ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کامل دخل اور کامل تعلق نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا سا تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح کے دخل زبان کی مراد ہے جس طرح کا دخل اظہار میں ہوتا ہے ورنہ کچھ نہ کچھ دخل تو اخفا کی حالت میں بھی ہوتا ہے اور رہی یہ بات کہ کتابوں میں نون مخفی کی (تعریف) میں لکھا ہے کہ لَاعَمَلَ لِلِسَانِ فِيْهِ تو اس میں مطلقاً عمل لسان کی نفی مراد نہیں بلکہ خاص اس عمل کی نفی مراد ہے جو اظہار کی حالت میں زبان کو تالو کے ساتھ پورا تعلق اور اعتماد ہوتا ہے۔ پس ایسے طریق ادا پر اَلْاِخْفَاءُ بَيْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ بخوبی صادق آتا ہے اور مطلقاً عمل لسان کی نفی مانیں تو دو قسم کے نقصانات لازم آتے ہیں (۱) مخرج محقق کا مقدر ہونا لازم آتا ہے (۲) نون کی آواز قبیح و بدنما ہو جاتی ہے اور اس حالت میں تشدید کا نہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ جب سر از بان تالو کے ساتھ اچھی طرح لگتا ہی نہیں تو تشدید کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ۲۱ پس حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو ان دونوں کو ایک دوسرے کے مشابہ فرمایا ہے تو اس سے ظاہری مشابہت مراد ہے جو غنہ کی وجہ سے ان میں پیدا ہو جاتی ہے ورنہ حقیقت کی رو سے تو ان دونوں میں بہت فرق ہے کیونکہ صرف غنہ میں سر از بان تالو سے پوری طرح لگ جاتا ہے اور اخفا مع الغنہ میں پوری طرح نہیں لگتا نیز اخفاء کو غنہ لازم ہے

وغیرہ مگر پھر بھی آسانی کے لئے اس اخفاء کی ایک دو مثال اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجاوے وہ مثالیں یہ ہیں کنواں' کنول' منہ' اونٹ' بانس' سینگ ۲۲ دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج ۲۳ سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا اور اس نون کے اخفاء کو ۲۴ اخفاء حقیقی کہتے ہیں اور نون کے اظہار کو جس کا بیان قاعدہ نمبر ۲ میں ہوا ہے اظہار حلقی کہتے ہیں اور جس کا بیان قاعدہ نمبر ۳ میں ہوا ہے اظہار مطلق کہتے ہیں جس طرح میم کے اخفاء و اظہار کو شفوی کہتے ہیں جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ نمبر ۲ میں گذرا ہے۔

اور غنہ کو اخفاء لازم نہیں ہے پس حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اخفاء حقیقی اپنی صحیح کیفیت ادا کے ساتھ ادا نہ ہو سکے اس وقت تک کم از کم غنہ تو ضرور ہی کرتا رہے تاکہ اخفاء مع الغنہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہو ہی جائے۔ ۲۲ حق تو یہ ہے کہ اخفا کی مثال اردو میں نہیں پائی گئی یہ تمام مثالیں تقریب ذہنی کے لئے دی گئی ہیں اور اگر اخفاء والے نون کو اس طرح ادا کیا جاوے جس طرح اردو کے ان لفظوں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں اس سے پہلے والے حرف کی حرکت میں اِشباع ہو کر حرف مد پیدا ہو جاتا ہے جو صحیح نہیں ہے پس اخفا میں زبان کو تالو کے ساتھ کچھ نہ کچھ لگاؤ ضرور ہونا چاہئے جیسا کہ اس سے پہلے حواشی میں گزرا۔ ۲۳ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اخفاء کی حالت میں نون کی ادائیگی کے لئے سرازبان کا تعلق تالو کے ساتھ مضبوط نہیں ہوتا ورنہ نفس اِتصال اور تعلق تو اس حالت میں بھی ہوتا ہے البتہ اس حالت میں چونکہ خیشوم کا دخل زائد اور غالب ہوتا ہے اس بناپر اصل مخرج کا عمل دخل کمزور پڑ جاتا ہے۔ ۲۴ نیز اخفاء تام اور خیشومی بھی کہتے ہیں اخفاء تام اور حقیقی تو اس لئے کہ میم ساکنہ کے اخفاء کے مقابلہ میں نون کا اخفاء اصلی اور کامل ہوتا ہے اسی لئے میم کے اخفاء کو اخفاء ناقص بھی کہتے ہیں اور خیشومی اس لئے کہ اس اخفاء کا تعلق خیشوم سے ہوتا ہے جس طرح کہ میم کے اخفاء کا تعلق شفتین سے ہوتا ہے۔

﴿گیارھواں لمعہ﴾

(الف اور واؤ اور یاء کے قاعدوں [1] میں)

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ سے پہلے پیش ہو اور ی سے پہلے زیر ہو اور اس حالت میں ان کا نام مدہ[2] ہے (دیکھو لمعہ نمبر ۴ مخرج نمبر ۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدہ میں داخل[3] ہے کیونکہ کھڑا زبر الف مدہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدہ کی اور الٹا پیش واؤ مدہ کی[4]۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ[5] مدہ لکھیں گے ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

﴿حواشی گیارھواں لمعہ﴾ [1] اویـرمـلان کے آٹھ حرفوں میں سے لام' را' میم' نون' ان چار حرفوں کی صفات عارضہ اوپر الگ الگ چار لمعوں میں یعنی لمعہ نمبر ۷ تا لمعہ نمبر ۱۰ میں بیان ہو چکی ہیں اب ء او ی کے چار حروف باقی رہ گئے سو ان میں سے ہمزہ کے قاعدے تو بارھویں لمعہ کے ضمن میں آئیں گے اور گیارھویں لمعہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تین حروف مدہ اور ان کے ضمن میں حروف لین کے قواعد و احکام بیان فرمائے ہیں[2] چنانچہ الف تو ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے اور واؤ اور یا کی تین تین حالتیں ہیں مدہ' لین' متحرک مگر واؤ یا جب متحرک ہوں تو اس وقت یہ صفات عارضہ سے خالی ہوتے ہیں لہٰذا اس لمعہ میں صرف حروف مدہ اور حروف لین ہی کے متعلق قواعد بیان ہونگے[3] پس حروف مدہ کی دو قسمیں ہوئیں (۱) مکتوبی یعنی جو رسم میں لکھے ہوئے ہوں مثلاً الف واؤ یا (۲) ملفوظی جو لکھنے میں نہ ہوں اور تلفظ میں ہوں مثلاً کھڑا زبر' کھڑی زیر الٹا پیش تلفظاً دونوں کا ایک ہی حکم ہے

[4] کیونکہ حروف مدہ اور یہ حرکتیں تلفظ میں دونوں یکساں ہیں جیسا کہ اٰمَنَ بہٖ لَہٗ جیسی مثالوں کے تلفظ سے ظاہر ہے

[5] (۱) مد کے لغوی معنی کھینچنا دراز کرنا' لمبا کرنا' مد کی تعریف اِطَالَۃُ الصَّوْتِ عَلٰی حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْمَدِّ وَاللِّیْنِ بِحَسْبِ الرِّوَایَۃِ یعنی حروف مدہ یا حروف لین میں سے کسی حرف پر روایت کے مطابق آواز کو دراز کرنا (۲) محل مد اور شرط مد یہ ہے کہ حروف مدہ یا حروف لین میں سے کوئی حرف پایا جائے پس یہ مد کسی اور حرف میں نہیں

پایا جاتا اور یاد رہے کہ کھڑا زبر کھڑی زیر اور الٹا پیش یہ تینوں حروف مدہ کے حکم میں ہیں جیسا کہ پہلے حواشی میں گزرا (۳) اور مدیت کے لئے حروف مدہ ولین کی وجہ خصوصیت یہ ہے کہ حرف مدہ کی تو ذات واصلیت میں ہی درازی اور مدیت کی صفت پائی جاتی ہے کہ اس کے بغیر ان حروف کی ذات کا وجود ہی قائم نہیں ہوسکتا اور حروف لین لطافت ونرمی اور نزاکت میں حروف مدہ کے مشابہ ہیں (۴) اور مدفرعی کے سبب وموجب مد کی تفصیل یہ ہے کہ اسباب مد کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی۔ (۱) لفظی جو تلفظ میں پایا جائے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) همزہ (۲) سکون۔ پھر ہمزہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ہمزہ متصلہ (۲) ہمزہ منفصلہ اور سکون کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) سکون اصلی ولازمی (۲) سکون وقفی اور عارضی۔ پس حروف مدہ کے مد کے لئے تو ہمزہ اور سکون میں سے ہر ایک سبب بن سکتا ہے اور حروف لین کے مد کا سبب فقط سکون ہی ہے اس لئے کہ حروف لین مد کا ضعیف محل ہیں اس بنا پر اس کے مد کے لئے سکون ہی سبب بن سکتا ہے کیونکہ وہ قوی سبب ہے بخلاف ہمزہ کے کہ وہ مد کا ضعیف سبب ہے جو ضعیف محل مد کے مد کا سبب بننے کی لیاقت نہیں رکھتا (۲) اور معنوی جو تلفظ میں نہیں آتا اور معنیٰ ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے اور یہ ایسا سبب ہے جو عرب کے نزدیک قوی ومعتبر اور مطلوب بالذات ہے گو قراء کے یہاں یہ لفظی سبب کی نسبت کمزور تر ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) تَبْرِئَةٌ عَنِ الْمَنْفِیْ یعنی کسی شے سے براءت ظاہر کرنے میں تاکید اور مبالغہ کرنا اور نفی کو خوب اور پوری طرح ظاہر کر دینا اور اسی لئے طیبہ کے طریق سے امام حمزہ کے لئے نفی جنس کے لام میں توسط کرتے ہیں جیسے لَا رَیْبَ، فَلَا مَرَدَّ، لَا جَرَمَ وغیرہ اور اس کو مد تبرئہ اور مد نفی جنس کہتے ہیں اور یہ صاحب مستنیر اور صاحب مبہج اور صاحب جامع کا طریق ہے۔ (۲) تعظیم شان یعنی شان کی بڑائی ظاہر کرنا اور یہ لفظ اللہ میں ہوتا ہے اس میں فقہا نے غیر قرآن میں سات الف تک مد کرنا درست بتایا ہے اور اس کو مد تعظیمی کہتے ہیں (۴) تَعْظِیمُ نَفْیِ الْوُھِیَّتِ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ یعنی اللہ کے ماسوای سے الوہیت اور عبادت کی نفی کرنے میں خوب تاکید ومبالغہ کرنا اور اس کو مد تعظیمی و مد مبالغہ کہتے ہیں اور اسی لئے طیبہ کے طریق سے (قالون، بصری، ہشام، حفص سے قصر اور توسط کے ساتھ اور مکی وابوجعفر یزید واصبہانی سے لا الٰہ کے لا کے تمام موقعوں میں دو یا تین الف مد بھی جائز ہے اس کو ھذلی اور ابن مہران نے نصاً بیان کیا ہے اور بسا اوقات ان تینوں مدات معنویہ کو مد مبالغہ اور مد مبالغ سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں (۵) اور اغراض مد کی تشریح یہ ہے کہ اس سے حسن پیدا ہو جاتا ہے ونیز ہمزہ مد کا سبب اس لئے ہے کہ مدہ ضعیف اور ہمزہ قوی اور سخت ومشکل حرف ہے جس کی

بنا پر مد کے غائب ہو جانے کا یا ہمزہ کے صحیح طور پر ادا نہ ہونے کا اندیشہ تھا و نیز یہ تلفظ اہل زبان کے نزدیک ثقیل اور دشوار بھی تھا اس لئے مدہ میں درازی کر دی تا کہ حرف مدہ غائب نہ ہو اور ہمزہ کی ادائیگی پر صحیح معنی میں قدرت حاصل ہو جائے اور مد کرنے سے مقصور و ممدود اسماء میں فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے اور سکون مد کا سبب اس لئے بنتا ہے کہ اس صورت میں دو ساکن پے در پے جمع ہو جاتے ہیں جن کا ادا کرنا ثقالت و دشواری سے خالی نہیں اس لئے ان دونوں میں جدائی کرنے اور ثقل کو دور کرنے کی غرض سے مدیت و درازی پیدا کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم (۶) مد کی اقسام مد کی دو قسمیں ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی (۱) مد اصلی کی تعریف۔ جو بغیر کسی سبب کے پائی جائے اور سبب دو ہیں (جیسا کہ گزر چکا) اور اس کی مقدار ایک الف ہے اور اس کا ادا کرنا شرعاً واجب ہے اور چھوڑنا حرام ہے اس مد کا محل حروف مدہ یا حروف لین ہیں اور اس مد کو ذاتی اور طبعی لازمی اور قصر بھی کہتے ہیں (۲) مد فرعی وہ ہے کہ جس کا پایا جانا کسی سبب پر موقوف ہو اور اس کو مد زائد بھی کہتے ہیں اور اصل کے معنی جڑ اور بنیاد کے ہیں اور فرع کے معنی تنا اور شاخ کے ہیں چونکہ حروف مدہ مد کے لئے بمنزلہ جڑ اور بنیاد کے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو مد کا وجود ہی نہیں ہو سکتا اور مد فرعی مد اصلی پر مد کی ایسی زائد مقدار کا نام ہے جیسے تنا اور شاخ جڑ پر زائد ہوتے ہیں اس لئے اول کو مد اصلی اور ثانی کو مد فرعی کہتے ہیں پس جس طرح شاخ کا وجود جڑ کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح مد فرعی کا وجود بھی مد اصلی کے وجود کے بغیر نہیں ہوتا اسی لئے اس کو مد زائد سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور جس طرح جڑ شاخ کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اسی طرح مد صلی بغیر مد فرعی کے پائی جا سکتی ہے (۷) اور مد فرعی کی تفصیلی قسمیں نو ہیں (۱) مد متصل (۲) مد منفصل (۳) مد لازم کلمی مخفف (۴) مد لازم کلمی مثقل (۵) مد لازم حرفی مخفف (۶) مد لازم حرفی مثقل (۷) مد لازم لین (۸) عارض وقفی (۹) مد لین عارض۔ اور ان نو قسموں کو اجمالاً صرف چار ناموں سے تعبیر کر سکتے ہیں (۱) واجب (۲) جائز (۳) لازم (۴) عارض (۸) قوت اور ضعف کے اعتبار سے مدات کے درجات یہ ہیں۔ (۱) مد لازم کی چاروں قسمیں (۲) مد متصل (۳) مد عارض وقفی (۴) مد منفصل (۵) مد لازم لین (۶) مد عارض لین۔ مد فرعی کا سب سے قوی سبب سکون اصلی پھر ہمزہ متصلہ پھر سکون عارضی پھر ہمزہ منفصلہ۔

(۱) مد متصل کی تعریف: حروف مدہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں مل کر اور جڑ کر آرہے ہوں جیسے سَوَآءٌ سُوْٓءٌ سِیْٓئَتْ یعنی توسط کی مقدار کے ساتھ بڑھا کر پڑھیں گے اور توسط کی مقدار کے بارے میں چار اقوال ہیں (۱) دو

(قاعدہ نمبرا) اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور یہ ہمزہ دونوں ایک کلمہ۶ میں ہوں وہاں اس مدہ کو بڑھا کرے پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں جیسے سَوَآءٌ سُوْٓءَ اِبِیۡٓئَتْ اور اس کا نام مدمُتَّصِلْ ہے اور اس کو مدواجب۸ بھی کہتے ہیں اور مقدار اس کی تین الف۹ یا چار الف ہے اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ نمبرا کے قاعدہ میں لکھا گیا ہے پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بندھ کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جاوے گا مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروف مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً جَآءَ میں اگر مدنہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے سواس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار ہوگی۔

الف (۲) ڈھائی الف (۳) تین الف (۴) چار الف اور توسط اس لئے کہ حروف مدہ ضعیف اور ہمزہ قوی ہے اور اس قوت وضعف کی وجہ سے کلمہ میں ثقل آ جاتا ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لئے توسط کرتے ہیں۔

۸ اسکو مدمتصل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرف مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں مل کر اور جڑ کر آتے ہیں اور واجب اس لئے کہتے ہیں کہ تمام قراءات اور روایات میں اس کا کرنا واجب اور ضروری ہے۔

۹ یاد رہے کہ الف کبھی دو حرکت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی ایک حرکت کے معنی میں ہوتا ہے اور یہاں الف بمعنی ایک حرکت ہے لہٰذا مصنف رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت مقدار اس کی تین الف یا چار الف ہے اور چوتھی سطر کی عبارت تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے سے مدمتصل کی دو مقداریں نکلتی ہیں (۱) ڈھائی الف چونکہ تین الف یعنی تین حرکت اور مد اصلی کی مقدار جمع کرنے سے کل مقدار ڈھائی الف ہوئی (۲) تین الف' کیونکہ چار الف یعنی چار حرکت' اور مد اصلی کی مقدار جمع کرنے سے کل مقدار تین الف ہوئی۔ البتہ جب مدمتصل کے ہمزہ پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے تو طول تین الف' چار الف یا پانچ الف کے برابر اولیٰ ہے اس لئے کہ ہمزہ کے ساتھ سکون مل کر مد کا سبب قوی ہو جاتا ہے اور توسط دو الف یا ڈھائی الف یا تین الف یا چار الف کے برابر جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں سبب اصلی یعنی ہمزہ کا الغاء اور سبب عارضی یعنی سکون وقفی کا اعتبار لازم آتا ہے حالانکہ سکون وقفی ہمزہ کے مُقابلہ میں کمزور سبب ہے اور اگر وقف بالروم کریں تو صرف توسط ہی

(قاعدہ نمبر۲) اگر حروف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں[10] بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرف مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو وہاں بھی اس مدہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ[11] پڑھیں گے جیسے اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ' اَلَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ' قَالُوۡۤا اٰمَنَّا' مگر یہ مد اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ[12] پڑھیں گے اور اس کو مد منفصل اور مد جائز[13] بھی کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف ہے جیسے متصل کی تھی اور دونوں کی اگر الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح[14] پڑھے جاتے ہیں۔

ہوگا کیونکہ اس صورت میں حرف موقوف علیہ متحرک ہوتا ہے۔

[10] مد منفصل کی تعریف: حرف مدہ اور ہمزہ جدا ہو کر دو کلموں میں اس طرح آ رہے ہوں کہ حرف مدہ پہلے کلمہ کے اخیر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ' اَلَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ' قَالُوۡۤا اٰمَنَّا [11] یعنی توسط کی مقدار کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔[12] اس لئے کہ اس صورت میں ہمزہ حرف مد سے جدا ہوتا ہے اور یہ مد ہمزہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔[13] اس کو منفصل اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف مد پہلے کلمہ کے اخیر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں جدا ہو کر آتا ہے اور روایت حفصؒ میں بطریق جزریؒ اس مد میں توسط اور قصر دونوں جائز ہیں اسی لئے اس کو مد جائز بھی کہتے ہیں[14]۔ ایک ہی طرح سے مراد یہی ہوسکتی ہے کہ دونوں کی مقدار مد ایک ہی طرح ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ادا ہونے میں تو سب مدیں ایک ہی طرح کی ہیں یہ دونوں مد بھی اور آئندہ آنے والے مد بھی پس یہاں ایک ہی طرح کو بمعنی مقدار ہی سمجھنا چاہئے۔

مد متصل اور مد منفصل میں فرق: (۱) مد متصل میں حرف مدہ اور ہمزہ ایک کلمہ میں اور مد منفصل میں حرف مدہ اور ہمزہ الگ الگ کلموں میں ہوتے ہیں۔ (۲) مد متصل وصلاً وقفاً ہوتا ہے اور مد منفصل میں وصلاً دو وجہیں (توسط اور قصر) ہیں اور وقفاً مد نہیں ہوتا (۳) مد متصل میں ہمزہ بسرا عین ہوتا ہے سوائے السوای کے اور مد منفصل میں بشکل الف ہوتا ہے سوائے هٰٓؤُلَآءِ کے (۴) مد متصل میں مد کا نشان بڑا ہوتا ہے اور مد منفصل میں باریک اور چھوٹا ہوتا ہے۔

(قاعدہ نمبر۳) ۱۵؎ اگر ایک کلمہ میں ۱۶؎ حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہوا ہو جیسے الٰٓـٔـنَ اس میں اول حرف ہمزہ ہے دوسرا حرف الف اور وہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب نہیں ہے چنانچہ اس پر وقف ۱۷؎ نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے تو ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام مدلازم ہے اور اس کی مقدار میں ۱۸؎ تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مخفف ۱۹؎ کہتے ہیں۔

---

(۵) مد متصل قوی اور مد منفصل ضعیف ہوتا ہے ۱۵؎ مدلازم کلمی مخفف کی تعریف۔ ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی اور لازمی ہو یعنی وقف کی وجہ سے نہ ہو مثلاً آلْـٔـٰنَ (ابدال والی وجہ پر) اور روایت حفص میں اس کی یہی ایک مثال ہے ۱۶؎ حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں ایک کلمہ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر حرف مدہ کے بعد ساکن حرف دوسرے کلمہ میں ہوگا تو وہاں یہ مد نہ ہوگا بلکہ وہاں تو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی بنا پر سرے ہی سے حرف مدہ حذف ہو جائے گا مثلاً اَوْ فی الکَیل، و استبقاالباب، تَعْدِلو ااعدلوْا وغیرہ۔

۱۷؎ سکون اصلی اور سکون عارضی کا فرق سمجھانے کے لئے یہ بات فرمائی ہے ورنہ لام پر وقف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وقف درمیان کلمہ پر جائز نہیں ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے۔

۱۸؎ مگر یاد رہے کہ یہاں حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ایک الف سے دو حرکات مراد لی ہیں۔ گویا تین الف سے بقدر چھ حرکات ہوگا اس سے کم میں طول نہیں ہوتا اور جمہور کے نزدیک مدلازم کی چاروں قسموں کی مقدار میں بھی طول علی التساوی ہے اور طول اس لئے ہوتا ہے کہ اجتماع ساکنین فی کلمۃ ثقالت کا سبب ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لئے طول کیا جاتا ہے۔

۱۹؎ لازم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا سبب سکون لازمی ہوتا ہے نیز مخفف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف مد کے بعد والا حرف جس کی وجہ سے یہ مد ہوتا ہے محض ساکن پڑھا جاتا ہے نہ کہ مشدد بھی۔

(قاعدہ نمبر۴) ۲۰؎ اگر ایک کلمہ میں ۲۱؎ حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے اس مدہ پر بھی مد ۲۲؎ ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مُثقّل ۲۳؎ کہتے ہیں۔

(قاعدہ نمبر۵) بعض سورتوں کے اول میں جو بعضے حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے الم یعنی الف لام میم ان کو حرف مقطعہ ۲۴؎ کہتے ہیں ان میں ایک تو خود الف ہے اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ ۲۵؎ نہیں اور اس کے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جن

۲۰؎ مد لازم کلمی مثقل کی تعریف: ایک کلمہ میں حرف مد کے بعد کوئی حرف مشدد ہو مثلاً ضَآلِّیْنَ۔

۲۱؎ اس مد میں ایک کلمہ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر حرف مدہ کے بعد دوسرے کلمہ میں کوئی حرف مشدد آئے گا تو وہاں یہ مد نہ ہوگا بلکہ اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے سرے سے ہی وہ حرف مدہ حذف ہو جائے گا مثلاً وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ مُلٰقُوا اللّٰہِ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وغیرہ۔

۲۲؎ یعنی طول بقدر تین یا چار یا پانچ الف کے برابر۔

۲۳؎ اس کو مثقل اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرف مدہ کے بعد والا حرف جس کی وجہ سے یہ مد پیدا ہوتا ہے مشدد پڑھا جاتا ہے اور مشدد و مثقل کا مطلب ایک ہی ہے۔

۲۴؎ ان کو مقطعات اس لئے کہتے ہیں کہ مقطعات کے معنی میں قطع کئے ہوئے' جدا کئے ہوئے اور یہ حروف بھی کٹے کٹے اور الگ الگ پڑھے جاتے ہیں اور ان سے کلمات مرکب نہیں ہوتے اور یہ حروف کل چودہ ہیں جو اس مجموعہ میں جمع ہیں مَنْ قَطَعَکَ صِلْہُ سُحَیْرًا (اور اس کے معنی یہ ہیں جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے صبح سویرے یعنی بہت جلدی صلہ رحمی کر)

۲۵؎ کیونکہ الف کے تلفظ میں تین حرف ہیں ہمزہ' لام' فا' تینوں میں سے کوئی بھی حرف مد نہیں لہذا مد کی بحث سے خارج ہے کیونکہ محل مد ہی موجود نہیں۔

میں تین ۲۶ حرف ہیں جیسے لام میم قاف نون اور ایک وہ جن میں دو حرف ۲۷ ہیں جیسے طا' ھا سو جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو مد حرفی کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کی مد کو مد حرفی ۲۸ مثقل کہتے ہیں جیسے الم میں لام کو جب میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید ۲۹ پیدا ہوتی ہے اور جن میں تشدید نہیں ہے انکے مد کو مد حرفی مُخفّف ۳۰ کہتے ہیں۔..................

---

۲۶ یعنی جن حروف کے نام پڑھتے وقت تین تین حروف آتے ہیں ایسے حروف آٹھ ہیں جو کم عسل نقص میں جمع ہیں۔ ان میں سے سات حروف میں بیچ کا حرف مدہ ہے جیسے سین اور تیسرا حرف سب میں ساکن ہے اور ایک حرف عین ہے اس میں بیچ کا حرف لین ہے جیسے کٓهٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓعٓسٓقٓ اور تیسرا حرف ساکن ہے (اس کا بیان اسی قاعدہ نمبر ۵ کے تنبیہ نمبر ا میں آ رہا ہے) اس لئے ان آٹھ حرفوں میں سکون لازم کی وجہ سے مد ہوگا۔

۲۷ اور یہ پانچ حروف ہیں جو حَیٌّ طَهُرَ میں جمع ہیں ان میں فقط مد اصلی ہے جیسے حا نہ کہ مد فرعی اور زائد بھی اس لئے کہ ان میں فقط محل مد پایا جاتا ہے نہ کہ سبب مد بھی۔

۲۸ مختصر تعریف یوں یاد کیجئے کہ تین حرفی مقطعات میں حروف مدہ کے بعد مشدد حرف ہو یا تشدید ہو تو اس مد کو طول یعنی تین یا چار یا پانچ الف کی مقدار کے ساتھ پڑھا جائے۔

۲۹ میم ساکن کے قواعد میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ میم ساکن کے بعد اگر میم ہو تو وہاں ادغام ہوگا اور ادغام کی وجہ سے میم مشدد ہو جائے گا اسی قاعدہ کے مطابق لام کی میم کا' میم کی پہلی میم میں ادغام ہوا اور تشدید پیدا ہوئی اسی طرح طٰسٓمٓ کہ اصل میں طَا سِیْن مِیْم ہے یَعْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق نون کا میم میں ادغام ہو کر تشدید پیدا ہوگئی ہے اور اس طرح سین میں مد لازم حرفی مثقل پایا گیا ہے۔

۳۰ مد لازم حرفی مخفف کی تعریف: تین حرفی مُقَطَّعَات میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی اور لازمی ہو تو اس مد کو طول یعنی تین یا چار یا پانچ الف کی مقدار کے ساتھ پڑھا جائے۔

جیسے آلم میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ۳۱ ہے۔

(تنبیہ نمبرا:) تین حرفی مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے جیسے میم میں ی مدہ ہے اور اس کے بعد میم ساکن ہے اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لام میں الف مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدد ۳۲ ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں مد ہوتا ہی ہے تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ ۳۳ کے موافق ہے البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ۳۴ ہے جیسے کھیعص میں ع ۳۵ ہے وہاں مد ہونا اس عام قاعدہ کے موافق نہیں ۳۶ ہے اور اسی واسطے

---

۳۱ اسی طرح الٓرٰ کے لام میں اور اسی طرح نون، صاد میں مد لازم حرفی مخفف ہے۔

۳۲ جیسے الم میں پہلی میم مشدد ہے۔

۳۳ یعنی مد لازم کے عام قاعدہ کے موافق کیونکہ ان سب میں حرف مدہ کے بعد سکون لازم پایا جارہا ہے اور یہی تعریف ہے مد لازم کی کہ حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسا کہ گزرا۔

۳۴ جب مدہ نہیں ہے تو ظاہر ہے لین ہی ہوگا پس جس طرح سبب مد دو ہیں یعنی ہمزہ اور سکون اسی طرح محل مد بھی دو ہیں یعنی حرف مد اور لین مگر چونکہ سکون بنسبت ہمزہ کے قوی سبب ہے اس لئے یہ تو دونوں موقعوں میں سبب بنتا ہے۔ حرف مد میں بھی اور حرف لین میں بھی اور ہمزہ چونکہ اس درجہ کا قوی نہیں اس لئے یہ حرف مد میں تو سبب بنتا ہے اور حرف لین میں نہیں بنتا کیونکہ حرف لین مد کا ضعیف محل ہے اور اس میں مدیت کا سبب وہی بن سکتا ہے جو خود قوی ہو۔ خوب سمجھ لو۔

۳۵ مد لازم لین سارے قرآن مجید میں صرف ایک ہی لفظ میں پایا گیا ہے اور وہ لفظ عین ہے جو دو جگہ آیا ہے یعنی سورہ مریم اور سورہ شوریٰ کے حروف مقطعات میں بس اس لفظ کے سوا اور کسی کلمہ میں مد لازم لین نہیں پایا گیا اور رَأْيَ الْعَيْنِ جو سورۃ ال عمران کے رکوع نمبر۲ میں ہے چونکہ اس کے نون کا سکون عارضی ہے اس لئے اس میں مد لین عارض ہے اور چونکہ حرف لین میں مد کا سبب ہمزہ نہیں بنتا اس لئے فالقوا الی اللہ اور ابنی ادم جیسے کلمات میں مد نہیں ہوگا۔

۳۶ کیونکہ مد لازم کا عام قاعدہ یہ ہے کہ سکون لازم حرف مدہ کے بعد ہو اور یہاں حرف لین کے بعد ہے خوب سمجھ لو۔

اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے لیکن افضل ۳۷ یہی ہے کہ مد کریں اور اس مد کو لازم لین کہتے ہیں۔

(تنبیہ نمبر ۲:) جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا نہ کرنا ۳۸ دونوں جائز ہیں جیسے سورہ آل عمران میں الم کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر ۳۹ پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔..................

---

۳۷ مد سے مراد طول وتوسط ہے اور مد نہ کرنے سے مراد قصر ہے پس اس میں تین وجہ جائز ہیں لیکن طول افضل اور اولیٰ ہے اس لئے کہ مد فرعی کا سبب سکون اصلی اور لازمی پایا جارہا ہے نیز یہ کہ اس سے تمام حروف مقطعات کی مقدار مد بالکل یکساں رہتی ہے اس کے بعد توسط کا درجہ ہے اس لئے کہ اس میں حرف مد کے ماقبل مخالف حرکت یعنی زبر ہے اور قصر اس کے لئے کہ سکون کا اعتبار ہی نہیں کیا اور قصر نہایت ضعیف ہے نیز یاد رہے کہ مد لازم لین کی مقدار مد مدہ کی مقدار سے کسی قدر کم ہے اور ہمارے مشائخ کے یہاں قصر والی وجہ معمول و مروّج نہیں ہے۔

۳۸ اس عبارت کا تعلق سورۃ آل عمران کے شروع میں الٓـمّٓ سے ہے اس کو مابعد سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں میم پر اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے زبر آجاتی ہے۔ کیونکہ میم لازم السکون ہے اور لازم السکون کو آسان ترین حرکت دی جاتی ہے لہذا میم کو زبر دی جائے گی اور کسرہ دینا جائز نہیں کیونکہ توالی کسرات یعنی بہت سے کسروں کا جمع ہونا لازم آئے گا۔ (۱) شروع والی میم کا کسرہ (۲) یا مدہ دو کسروں کے قائم مقام ہوتی ہے (۳) آخر والی میم کا کسرہ ان کسرات سے ادا میں ثقل پیدا ہوا جائے گا۔

۳۹ الم کی کل پانچ صورتیں بنتی ہیں (۱) الم کی میم پر وقف جیسے الم ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ جائز ہے (۲) الم کی میم پر سکتہ جیسے الم ۝ سکتہ اَللّٰه لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ یہ صورت ناجائز ہے (۳) وصلاً الم کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں سکون لازمی کا اعتبار کرتے ہوئے طول جیسے اَلِفْ لَآمْ مِیْمَ ۝ اَللّٰهُ یہ جائز ہے (۴) وصلاً الم کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں توسط جیسے اَلِفْ لَآمْ مِیْمَ ۝ اَللّٰـهُ یہ ضعیف اور غیر معمول بہ ہے (۵) وصلاً الم کی میم پر زبر اور یاء مدہ میں حرکت عارضی کا اعتبار کرتے ہوئے قصر جیسے اَلِفْ لَآمْ مِیمَ ۝ اَللّٰهُ یہ جائز ہے اور بعض لوگ وصل کی صورت میں یائے مدہ کے بعد والے میم کو مشدد پڑھتے ہیں جو بالکل غلط اور نادرست ہے۔

(قاعدہ نمبر ۶) ؎۱ اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ نمبر ۳ کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ پر ؎۱ اور اس کو مد وقفی ؎۲ اور مد عارض بھی کہتے ہیں اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو طول بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو توسط کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ ؎۳ کریں یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ سوم دیکھو) اس کو قصر کہتے ہیں اور اس میں افضل طول ؎۴ ہے پھر توسط پھر قصر اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی

؎ مد عارض وقفی کی تعریف: حرف مدہ کے بعد سکون عارضی ہو یعنی وقف کے سبب سے ساکن ہو جیسے رَجِيْمْ ٥ تَعْلَمُوْنْ ٥

؎۱ چنانچہ اس کا نون صرف بحالت وقف ساکن پڑھا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں متحرک ادا ہوتا ہے پس ایسا سکون جو وقف کی وجہ سے ہو سکون عارض کہلاتا ہے جیسے الرَّجِيْمْ ٥ تَفْعَلُوْنْ ٥

؎۲ کیونکہ یہ مد اس سکون کی وجہ سے ہوتا ہے جو وقف کی وجہ سے عارض ہوتا ہے اور وقفی کہنے کی وجہ بھی اسی سے معلوم ہو گئی۔

؎۳ یعنی مد فرعی بالکل نہ کریں اور یہاں مد نہ کرنے سے یہی مراد ہے کیونکہ مد اصلی جس کی مقدار ایک الف ہے وہ تو ہر حال میں ضروری ہے اس لئے کہ اس کے ادا نہ ہونے سے تو حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی اور قصر بھی اسی کو کہتے ہیں کہ صرف مد اصلی ہی کیا جائے اور فرعی بالکل نہ کیا جائے اور متن میں جو تنبیہ سوم کا حوالہ دیا گیا ہے تو وہ بھی اسی لئے کہ اس میں مد اصلی اور فرعی کا فرق سمجھایا گیا ہے۔

؎۴ پس مد عارض وقفی میں طول توسط قصر تینوں وجہ جائز ہیں اس بنا پر کہ سکون عارضی کو سکون اصلی کا درجہ دے کر طول اختیار کر لیا تا کہ دو ساکنوں میں کامل درجہ کی جدائی ہو جائے اور توسط اس بنا پر کہ سکون اصلی اور سکون عارضی میں فرق ہو جائے اور قصر اس بنا پر کہ سکون عارضی کا اعتبار ہی نہیں کیا۔ یاد رہے کہ وقف بالروم کی حالت میں صرف قصر ہو گا کیونکہ

کے موافق کرتے چلے جاؤ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ ۴۵ یہ بدنما ہے اور یہ مد بھی مد جائز ۴۶ کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ۴۷ ہوتا جیسے بعضے لوگ غَفُوْراً شَکُوْراً پر وقف کر کے مد کرتے ۴۸ ہیں جو بالکل غلط ہے۔

مد فرعی کا سبب سکون نہیں رہا۔ البتہ وقف بالاشمام میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں۔

۴۵ مطلب یہ ہے کہ جب مد عارض کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہئے یعنی اگر پہلی جگہ طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی طول کیا جائے اور اگر پہلی جگہ توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی توسط کیا جائے اور اگر پہلی جگہ قصر کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی قصر کرنا چاہئے یہ نہ ہو کہ پہلی جگہ طول کرے دوسری جگہ توسط کرے اور تیسری جگہ قصر کرے کہ یہ بات نہایت قبیح اور بدنما ہے اور قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے اور جیسا کہ طول' توسط' قصر میں تساوی اور توافق ہونا چاہئے ایسا ہی مقدار طول' توسط میں بھی برابری اور توافق کا خیال رکھنا چاہئے یعنی اگر پہلی جگہ تین الفی طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی تین الفی طول کرے اور اگر پہلی جگہ چار الفی طول کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی چار الفی طول کرے اسی طرح اگر پہلی جگہ دو الفی توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی دو الفی توسط کرے اور اگر پہلی جگہ ڈھائی الفی توسط کیا ہے تو دوسری تیسری جگہ بھی ڈھائی الفی توسط کرے۔ علیٰ ہذا۔

۴۶ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر ۵ میں معلوم ہو چکا ہے کہ مد فرعی کی اجمالی قسمیں چار ہیں واجب جائز' لازم' عارض' پس مد جائز کی دو قسمیں (۱) مد منفصل (۲) مد عارض وقفی پھر مد منفصل کو مد جائز کہنے کی وجہ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر ۱۳ میں گزر چکی ہے اور مد عارض کو مد جائز کہنے کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ اس میں طول' توسط اور قصر تینوں جائز ہیں جیسے کہ حاشیہ نمبر ۴۴ میں گزرا۔ دوم یہ کہ یہ مد صرف وقفاً ہوتا ہے نہ کہ وصلاً بھی۔

۴۷ یعنی اگر کسی جگہ حرف مدہ پر وقف ہو مثلاً تَعُوْلُوْا ۝ حَكِيْمًا ۝ جَنَّتِيْ ۝ وغیرہ تو وہاں یہ مد عارض وقفی نہ ہوگا اس لئے کہ مد عارض وقفی کا سبب یعنی سکون نہیں پایا گیا۔ البتہ صرف مد اصلی ہوگا۔

۴۸ اسی طرح حروف مدہ موقوفہ کے بعد ہمزہ یا ہا کے پیدا کرنے سے بچنا چاہئے جیسے شَكُوْرَاءُ ۝ یا شَكُوْرَاہُ ۝

(تنبیہ نمبرا:) ۴۹؎ مد عارض جس طرح مدہ پر جائز ہے اسی طرح لین ۵۰؎ پر بھی جائز ہے یعنی واوَ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یا ساکن جس سے پہلے زبر ہو (دیکھو لمعہ نمبر ۵ صفت نمبر ۱۳) جیسے وَالصَّیْف پر یا مِنْ خَوْف پر وقف کریں اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی مگر اس میں افضل ۵۱؎ قصر پھر توسط پھر طول اور اس مد کو مد عارض لین ۵۲؎ کہتے ہیں۔

(تنبیہ نمبر ۲:) حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ (لمعہ نمبر ۱۱ قاعدہ نمبر ۵ تنبیہ نمبرا) میں بھی گزرا ہے دیکھ لو کیونکہ وہاں حروف مقطعہ میں سے جو عین ہے اس کی یاء ۵۳؎ حرف لین ہے۔

۴۹؎ مد عارض لین کی تعریف: حروف مقطعات کے علاوہ حرف لین کے بعد سکون عارضی اور وقفی ہو تو اس میں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہیں اور وقف بالاشمام میں بھی یہ تینوں جائز ہیں البتہ وقف بالروم میں صرف قصر ہوگا جیسے لَانَوْمo شَیْءٍo

۵۰؎ یعنی جس طرح مدہ کے بعد سکون عارضی اور وقفی کے آنے سے مد عارض ہوتا ہے اسی طرح حرف لین کے بعد سکون عارضی کے آنے سے بھی مد عارض ہوتا ہے کیونکہ حرف لین کو حرف مد کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت حاصل ہے۔

۵۱؎ اس لئے کہ حرف لین صحیح حرف کے قائم مقام ہے نیز اس لئے کہ ماقبل کی حرکت مخالف ہے اور توسط اس لئے تاکہ محل مد یعنی حروف مدہ اور حروف لین اور سبب مد دونوں کی رعایت ہو جائے۔ نیز اس لئے کہ عارض وقفی اور عارض لین میں فرق ہو جائے اور طول اس لئے کہ مد فرعی کا سبب موجود ہے نیز اس لئے کہ سبب مد یعنی سکون کی قوت کا لحاظ ہو جائے ہاں ایک باریک فرق اور یاد رکھنا چاہئے وہ یہ کہ لین کے قصر کی مقدار مدہ کے قصر کی مقدار سے کم ہوتی ہے اور وجہ اس کی بھی وہی ہے کہ حرف لین کی ذات میں مدیت و درازی نہیں بخلاف مدہ کے کہ اس کی ذات میں ہی مدیت موجود ہے۔

۵۲؎ اس لئے کہ حرف لین کے بعد سکون وقفی اور عارضی پایا جا رہا ہے نہ کہ اصلی و لازمی اسی لئے اس کو مد لین وقفی بھی کہتے ہیں واللہ اعلم۔

۵۳؎ مگر فرق اتنا ہے کہ اس کا مد لین لازم ہے کیونکہ وہ سکون لازم کی وجہ سے ہوتا ہے اور خَـوْف وغیرہ کا لین عارض ہے کیونکہ یہ سکون عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(تنبیہ نمبر۳:) یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی ۵۴ کہلاتی ہیں یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ۵۵ ہے اور اس کو ذاتی ۵۶ اور طبعی بھی کہتے ہیں یعنی الف اور واوٗ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ (قاعدہ نمبر۷) یہ قاعدہ حروف مدہ سے صرف الف ۵۷ کے متعلق ہے وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر ہو یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ نمبر۵ صف نمبر۵ میں گزر چکا ہے یا حرف راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جاوے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف کو بھی موٹا پڑھیں گے۔..................

---

۵۴ کیونکہ مد فرعی کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ پایا جائے اور حرف لین کے بعد صرف سکون پایا جائے اور مذکورہ بالا تمام قسموں میں ان میں سے ایک نہ ایک سبب حرف مدہ یا حرف لین کے بعد ضرور پایا گیا ہے۔

۵۵ حاصل یہ ہے کہ مد کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی جیسا کہ اسی لمعہ کے حاشیہ نمبر۵ کے نمبر۶ میں گزرا۔

۵۶ ذاتی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ صفت مدیت حروف مدہ کی ذات میں شامل ہے اور ادا نہ ہونے کی صورت میں زبر زیر پیش بن جائیں گے چنانچہ قَالَ قِيْلَ قُوْلُوْا میں اگر مد اصلی نہ کیا جائے تو صرف حرکات ہی رہ جائیں گے اور طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ حروف مدہ کو ایک الف کے برابر کھینچنا طبیعت سلیمہ کا تقاضہ ہے۔

۵۷ یعنی الف کے باریک اور پُر پڑھنے کے متعلق ہے یاد رہے کہ الف اپنی ادا میں مستقل حیثیت نہیں رکھتا اس لئے یہ ماقبل کے تابع ہوتا ہے لہذا حروف مستعلیہ اور مفخم لام اور را کے بعد پُر اور مستفلہ حروف کے بعد باریک پڑھا جاتا ہے اسی طرح مرقق لام اور را کے بعد بھی باریک پڑھا جاتا ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ ان حرفوں کے پُر ہونے میں بھی تفاوت ۵۸ ہے تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پُر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے سو سب سے زیادہ پُر تو اسم اللہ کا لام ہے اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضاد ان کے بعد ظا اس کے بعد قاف اس کے بعد غین اور خا ان کے بعد را (حقیقۃ التجوید) ۔

---

۵۸ تفاوت بمعنیٰ فرق ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حروف مُفَخَّمَہ کے درجات تو بیان فرما دیئے ہیں کیا ہی بہتر ہو کہ ان کے ساتھ حروف مستعلیہ کے اظہار کے اعتبار سے جو درجات بنتے ہیں وہ بھی یاد کر لئے جائیں اور وہ یہ ہیں (۱) حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو جیسے طَآئِ (۲) حرف مفخم مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو جیسے اِنْطَلِقُوْا (۳) حرف مفخم مضموم ہو جیسے مُحِیْطٌ (۴) حرف مفخم مکسور ہو جیسے ظِلٍّ قِرْطَاسٍ (۵) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہوتا ہے اور ساکن کے تین درجات ہیں (۱) ساکن مفخم جس کے ماقبل مفتوح ہو جیسے یَقْطَعُوْنَ (۲) ساکن مفخم جس کے ماقبل مضموم ہو جیسے یُرْزَقُوْنَ (۳) ساکن مفخم ماقبل جس کے مکسور ہو جیسے مِرْصَادًا۔

﴿بارھواں لمعہ﴾

(ھمزہ کے قاعدوں میں ا)

اس کے بعضے قاعدے تو بدون عربی [۲] پڑھے سمجھ میں نہیں آ سکتے اس لئے صرف دو موقع کے قاعدے لکھے دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت [۳] ہے۔

(قاعدہ نمبر ا) چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں ہے ءَ اَعْجَمِیٌّ [۴] سو اس کا دوسرا ہمزہ

﴿حواشی بارھواں لمعہ﴾ [۱] مصنف رحمۃ اللہ علیہ صفات عارضہ کے آٹھ حروف (اویرملان) میں سے ہمزہ کے علاوہ باقی سات حروف کے قواعد ساتویں لمعہ سے گیارھویں تک کے پانچ لمعات میں بیان فرما چکے ہیں اب اس بارھویں لمعہ میں آٹھویں حرف یعنی ہمزہ کے قواعد بیان فرما رہے ہیں [۲] مثلاً ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا جیسے فَلَمَّآ اَلْقَوْا ، فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اور کہیں حذف ہو جانا جیسے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، فِی الْاَرْضِ وغیرہ اور کہیں بالکل حرف مد سے بدل جانا مثلاً اٰنَسَ جو اصل میں ءَاْنَسَ تھا وغیرہ وغیرہ یہ قواعد بغیر عربی پڑھے سمجھ میں اس لئے نہیں آ سکتے کہ ہمزہ کے قاعدوں کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پہلے ہمزہ کی اقسام اور اس کے احکام کو جاننا ضروری ہے یعنی یہ کہ ہمزہ اصلی کونسا ہے اور ہمزہ زائد کونسا ہے نیز ہمزہ قطعی کونسا ہے اور وصلی کونسا ہے [۳] ضرورت تو ان قواعد کی بھی ہے جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ان کی ضرورت ان مذکورہ قواعد سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ قرآن مجید میں بہت جگہ آئے ہیں لہذا یہاں ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ ان دو موقعوں میں پڑھنے والوں کو قاعدہ کے موافق یاد نہیں ہوتا اس لئے قاعدہ جاننے کی ضرورت ہوتی ہے بخلاف ان دوسرے مواقع کے کہ ان میں اکثر و بیشتر قاعدہ کے موافق یاد ہوتا ہے اور غلطی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اس لئے ان کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی [۴] اولاً یہ سمجھو کہ ہمزہ کی دو قسمیں ہیں (ا) اصلی (۲) زائد (ا) ہمزہ اصلی اسے کہتے ہیں جو وزن کرنے میں فا' عین' لام کلمہ کے مقابلہ میں آئے جیسے اَمَرَ، سَئَلَ، قَرَءَ (۲) ہمزہ زائد اسے کہتے ہیں جو وزن کرنے میں فا' عین' لام کلمہ کے مقابلہ میں نہ ہو جیسے اِجْتَنَبَ اَکْرَمَ ' پھر ہمزہ زائد کی بھی دو قسمیں ہیں (ا) قطعی' جو وصل اور ابتداء کی حالت میں ثابت رہتا ہے

(۲) وصلی؛ جو صرف ابتداء یا اعادہ کی حالت میں ثابت رہتا ہے اور وصل کی حالت میں حذف ہو جاتا ہے اب سمجھو کہ دو ہمزوں کے ایک کلمہ میں جمع ہونے کے پانچ قاعدے ہیں (قاعدہ نمبر۱) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں دونوں متحرک ہوں دونوں قطعی ہوں۔ ان کی تین قسمیں ہیں (۱) دونوں مفتوح ہوں جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ (۲) پہلا مفتوح دوسرا مکسور ہو جیسے ءَاِنَّکَ (۳) پہلا مفتوح دوسرا مضموم ہو جیسے ءَاُنْزِلَ ان کا حکم یہ ہے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف طور سے پڑھے جائیں گے سوائے ءَاَعْجَمِیٌّ کے ہمزہ کے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل واجب ہے (قاعدہ نمبر۲) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا استفہامی مفتوح دوسرا وصلی مفتوح ہو اس کا حکم یہ ہے کہ دوسرے ہمزہ میں تسہیل جائز ہے اور ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے اور حذف کرنا جائز نہیں اس لئے کہ انشاء کا خبر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور یہ چھ جگہ ہے اٰلْئٰنَ دو جگہ سورہ یونس کے پانچویں اور نویں رکوع میں ءٰالذّٰکَرَیْنِ دو جگہ سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں اٰللّٰهُ دو جگہ ایک سورہ یونس کے چھٹے رکوع میں دوسرا سورہ نمل کے پانچویں رکوع میں (قاعدہ نمبر۳) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا استفہامی مفتوح دوسرا وصلی مکسور ہو جیسے اَسْتَكْبَرْتَ، اَطَّلَعَ اصل میں ءَاِسْتَكْبَرْتَ، ءَاِطَّلَعَ تھے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے دوسرے ہمزہ کو حذف کرنا واجب ہے (قاعدہ نمبر۴) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا قطعی متحرک دوسرا اصلی ساکن ہو جیسے اٰمَنُوْا، اِیْمَانًا اصل میں ءَاْمَنُوْا، اِئْمَانًا تھے اس کا حکم یہ ہے کہ دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے بدلنا واجب ہے (قاعدہ نمبر۵) دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا وصلی متحرک دوسرا اصلی ساکن ہو جیسے اُوْتُمِنَ اِیْتُوْنِیْ اصل میں اُؤْتُمِنَ اِئْتُوْنِیْ تھے حکم یہ ہے کہ ابتدا کی حالت میں دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے بدلنا واجب ہے اور وصل کی حالت میں پہلا ہمزہ حذف ہو جائے گا اور ابدال درست نہ ہوگا اور دوسرا ہمزہ تحقیق سے پڑھا جائے گا۔ جیسے الَّذِی اؤْتُمِنَ فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ وغیرہ (فائدہ) ہمزہ وصلی کی حرکت: (۱) حرفوں میں سے لام تعریف کا ہمزہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ (۲) اسم کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے اور اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) اسم سماعی اور یہ سات ہیں اِسْمٌ، اِبْنٌ، اِبْنَةٌ، اِمْرُءٌ، اِمْرَءَةٌ، اِثْنَانِ، اِثْنَتَانِ (۲) اسم قیاسی (یعنی مصدر) باب افعال کے علاوہ ثلاثی مزید فیہ رباعی مزید فیہ اور ملحق بہ رباعی کے تمام مصادر کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے (۳) افعال میں سے ثلاثی مجرد کے امر حاضر اور ثلاثی مزید فیہ رباعی مزید فیہ اور ملحق بہ رباعی کی ماضی معروف ماضی مجہول اور امر حاضر کے تمام صیغوں کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے۔

ذرا نرم[5] کر کے پڑھو۔ اس کو تسہیل[6] کہتے ہیں۔

(قاعدہ نمبر۲) سورہ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بئس کے سین پر تو زبر پڑھو اور اس کو بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر[7] دے کر بعد کے سین سے ملا دو پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو.........

خلاصہ یہ ہے کہ اَلْاِسْمُ کے لام سے آگے پیچھے.......................

اگر ہمزہ سمیت تیسرے حرف پر پیش اصلی ہو تو

ہمزہ بھی مضموم ہوگا اور اگر ہمزہ سمیت تیسرے حرف پر پیش اصلی نہیں یا زیر یا زبر ہے تو ہمزہ مکسور ہوگا جیسے اِنْتِقَامْ اُجْتُثَّتْ، اِضْرِبْ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ اور اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا، اِیْتُوْا میں چونکہ ضمہ عارضی ہے کیونکہ یہ اصل میں اِمْشِیُوْا اِتَّقِیُوْا ایتیوا تھے پھر یاء پر ضمہ چونکہ ثقیل تھا اس لئے ماقبل حرف کے کسرہ کو زائل کر کے یہ ضمہ اس کی طرف منتقل کر دیا اور پھر اجتماع ساکنین ۔۔۔۔۔۔ کی وجہ سے یاء حذف ہوگئی اور موجودہ صورت بن گئی۔ اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[5] یعنی اس طرح کہ نہ تو تحقیق والے ہمزہ کی طرح قوی اور سخت ادا ہو اور نہ اتنا نرم کہ بالکل الف ہی سے بدل جائے بلکہ دونوں کی درمیانی کیفیت پر ادا ہو۔

[6] اس کے لغوی معنی یہ ہیں آسان کرنا نرم کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت سے پیدا ہونے والے حرف علت کے درمیان ادا کرنا اور گو تسہیل ءَاَعْجَمِیٌّ کے ہمزہ کے سوا تین اور کلموں میں بھی ہے جیسا کہ وہ کلمات اوپر مذکور ہوئے لیکن چونکہ وہاں تسہیل کے ساتھ ابدال بھی جائز ہے بلکہ ابدال اولیٰ ہی ہے اور عام طور پر عمل ابدال پر ہی ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کلموں کو بیان نہیں فرمایا ہے۔

[7] لام پر جو یہ کسرہ آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل کی روح سے بِئْسَ الْاِسْمُ تھا پس ال کے لام اور اسم کی سین ان دونوں میں اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ (یعنی دو ساکنوں کے جمع ہونے) کی صورت میں پیدا ہوئی اس بنا پر اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ کے اکثری قاعدہ کے موافق پہلے ساکن (لام) پر کسرہ آگیا رہی یہ بات کہ ابتداء اور

اعادہ کیسے کریں؟ سواس کے متعلق یہ ہے کہ اس میں اعادہ (یعنی لوٹانا) دوطرح درست ہے (۱) اَلْاِسْمُ ال کے ہمزہ وصلی سے (۲) لِاسْمُ یعنی لام سے اور پہلی وجہ اولیٰ ہے کیونکہ وہ رسم کے موافق ہے اور اجتماع ساکنین کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔ اجتماع ساکنین کی دو قسمیں ہیں ایک علیٰ حدّہٖ یعنی اپنی حالت پر دوسرے علیٰ غیر حدہ یعنی اپنی حالت کے غیر پر اجتماع ساکنین علیٰ حدّہٖ اسے کہتے ہیں کہ دو ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا مدہ ہو جیسے آٰلْئٰنَ دَآبَّۃٍ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اجتماع ساکنین وقفاً وصلاً دونوں حالتوں میں جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی (۵) صورتیں ہیں (۱) دو ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو جیسے اَلْقَدْرْ اَلْعُسْرْ .... اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اجتماع ساکنین وقفاً جائز ہے اور وصلاً دوسرے ساکن پر حرکت آجاتی ہے۔ (۳) دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوں پہلا مدہ ہو جیسے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فِی الْاَرْضِ وغیر اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے ساکن کو حذف کر دیں گے (۴) دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوں پہلا ساکن میم جمع کا ہو جیسے عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اس (میم جمع) کو ضمہ دیں گے اس لئے کہ اس کی اصلی حرکت ضمہ ہے اگر پہلا ساکن واو لین جمع کا ہو تو اس کو بھی ضمہ دینگے اور یہ صورت معتل لام کے افعال میں پیش آتی ہے چنانچہ ناقص یائی کی مثال اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ ، فَلَاتَخْشَوُا النَّاسَ ، رَاَوُا الْعَذَابَ اور لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ وغیرہ۔ ناقص واوی کی مثال دَعَوُا اللّٰہَ اس واو کو واو مدہ کی طرح حذف نہیں کیا جاتا تاکہ صیغہ واحد سے مشابہت نہ ہو جائے مثلاً اٰتَوْا اصل میں اُتَیُوْ تھا یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یا کو الف سے بدلا اور الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا اور ضمہ دینے اور کسرہ نہ دینے کی وجہ بھی یہی ہے تاکہ یہ ضمہ اپنے ماقبل کے حذف اور اس کی حرکت پر دال ہو جائے (۵) دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوں پہلا ساکن من حرف جر کا ہو تو اس کو فتحہ دیتے ہیں۔ جیسے مِنَ اللّٰہِ ایسے ہی الٓمّٓ اللّٰہُ کی میم کو وصلاً فتحہ دیں گے اس لئے کہ یہ لازم السکون ہے اور لازم السکون خفیف ترین اور آسان ترین حرکت چاہتا ہے۔ نیز یہ کہ قاعدہ کے خلاف فتحہ دینا توالی کسرات سے بچنے کے لئے ہے کیونکہ میم بھی مکسور ہے اور اِنِ امْرُؤٌ میں ایسا نہیں کیا گیا مِنْ کے مقابلے میں اِنْ کے قلیل الوقوع ہونے کی وجہ سے (۶) دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوں پہلا ساکن مدہ نہ ہو، میم جمع اور واو لین جمع نہ ہو مِنْ حرفِ جرّ اور الٓمّٓ کی میم نہ ہو تو اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ کے اکثری قاعدہ کے موافق کسرہ دینگے جیسے مَنِ ارْتَضٰی ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ ، بِئْسَ

جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت ۸ پڑھو۔

لِاسْمُ الْفُسُوْقُ وغیرہ۔

۸ ان دونوں کو بھی اور الْفُسُوقَ کے شروع میں جو ہمزہ بشکل الف لکھا ہوا ہے اس کو بھی تینوں کو نہ پڑھو جب ہی میم لام سے مل سکتا ہے جس کے ملانے کی متن میں ہدایت کی گئی۔

﴿ تیرھواں لمعہ ﴾

(وقف[1] کرنے یعنی کسی کلمہ پرٹھہرنے کے قواعد میں)

اصل[2] فن تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی' باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں علم اوقاف[3]' علم قرأت[4]' ....

﴿ حواشی تیرھواں لمعہ ﴾ [1] وقف کے لغوی معنیٰ ٹھہرنا' روکنا' منع کرنا (وقف کی تعریف) کلمہ غیر موصول کے آخری حرف پر اور کلمہ موصول کے دوسرے کلمہ کے آخری حرف پر سانس اور آواز کا توڑ دینا مثلاً دوسرے پارے میں ہے اَیۡنَ مَاتَکُوۡنُوۡا یہ کلمہ غیر موصول یعنی الگ الگ لکھا ہوا ہے اس میں این کے نون پر اور اسی طرح مَا کے الف پر وقف اضطراری کرنا صحیح اور درست ہے اور پہلے پارے میں ہے فَاَیۡنَمَاتُوَلُّوۡافَثَمَّ یہ کلمہ موصول ہے اگرچہ عربی کے اعتبار سے دو لفظ ہیں ایک اَیۡنَ اور دوسرا مَا لیکن ملا کر لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے اَیۡنَمَا کے الف پر تو وقف اضطراری صحیح ہے مگر اَیۡـنَ کے نون پر وقف صحیح نہیں [2] قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے متعلق چار علوم ہیں اور قاری مقری کے لئے ان چار علوم کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں (۱) علم تجوید (۲) علم اوقاف' (۳) علم قرأت' (۴) علم رسم خط اور ان میں سے اصل الاصول جو فرض عین کا درجہ رکھتا ہے فقط علم تجوید ہے جو مخارج الحروف وصفات الحروف کے بیان پر مشتمل ہے جن کی بحث بفضلہ تعالیٰ اوپر لکھی گئی ہے باقی علوم سو وہ اس علم کی تکمیل وتتمہ کا حکم رکھتے ہیں [3] علم اوقاف میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کہاں ٹھہرنا چاہئے؟ اور کہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے؟ اور کس کلمہ پر کس طرح ٹھہرنا چاہئے؟ اور کس طرح نہیں؟ اور فلاں کلمہ پر کس طرح وقف وابتدا کرنی چاہئے اور فلاں پر کس طرح؟ اور کہاں معنیٰ کے اعتبار سے وقف قبیح اور حسن اور تام ہے؟ اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے؟ اس لحاظ سے علم اوقاف کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک محل وقف اسکا بیان آئندہ قاعدہ نمبر۱ میں آرہا ہے دوسرے کیفیت وقف اسکا بیان آئندہ قواعد نمبر۲ نمبر۳ نمبر۴' الیٰ آخر میں آئیگا [4] علم قراءت میں یہ چیز بیان کی جاتی ہے کہ قرآنی کلمات کو وحی الٰہی نے کس کس طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے؟ مثلاً مٰلِکِ عاصم' کسائی' یعقوب اور امام خلف کی اور مَلِکِ نافع' ابن کثیر' ابوعمرو' ابن عامر

علم رسم خط ۵ چنانچہ علم اَوقاف کی ایک بحث وقف کرنے کے قواعد ہیں ۶

حمزہ اور ابو جعفر کی قراءت ہے رہا یہ سوال کہ آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ قاری تمام قراءتوں کو جانے ۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ایک ہی روایت کے اختلاف و مسائل دیکھ کر اسی کو پڑھنا' پڑھانا شروع کر دے؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ تمام قراءتوں کا جاننا اور سیکھنا اگر چہ فرض عین تو نہیں لیکن مجموعی طور پر فرض کفایہ اور شخصی طور پر مستحب و محمود ضرور ہے تاکہ کلمات قرآنیہ کی مختلف ادائیں اور متعدد طرق اور مختلف وجوہات محفوظ رہ سکیں اور اگر پوری امت ان مختلف قراءتوں کا سیکھنا سکھانا اور ان کا پڑھنا پڑھانا ترک کر دے تو اس سے قرآن مجید کے بہت سے لغات متروک ہو جائیں گے جو پوری امت کے لئے بڑی محرومی اور نقصان کی بات ہوگی اس لیے ان قراءتوں کی حفاظت بھی بلاشبہ ضروریات دین میں سے ہے علاوہ ازیں علم قراءت کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے الغرض یہ چاروں مضامین وعلوم ایک دوسرے سے متعلق ہیں کیونکہ ان سب میں زیادہ تر الفاظ قرآنیہ سے ہی بحث ہوتی ہے مگر چونکہ ان میں سے ہر مضمون وعلم ایسا ہے جس پر مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے اور یہ رسالہ چونکہ بہت ہی مختصر اور بالکل مبتدیوں کے لئے ہے اس لئے اس میں تجوید کے اکثر ضروری مسائل بقدر حاجت پہلے بارہ لمعات میں بالاختصار بیان ہو چکے ہیں اور علم قراءت کے بیان کی تو مطلقاً گنجائش نہیں اور علم رسم الخط کے متعلق جس قدر نہایت ضروری تھا اس کا ذکر اجمالاً تیرھویں لمعہ کی تنبیہ میں اور چودھویں لمعہ کے فائدہ نمبر ۱۵ میں آئے گا اور علم اوقاف کے متعلق بھی یہاں پوری تفصیل کی گنجائش نہیں تھی اس لئے مؤلف رحمتہ اللہ علیہ نے بہت ہی مختصر انداز میں نہایت ضروری اور موٹی موٹی چند باتیں بیان فرمادی ہیں اگر طلبہ ان باتوں کو بھی یاد کریں تو بہت سی غلطیوں سے محفوظ ہو جائینگے ۵ علم رسم الخط میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس کلمہ کو کہاں' کس طرح لکھنا چاہئے؟ اور کہاں کس طرح؟ اور رسم الخط کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ کہیں تلفظ کے مطابق رسم ہے اور اسکو رسم قیاسی کہتے ہیں اور یہی اکثر ہے اور کہیں حذفاً یا زیادۃً غیر مطابق ہے اور اسکو رسم اصطلاحی کہتے ہیں اور یہ کم ہے مثلاً الرَّحْمٰنُ، الْعٰلَمِيْنَ میں الف نہیں لکھا جاتا ہے اور سورۂ ذٰریٰت میں بِاَیْیدٍ دو یا سے لکھا ہوا ہے اب اگر ایسے مواقع میں جہاں رسم تلفظ کے مطابق نہیں لفظ کو مطابق رسم الخط کے تلفظ کر دیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی اس لئے رسم الخط کا علم حاصل کرنا چاہئے نیز رسم عثمانی کا جاننا قاری کے لئے اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ وقف رسم الخط کے تابع ہے جیسا کہ قاعدہ نمبر ا کے آخر میں آرہا ہے پس صحت وقف کا مدار علم رسم الخط کے جاننے پر ہے ۶

(قاعدہ نمبرا) جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان ۸ بنا ہوا ہے.........................

ان قواعد سے وقف کی کیفیات وطُرق مراد ہیں جو قبیل ادا سے ہیں مثلاً اسکان اشام ابدال روم وغیرہ رہے وقف کے وہ قواعد جو قبیل معانی سے ہیں اور وقف کے محل سے متعلق ہیں یعنی تام کافی حسن قبیح وغیرہ سو وہ اگر چہ علم عربیت پر موقوف ہیں لیکن کلیہ کے طور پر نہایت مختصر طریق سے ان کی رموز کا بھی جو دالّ علی المعانی (یعنی معنی پر دلالت کرنے والی اور مطلب ومفہوم کلام کا پتہ دینے والی) ہیں (مثلاً م ط ج ز ص وغیرہ) اس لمعہ کے قاعدہ نمبرا کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو وہ تو علامات وقف پر ٹھہرے لیکن جو حضرات عربی میں خوب ماہر ہیں ان کے لئے محل وقف کے لحاظ سے وقف کی چھ قسمیں ہیں نمبرا وقف تام' نمبر۲ وقف کافی' نمبر۳ وقف حسن' نمبر۴ وقف قبیح' نمبر ۵ وقف لازم' نمبر ۶ وقفا قبح' (نمبرا وقف تام کی تعریف) کلمہ موقوف علیہ پر جملہ اور مضمون پورا ہو جاتا ہو اور مابعد سے لفظی اور معنوی تعلق نہ ہو جیسے سورۃ فاتحہ میں یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اور نَسْتَعِیْنُ ○ اور سورۃ البقرہ میں هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (نمبر۲ وقف کافی کی تعریف) کلمہ موقوف علیہ پر جملہ پورا ہو جاتا ہو اور مابعد سے لفظی تعلق نہ ہو البتہ معنوی تعلق ہو جیسے هُمْ یُوْقِنُوْنَ' وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ' وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○ (نمبر۳ وقف حسن کی تعریف) کلمہ موقوف علیہ پر جملہ پورا ہو جاتا ہو لیکن مابعد سے لفظی' ترکیبی اور معنوی تعلق ہو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور یہ وقف حسن آیت پر بھی ہوتا ہے جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اور آیت کے درمیان میں بھی ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ اگر یہ وقف حسن آیت پر ہو تو مابعد سے ابتدا کریں گے اور اگر یہ وقف حسن آیت کے درمیان ہو تو ما قبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

(نمبر۴ وقف لازم کی تعریف) وقف لازم کا اسکے موقع پر کرنا ضروری اور لازمی ہے اور وصل کرنے سے نامناسب اور مقصود کے خلاف معنی متوھم ہوتے ہوں جیسے وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ وقف لازم' اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (نمبر۵ وقف قبیح کی تعریف) کلمہ موقوف علیہ جملہ کا ایک جز بنتا ہو جیسے اَلْحَمْدُ اور ذٰلِکَ الْکِتٰبُ اسکا حکم یہ ہے کہ ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے (نمبر ۶ وقف اقبح کی تعریف) جس جگہ وقف کرنے سے نامناسب اور مقصود کے خلاف معنی متوھم ہوتے ہوں اسے وقف اقبح کہتے ہیں جیسے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر وقف

بلاضرورت بیچ ۹ میں نہ ٹھہرے البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جاوے تو مجبوری ہے' پھر اگر مجبوری سے
ایسا ہو تو چاہیئے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ۱۰ ملا کر پڑھے اور
اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ ۱۱ سے پڑھوں ....

کرنا اور لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر وقف کرنا اور وَمَا مِنْ اِلٰہٍ پر وقف کرنا وغیرہ وغیرہ ۸ کیونکہ یہ نشانات علماء نے
قرآن مجید کے معانی و مطالب میں غور کر کے عام لوگوں کی سہولت کے لئے لگائے ہیں تا کہ بے موقع وقف کرنے سے
غلط معنیٰ کا وہم پیدا نہ ہو اور وہ نشانات یہ ہیں۔ گول دائرہ ○ م' ط' ج' ز وغیرہ باقی علامات پر نہیں ٹھہرنا چاہئے ۹ یعنی ان
نشانوں کے بیچ میں یعنی درمیانی کلمات میں نہ ٹھہرے البتہ اضطراری حالت میں ان علامات وقوف کے درمیان میں
سانس ٹوٹ جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو ان رموز کے درمیان میں بھی وقف کر سکتا ہے لیکن کلمہ موقوفہ سے یا
اس کے بھی ماقبل سے لوٹا کر پڑھے۔ واللہ اعلم۔ ۱۰ تا کہ کلام مربوط اور مسلسل ہو جائے نیز درمیان میں ٹھہرنے کے بعد
آگے پڑھنے کی صورت میں معنیٰ کے سمجھنے میں غلطی لگ جانے کا جو امکان ہوتا ہے اس سے بھی محفوظ رہے ۱۱ تلاوت
کے اعتبار سے ابتدا کی دو قسمیں ہیں (نمبر۱) اختیاری۔ جو وقف تام اور وقف کافی اور آیات کے بعد سے ہو۔
(نمبر۲) اختیاری جو طلبہ کو یہ بتانے کے لئے کہ اس جگہ سے ابتدا صحیح ہے اور اس جگہ سے غلط ہے البتہ ابتدا اضطراری
نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں سانس کی تنگی یا اور کسی طرح کی مجبوری پیش نہیں آتی اور چونکہ ابتداء وقف کے بعد ہوتی ہے
اس لئے مواقع اوقاف کے اعتبار سے ابتدا کی چار قسمیں ہیں (۱) ابتدا احسن (۲) ابتدا حسن (۳) ابتدا قبیح
(۴) ابتدا اقبح (ابتدا احسن کی تعریف) وقف تام اور لازم کے بعد ابتدا احسن ہے جیسے سورہ فاتحہ میں نَسْتَعِیْنُ ○ کے
بعد اِهْدِنَا سے ابتدا کرنا اور هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ کے بعد اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے ابتدا کرنا اور وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی
الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ پر وقف لازم کرنے کے بعد اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے ابتدا کرنا (نمبر۲) ابتدا حسن کی تعریف وقف
کافی اور وقف حسن کے بعد جو آیت پر ہو ابتدا حسن ہے جیسے یُنْفِقُوْنَ ○ پر وقف کرنے کے بعد وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
سے ابتدا کرنا اور هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ پر وقف کرنے کے بعد اُولٰٓئِكَ سے ابتدا کرنا اور هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ پر وقف حسن کر کے
اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ سے ابتدا کرنا۔
نمبر۳ ابتداء اقبح کی تعریف۔ آیت کے درمیان وقف حسن کے بعد ابتدا کرنے کو ابتدا قبیح کہتے ہیں۔

یا اوپر ۱۲ اسے بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ ۱۳ میں وقف نہ کرے ....

جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر وقف کرنے کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ابتداء کرنا اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ پر وقف کرنے کے بعد وَمَا اُنْزِلَ سے ابتداء کرنا' (نمبر۴) ابتداء اقبح کی تعریف۔ وقف قبیح کے بعد ابتداء کرنے کو ابتدا اقبح کہتے ہیں جیسے اَلْحَمْدُ پر وقف کرنے کے بعد لِلّٰہِ سے ابتدا کرنا اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ پر وقف کرنے کے بعد بِمَآ اُنْزِلَ سے ابتداء کرنا اور اسی طرح کفار و منافقین اور مشرکین کے مقولہ سے ابتدا کرنا اس کو بھی ابتدا اقبح کہتے ہیں جیسے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ سے ابتدا کرنا یا وَقَالَتِ النَّصٰرٰی پر وقف کر کے اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ سے ابتداء کرنا۔ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ نے اپنی کتاب اَلتُّحْفَۃُ الْمَرْضِیَۃ میں محلِ ابتدا کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں اور پانچویں قسم ابتدا صحیح ہے (نمبر۵) ابتدا صحیح کی تعریف۔ جو ابتدا آیت پر وقف کرنے کے بعد ہو خواہ وہاں مابعد سے ماقبل کا تعلق ہو خواہ نہ ہو ۱۲ جو حضرات معنیٰ و تفسیر اور ترکیب نحوی سے واقف نہ ہوں ان کو چاہئے کہ درمیان میں ٹھہر جانے کی صورت میں اسی جگہ سے لوٹائیں جہاں وقف کا نشان بنا ہوا ہو البتہ اگر وقف کے نشان سے سانس کی تنگی کی وجہ سے لوٹانا دشوار ہو اور پھر یہی اندیشہ ہو کہ سانس اگلی علامت وقف سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا تو پھر کسی ماہر قاری اور عالم عربی دان سے محل اعادہ کی تعیین کر لے لیکن جو حضرات معنیٰ و تفسیر اور ترکیب نحوی سے واقف ہوں ان کے لئے محلِ اِعادہ کی چار قسمیں ہیں (۱) اعادہ احسن (۲) اعادہ حسن (۳) اعادہ قبیح (۴) اعادہ اقبح۔

(نمبر۱) اعادہ احسن کی تعریف وقف قبیح کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ احسن کہتے ہیں اسی طرح فعل کو چھوڑ کر فاعل سے مبتدا کو چھوڑ کر خبر سے اور موصوف کو چھوڑ کر صفت سے' مفسر کو چھوڑ کر تفسیر سے یا ممیز کو چھوڑ کر تمیز سے' ذوالحال کو چھوڑ کر حال سے اعادہ کرنے' یعنی (لوٹانے) کو اعادہ احسن کہتے ہیں (نمبر۲) اعادہ حسن کی تعریف آیت کے درمیان وقف حسن کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ حسن کہتے ہیں (نمبر۳) اعادہ قبیح کی تعریف) وقف کافی اور آیت پر وقف حسن کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ قبیح کہتے ہیں۔

بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت [۴] پر غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں مثلاً کسی شخص کا سانس سورہ بقرہ کے شروع میں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیئے زبر کے ساتھ وقف نہ کریں اسی طرح بے سانس توڑے وقف ــــ

(نمبر ۴) اعادہ اقبح کی تعریف وقف تام اور لازم کے بعد اعادہ کرنے یعنی لوٹانے کو اعادہ اقبح کہتے ہیں [۱۳] کلمہ کے درمیان میں وقف کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں نہ اس وقت جب کسی مجبوری کے بغیر مناسب مقام پر اختیار اور ارادہ سے آرام کے لئے وقف کریں جس کو وقف اختیاری کہتے ہیں اور نہ اس وقت جب کسی مجبوری یعنی نسیان' کھانسی اور چھینک' جمائی' عجز وحصر تنفس (یعنی سانس کا بند ہو جانا) وغیرہ کی وجہ سے وقف کیا جائے جس کو وقف اضطراری کہتے ہیں مگر چونکہ مجبوری کی حالت میں ایسی باریک باتوں کی طرف عموماً توجہ نہیں ہوتی اس لئے مصنف رحمتہ اللہ علیہ اس کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ وقف کرے تو کلمہ مقطوعہ (یعنی دو کلمے الگ الگ لکھے ہوں) کے آخر میں کرے۔ اور نہ کلمہ کے درمیان میں وقف جائز ہے اور نہ کلمہ موصولہ (یعنی دو کلموں کو ملا کر لکھے ہوں) کے آخری حرف پر چنانچہ وَالَّيْلِ میں ی پر اور وَالشَّمْسِ میں میم پر اور اسی طرح سُوْرَہ ھُوْد کے پہلے رکوع کے اَلَّا میں اَنْ پر اور سُوْرَہ یُوْنُس کے چوتھے رکوع کے اَمَّنْ میں اَمْ پر اور فَاَيْنَمَا میں فَاَيْنَ پر وقف اضطراری بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ اَلَّيْلِ میں (ی) اور اَلشَّمْس میں مْ تو کلمہ کے درمیانی حروف ہیں اور اَلَّا میں نون اور اَمَّنْ میں اَمْ کا میم اور فَاَيْنَمَا میں فَاَيْنَ کا نون گو ہیں تو کلمہ کے آخر میں مگر چونکہ وہ لَا اور مَنْ اور مَا سے موصول یعنی ملا کر لکھے ہوئے ہیں اس لئے ان پر بھی وقف کرنا جائز نہیں حاصل یہ کہ کلمہ مقطوعہ کے وسط میں اور اسی طرح کلمہ موصولہ کے وسط و آخر دونوں پر وقف کرنا گو وہ اضطراری ہی کیوں نہ ہو لحن ہے جس سے احتراز لازم ہے [۱۴] واضح ہو کہ حرکت پر وقف کرنا بالکل ممنوع ہے البتہ وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا جائز و درست ہے جیسا کہ علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ اَلْمُقَدَّمَةُ الْجَزْرِيَّة میں فرماتے ہیں۔

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضَ الْحَرَكَهْ ۔ ترجمہ۔ اور تو پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کر۔ لیکن جب تو روم کرے گا تو پھر حرکت کا کچھ حصہ یعنی تہائی حصہ پڑھا جائے گا۔ اور جیسا کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہے کہ وہ اِلَيْكَ' يَوْمِ الدِّيْنِ O تَفْعَلُوْنَ O اور بَصِيْر O جیسی مثالوں میں سانس اور آواز

نہیں ہوتا ۱۵؎ جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن نون پڑھتے ہیں مگر بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں یہ بھی بے قاعدہ ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جو کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ۱۶؎ وقف کرو اگر چہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو پڑھنے کے

توڑ دیتے ہیں مگر حرف موقوف علیہ کو نہ تو بالکل ساکن کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی حرکت کا تہائی حصہ سے جائز موقعوں میں اکتفا کرتے ہیں بلکہ حرکت کو وصل کی طرح کامل ادا کرتے ہیں وقف کا یہ طریقہ بالکل خلاف اصل ہے کیونکہ وقف وصل کی ضد ہے اور وصل میں حرکت پڑھی جاتی ہے پس وقف میں اس کی ضد یعنی سکون ہونا چاہیئے ۔ ۱۵؎ روانگی کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے عام حفاظ نے جو یہ عادت بنا رکھی ہے کہ آیات واوقاف کے مواقع پر آخری حرف کو ساکن کر کے بغیر سانس توڑے اور آیات پر سکتہ کئے بغیر اگلی آیات شروع کر دیتے ہیں یہ سراسر غلط ہے بلکہ سانس اور آواز دونوں کا توڑنا ضروری ہے البتہ آخری حرف کو ساکن کر کے آواز کا اتنی دیر بند کر دینا جس میں عادۃً اور معمولاً سانس لے سکیں (جس کا اندازہ تقریباً ایک الف کے برابر ہے) یہ بھی وقف اصطلاحی میں داخل ہے گو عملاً اور بالفعل سانس نہ لیں (كَذَا فِي النَّشْرِ الْكَبِيْرِ) ۱۶؎ یہ کیفیت وقف سے متعلق ایک عام قاعدہ اور نہایت اہم ضابطہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وقف تابع رسم الخط کے ہے چنانچہ جو حرف علت رسم میں ثابت ہوگا جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نون تنوین بھی رسم میں ثابت ہوگا جیسے كَاَيِّنْ وہ وقف میں بھی ثابت رہے گا گو وہ حرف علت وصل میں کسی وجہ سے (جیسے اجتماع ساکنین کی وجہ سے) نہ پڑھا جاتا ہو اور وہ حرف علت محذوف فی الرسم ہوگا جیسے وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ وغیرہ وہ وقف میں بھی محذوف ہوگا۔

ثابت فی الرسم کی مثالیں۔ قُلْنَا احْمِلْ اور لٰكِنَّا، الظُّنُوْنَا، الرَّسُوْلَا، السَّبِيْلَا اور پہلا قَوَارِيْرَا اور اَنَا جو واحد متکلم کی ضمیر مرفوع منفصل ہے (قرآن مجید میں جہاں بھی آئے) پس ان میں باوجود یکہ بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا مگر وقف میں رسم کی موافقت کی وجہ سے پڑھا جائیگا البتہ صرف لفظ سَلٰسِلَا میں حذف واثبات دونوں وجوہ ہیں اور وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى میں اَقِيْمُوْا اور وَابْتَلُوْا کا واؤ اور وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ، وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وغیرہ کی یا (اور لفظ كَاَيِّنْ ہر جگہ اس کلمہ میں رسم کے عام قاعدہ کے خلاف زیر کی تنوین بصورت نون ساکن مرسوم ہے۔ تاکہ یہ رسم كَائِنْ والی قرأت کو بھی شامل ہو جائے اس کلمہ پر وقف بھی رسم کے موافق نون ساکن پر ہوگا

موافق وقف کےانہ کریں گے مثلاً اَنَا میں جوالف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا لیکن

اور لفظ کَاَیِّنْ کی اصل کو مدِنظر رکھتے ہوئے عَلِیْم حَکِیْم کی طرح زیر کی تنوین کے حذف کے ساتھ کَاَیِّنْ کی یا پر وقف نہ کریں گے کیونکہ وقف تابع رسم الخط کے ہے محذوف فی الرسم کی مثالیں اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْن ' یٰاَیُّہَ السّٰحِرِ اَیُّہَ الثَّقَلٰن ان تینوں میں اَیُّہٰ کا الف وقفاً وصلاً محذوف ہی رہے گا اور اصلی حالت کے لحاظ سے ثابت نہ ہوگا پھر ان کلمات میں الف کا حذف شمول قرأت کی وجہ سے ہے تاکہ ابن عامر کی ضمہ والی قرأت اَیُّہُ کو بھی شامل ہو جائے اسی طرح وَلَمْ یُؤْتَ اور وَلَایَأْبَ میں بھی الف محذوف ہے وصل کی موافقت کی وجہ سے حالانکہ ان کلمات میں اصل کی رو سے الف ثابت ہے اور وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ' وَیَمْحُ اللّٰہُ' یَدْعُ الدَّاعِ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْن' وَلْیَدْعُ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ اور وَلَاتَقْفُ وَغَیْرُ ذٰلِکَ ان کلمات میں وصل کی موافقت کی وجہ سے واو محذوف ہے حالانکہ ان کلمات میں اصل کی رو سے واو ثابت ہے اور وَلَاتَتَّبِعْ وَاتَّقِ فَارْھَبُوْنِ فَاتَّقُوْنِ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ' وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ' نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ' مَتَابِ' عِقَابِ' وَعِیْدِ لِقَوْمِ' یٰرَبِّ وغیرہ میں بھی یا وصل کی موافقت کی وجہ سے محذوف ہے حالانکہ ان کلمات میں بھی اصل کی رو سے ثابت ہے اور فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰہُ کی رسم کا تقاضا تو یہ ہے کہ وقفاً اس میں یاء محذوف ہو یعنی فَمَآ اٰتٰنِ کیونکہ یہ محذوف فی الرسم ہے لیکن خاص اسی لفظ میں وقفاً یا کا اثبات بھی جائز ہے یعنی فَمَآ اٰتٰنِیْ اور وجہ یہ ہے کہ حفص اس یاء کو وصلاً مفتوح پڑھتے ہیں اس لئے وصل کی رعایت سے اثبات اور رسم کے اعتبار سے حذف دونوں وجوہ جائز ہیں اور اثبات یاء اولیٰ اور طریق شاطبیہ کی موافق ہے البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال یُحْیِ' یَسْتَحْیِ وَلِتَسْتَوٗ' وَاِنْ تَلْوٗ' جَآءَ مَآءً' سَوَآءً' تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ وغیرہ نون ساکنہ محذوفہ وَلَیَکُوْنًا' لَنَسْفَعًا' اور لفظ اِذًا قرآن میں جہاں بھی آئے جیسے اِذًا لَّذَھَبَ وغیرہ پس ان تینوں میں رسم کی موافقت کی وجہ سے وقفاً الف پڑھتے ہیں حالانکہ اصل کی رو سے پہلے دو میں نون ساکنہ خفیفہ ہے اور تیسرے میں نون وضعی و بنائی ہے مگر چونکہ تینوں کلمات میں نون ساکنہ دوزبر کی تنوین کی طرح بشکل الف مرسوم ہے اس لئے وقف بھی متابعت رسم میں نون کے بغیر اور اثبات الف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور مقطوع اور موصول کا قاعدہ یہ ہے کہ دو مقطوع کلمات میں سے ہر ایک پر اور دو موصول کلمات میں سے فقط ثانی پر وقف جائز ہے مقطوع کی مثال اَنْ لَّایُشْرِکْنَ اور موصول کی مثال اَلَّا یَرْجِعُ ہے کے یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ضمناً

اگراس کلمہ پر وقف کیا جاوے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اس کلمہ کو لوٹا دیں گے تو
اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے اس لیے یہ الف نہ پڑھا جاوے گا ان باتوں کو خوب
سمجھ ۱۸ لو اور یاد رکھو اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں ۔ (تنبیہ) قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں
جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ۱۹ وقف کرو اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنٰی ۲۰ ہیں

وقف بالاثبات اور وقف بالحذف کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ وقف بالاثبات کی تعریف یہ ہے جو حرف وصلاً حذف ہو جاتا
ہو اسے وقفاً ثابت رکھ کر سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے وَادْخُلُوا الْبَابَ میں واو کو ثابت رکھ کر اور لفظ اَنَا کے الف کو
اور ایسے ہی لٰکِنَّا ، الظُّنُوْنَا ، الرَّسُوْلَا ، السَّبِیْلَا میں وقفاً الف کو ثابت رکھ کر سانس اور آواز کا توڑ دینا۔ وقف
بالحذف کی تعریف ۔ جو حرف وصلاً پڑھا جاتا ہو اسے وقفاً حذف کر کے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے فَمَآ اٰتٰنِ ۦَ اللّٰہُ
کو فَمَآ اٰتٰنِ پڑھنا ۱۸ حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ اس قاعدہ نمبر ا کے اخیر میں مذکورہ بالا پانچ اہم امور کی طرف توجہ
دلا رہے ہیں کہ وقف میں ان پانچ باتوں کا خوب خیال رکھو۔

نمبر ا غیر عربی دان رموز اوقاف پر ہی وقف کریں بلا ضرورت بیچ میں وقف نہ کریں۔

نمبر ۲ وسط کلمہ پر وقف نہ کریں کیونکہ کلمہ مقطوعہ کے وسط پر اور اسی طرح کلمہ موصولہ کے وسط جیسے فاین کی یا پر اور
آخر یعنی فاین کے نون پر وقف کرنا جائز نہیں۔

نمبر ۳ حرف موقوف علیہ کو ساکن کر دینا کیونکہ حرکت کے ساتھ وقف کرنا جائز نہیں البتہ وقف بالروم میں حرکت کا
تہائی حصہ ادا ہوتا ہے جس کا بیان عنقریب قاعدہ نمبر ۲ میں آرہا ہے۔

نمبر ۴ حرف موقوف علیہ پر سانس اور آواز کا توڑ دینا۔

نمبر ۵ جو کلمہ جس طرح لکھا ہو اس کو اسی طرح پڑھنا اور وقف میں ان سب باتوں کا خیال رکھنا ہر حال میں ضروری
ہے۔ مجبوری کے وقت میں بھی اور اس وقت بھی جب وقف اختیاری کیا جائے ۱۹ اسی لئے کہا گیا کہ وقف رسم الخط کے
تابع ہوتا ہے مثلاً گول ۃ بصورت ھاء ہوتی ہے اس کو وقف میں ہ پڑھتے ہیں۔ دو زبر کی تنوین بصورت الف لکھی ہوتی
ہے اس لئے اس کو الف سے بدل کر وقف کرتے ہیں بخلاف اس کے زیر اور پیش کی تنوین کے ساتھ کوئی حرف لکھا ہوا

اَوْ یَعْفُوَا سورہ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْءَ ا سورہ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَا سورہ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَدْعُوَا سورہ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَا سورہ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَا سورہ محمد کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَا سورہ محمد کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَا چار جگہ سورہ ہود۲۱ اور سورہ فرقان میں سورہ عنکبوت اور سورہ نجم میں اور دوسرا قَوَارِیْرَا ۲۲ سورہ دہر کے پہلے رکوع میں ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا نہ وصل میں نہ وقف میں اور لفظ لٰکِنَّا خاص ۲۳ سورہ کہف میں اور الظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِیْلَا یہ تینوں سورہ احزاب میں ۲۴ اور ....

نہیں ہوتا لہذا وقف میں تنوین کا نون حذف ہوتا ہے مگر لفظ کَاَیِّنْ میں نون پڑھا گیا ہے حالانکہ نون تنوین ہے کیونکہ لکھا ہوا ہے اور لَهٗ، بِهٖ وغیرہ میں ہا کو ساکن کر کے وقف کیا گیا اور لَهٗ میں الٹا پیش سے پیدا ہونے والا واو مدہ نہیں پڑھا جاتا کیونکہ واو لکھا ہوا نہیں اور بِهٖ میں کھڑی زیر سے پیدا ہونے والی یاء مدہ نہیں پڑھی جاتی کیونکہ یاء لکھی ہوئی نہیں۔

۲۰ یعنی یہ الفات اس قاعدے سے خارج ہیں اور ان میں سے سات الفاظ جو اَوْ یَعْفُوَا سے نَبْلُوَا تک ہیں ان کے آخر کے الفاظ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہی رہتے ہیں، کیونکہ الف فاصل ہے واو عاطفہ اور واو نفس کلمہ میں فرق کرنے کے لئے نیز الف کلمہ کی تمامیت وکاملیت پر دلالت کرتا ہے اور اصل وجہ روایت ونقل کی اتباع ہے۔ اور اَنْ اَتْلُوَا بھی انہیں سات میں شامل ہے اس پر عموماً وقف کی نوبت نہ آنے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔

نمبر ۸ اور ۹ یعنی ثَمُوْدَا اور دوسرا قَوَارِیْرَا، ان دو میں الف زائد شمول قرأت کے لئے لکھتے ہیں تاکہ یہ رسم تنوین والی قرأت یعنی ثَمُوْدًا اور قَوَارِیْرًا کو بھی شامل ہو جائے ۲۱ سورہ ہود کے چھٹے رکوع میں لفظ ثَمُوْد تین مرتبہ آیا ہے مگر یہاں اس سے مراد صرف اِنَّ ثَمُوْدَا ہے کیونکہ الف اسی کے اخیر میں لکھا ہوا ہے ۲۲ الف شمول قرأت کے لئے ہے بعض تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض بغیر تنوین کے پڑھتے ہیں اور محل وقف نہ ہونے کی وجہ سے وقفاً الف میں پڑھتے ۲۳ لٰکِنَّا کی اصل لٰکِنْ اَنَا ہے اور اَنَا کی اصل اَنْ بغیر الف ہے پھر خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کر دیا اصل کا اعتبار کرتے ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے

سَلٰسِلاَ ۲۵ اور پہلا قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور لفظ اَنَا جہاں ۲۶ کہیں آوے تمام قرآن میں ان تمام لفظوں میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا اور حالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے مگر خاص ۲۷ لفظ سَلٰسِلاَ کو حالت وقف میں بدونِ الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِلَ

(قاعدہ نمبر ۲۸) جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں ۲۹ اور اگر وہ متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں ایک تو یہی جو سب جانتے

ہیں اور خاص سورہ کہف میں اس لئے کہا کہ اور موقعوں میں نون کے بعد الف زائد نہیں لکھا ہوا مثلاً وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ وغیر ذلک ۲۴ ان کلمات میں اصل کا اعتبار کرتے ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے کیونکہ ان کی اصل الظُّنُوْنَ، الرَّسُوْلَ، السَّبِیْلَ بغیر الف ہے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے ہیں نیز یہ الفات شمول قراءت کے لئے ہیں جیسا کہ نافع شامی شعبہ وصلاً الف پڑھتے ہیں نیز رعایت و مشابہت فواصل یعنی بَصِیْرًا اور وَلَا نَصِیْرًا اور کَبِیْرًا جیسی آیات کی۔ ۲۵ سَلٰسِلاً اور قَوَارِیْرَا میں الف شمول قراءت کے لئے ہے دوسری قراءت سَلٰسِلاً اور قَوَارِیْرًا ہے محل وقف ہونے کی وجہ سے اور رعایت فواصل (یعنی آیات) کی وجہ سے نیز اتباع رسم میں وقفاً الف پڑھتے ہیں۔ و نیز پہلا قَوَارِیْرَا اس لئے کہا کہ دوسرے قَوَارِیْرَا کا حکم اس سے پہلے اَوْ یَعْفُوَا وغیرہ کے ساتھ بیان ہو چکا ہے ۲۶ لفظ اَنَا میں الف کا ثابت رکھنا التباس سے بچنے کے لئے ہے کیونکہ اگر الف نہ پڑھتے تو وقفاً نون کو ساکن کرنا پڑتا اور اس سے یہ اَنْ نَاصِبَۃٌ یا اَنْ مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الْمُثَقَّلَۃِ کے ساتھ مشابہ ہو جاتا اور وجہ یہ ہے کہ بعض لغات میں لفظ اَنَا بلا الف لکھا جاتا ہے اور بعض میں الف سے لکھا جاتا ہے پس اصل کا اعتبار کرتے ہوئے وصلاً الف نہیں پڑھتے اور رسم کا اعتبار کرتے ہوئے وقفاً الف پڑھتے ہیں ۲۷ لفظ سَلٰسِلاَ میں پہلے لام کے بعد والا الف بالاجماع محذوف فی الرسم ہے اور دوسرے لام کے بعد والا الف تمام قرآنوں میں مرسوم ہے البتہ وقفاً اثبات الف اور حذف دونوں صحیح ہیں یعنی رسم کی پیروی کرتے ہوئے اثبات الف اور اصل کا اعتبار کرتے ہوئے حذف الف اور حذف کی صورت میں وقف لام پر ہوگا اور وہ ساکن ہوگا یعنی سَلٰسِلْ لیکن اثبات الف شاطبیہ کے طریق کے موافق ہے اور یہی اولیٰ ہے (قاعدہ نمبر ۲) ۲۸ اس قاعدے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کیفیت وقف کی اقسام میں سے

کہ اس کو ساکن ۳۰ کر دیا جاوے' دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا
ظاہر کیا جاوے اس کو روم ۳۱ کہا جاتا ہے اور اندازہ اس کا حرکت کا تہائی حصہ ہے اور یہ زبر میں ۳۲
نہیں ہوتا صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے' جیسے بِسْمِ اللّٰہِ کے ختم پر میم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا
جاوے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ۳۳ ہی ذرا پیش پڑھ دیا
جاوے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس
حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جاوے یعنی پڑھا بالکل نہ جاوے بلکہ اس حرکت کے ظاہر
پڑھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جائے اسی طرح ہونٹوں کو بنا دیا جاوے اور حرف کو بالکل
ساکن ہی پڑھا جاوے اور یہ اشمام ۳۴ کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا کیونکہ اس میں

وقف بالسکون' وقف بالاسکان' وقف بالروم' وقف بالاشمام کو بیان فرمایا ہے اور وقف بالاثبات اور وقف بالحذف کو قاعدہ نمبر ۱ میں اتباع رسم کے ضمن میں اور وقف بالابدال کو قاعدہ نمبر ۴ و ۷ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے اور وقف بالالحاق کو ظاہر و مشہور ہونے کی وجہ سے بیان نہیں فرمایا۔ نیز وقف بالالحاق کی تعریف یہ ہے۔ ھائے سکتہ پر وقف کرنے کو وقف بالالحاق کہتے ہیں جیسے لَمْ یَتَسَنَّہْ ۲۹ اس کو وقف بالسکون کہتے ہیں یعنی حرف موقوف علیہ ساکن پر سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے فَحَدِّثْ ۳۰ اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں اسکان کے لغوی معنیٰ ہیں ساکن کرنا یا آرام دینا اور حرف کو بے حرکت کرنا اور تعریف یہ ہے حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کر کے سانس اور آواز کا توڑ دینا جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور یہ وقف بالاسکان ایک زبر ایک زیر دو زیر ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے۔ ایک زبر کی مثال جیسے تَفْعَلُوْنَ ایک زیر کی مثال جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ دو زیر کی مثال جیسے مِنْ نَّذِیْرٍ ایک پیش کی مثال جیسے نَسْتَعِیْنُ دو پیش کی مثال مُبِیْنٌ ۳۱ روم کے لغوی معنیٰ ہیں قصد کرنا' تلاش کرنا' چاہنا' ارادہ کرنا اور تعریف یہ ہے حرف موقوف علیہ مکسور یا مضموم پر آواز کو پست کر کے حرکت کا تہائی حصہ ادا کرنا اور سانس اور آواز کا توڑ دینا اور یہ وقف بالروم ایک زیر دو زیر ایک پیش دو پیش پر ہوتا ہے ایک زیر کی مثال یَوْمِ الدِّیْنِ دو زیر کی مثال مِنْ نَّذِیْرٍ ایک پیش کی مثال نَسْتَعِیْنُ' دو پیش کی مثال مُبِیْنٌ' نیز روم کا فائدہ یہ ہے کہ سننے والے کو حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے اور کلام

حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے اور اشمام صرف پیش میں ۳۵.ع ہوتا ہے.........................

عرب میں یہ بہت اہم چیز ہے نیز یاد رہے کہ روم کا تعلق سننے کے ساتھ ہوتا ہے بشرطیکہ سننے والا قریب ہو اور اس کی قوت سماعت بھی درست ہو۔ ۳۲ع اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے جس کی وجہ سے تقسیم نہیں ہوسکتا نیز نقلاً فتحہ میں روم ثابت نہیں ۳۳ع ذرا سا زیر یا پیش کا مطلب بھی یہی ہے کہ حرکت کی ادا میں آواز پست کی جائے صحیح ادائیگی استاد مشاق سے سن کر ہی آسکتی ہے ۳۴ع اشمام کے لغوی معنیٰ ہیں بو دینا' اشارہ کرنا۔ کسی کو گلاب کا پھول سونگھانا اور مناسب یہ ہے کہ قاری ہونٹوں کے ذریعے حرف کو حرکت کی بو دیتا ہے اور ہونٹ اونچے یعنی گول کرتا ہے اور حرف موقوف علیہ کو ضمہ کی بو سونگھاتا ہے اور تعریف یہ ہے حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے فوراً ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور سانس اور آواز کا توڑ دینا اور یہ وقف بالاشمام ایک پیش دو پیش میں ہوتا ہے مثل نَسْتَعِيْنُ، مُبِيْنٌ کے نیز اشمام کا فائدہ یہ ہے کہ دیکھنے والے کو اس آخری حرف (جس پر وقف کیا ہے) کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے نیز اشمام اس لئے بھی ہے کہ اس میں اسکان کے ساتھ ساتھ اصل اور وصل کی رعایت بھی ہو جاتی ہے اور اشمام کا مقصد یہ بھی ہے کہ سکون اصلی اور سکون وقفی میں فرق ہو جاتا ہے ۳۵ع بشرطیکہ ضمہ اصلی ہو عارضی نہ ہو نیز عام ہے کہ یہ ضمہ تشدید سمیت ہو یا بغیر تشدید کے ہو نیز ضمہ معکوسہ یعنی الٹا پیش میں بھی اشمام ہوتا ہے مثلاً حَيْثُ، عَلِيْمٌ، وَرَسُوْلُهٗ وغیر لیکن ھائے ضمیر کے روم واشمام میں قدرے تفصیل ہے۔ (فائدہ) ھاء ضمیر میں روم واشمام کے جواز وعدم جواز کی بحث مفرد مذکر غائب کی منصوب متصل اور مجرور متصل کی ھاء ضمیر کی چار صورتیں ہیں (نمبر۱) یہ ھاء کسرہ یا یاء ساکنہ یعنی مدہ یا لین کے بعد ہو مثل بِهٖ والَيْهِ کے یہ ھا ماقبل کی مناسبت کی وجہ سے ہمیشہ مکسور ہوگی مگر عَلَيْهُ اللّٰه اور وَمَا اَنْسَانِيْهُ ان دو کلمات میں ھا بلحاظ اصل مضموم ہوگی اور اَرْجِهْ' فَاَلْقِهْ میں یا محذوفہ کی نیابت کی وجہ سے ھا ساکن ہوگی (کیونکہ) یہ اصل میں اَرْجِيْهِ فَاَلْقِيْهِ تھے یاء مقام جزم میں ہونے کی وجہ سے حذف ہوگئی اور ہائے ضمیر کو اس کا قائم مقام کر دیا ہے' اَرْجِهْ اور فَاَلْقِهْ ہوگیا۔ (نمبر۲) ضمہ یا واو ساکنہ یعنی مدہ یا لین کے بعد ہو مثل رَسُوْلُهٗ رَاَيْتُمُوْهُ کے یہ ھا اصل کی موافقت کی وجہ سے ہمیشہ مضموم ہوگی (نمبر۳) یہ ھا فتحہ یا الف کے بعد ہو مثل لَهٗ، لَنْ تُخْلَفَهٗ اَخَاهُ، وَهَدٰىهُ کے یہ ھا بھی اصل کی موافقت کی وجہ سے ہمیشہ مضموم ہوگی۔ مگر وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ میں اصل کے اعتبار سے مکسور پڑھی جائیگی۔ اور وَيَتَّقْهِ

اصل میں ویتقیہ تھا یا مقام جزم میں واقع ہونے کی وجہ سے حذف ہوگئی وَیَتَّقِہٖ ہوگیا پھر تخفیفاً قاف کو بھی ساکن کر دیا وَیَتَّقْہِ ہوگیا۔(نمبر۴) یہ ھا صحیح ساکن کے بعد ہو مثل منہ وَاسْتَغْفِرْہُ کے یہ ھا بھی اصل کی موافقت کی وجہ سے مضموم پڑھی جائیگی۔ اوران صورتوں میں روم واشمام کے بارہ میں تین مذاہب ہیں اول محققین کی ایک جماعت کی رائے پر پہلی دوصورتوں میں روم واشمام جائز نہیں اور دوسری دوصورتوں میں جائز ہے کیونکہ پہلی دوصورتوں میں کسرہ اور یاء ساکنہ یعنی مدہ یالین کے بعد اور ضمہ واو ساکنہ یعنی مدہ یالین کے بعد کسرہ اور ضمہ کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے۔ جو واو اور یا ساکنہ والی دومثالوں میں تین تین ضموں اور کسروں کے جمع ہو جانے کی بنا پر اوراسی طرح کسرہ اور ضمہ والی دو مثالوں میں دو دو ضموں اور کسروں کے جمع ہو جانے کی بنا پر باعث ثقل ہے علاوہ ازیں یہ کہ خود ھاء بھی خفی اور بَعِیْدُالْمَخْرَجْ ہے جس کی وجہ سے قاری کو ھا کے ظاہر کرنے میں ایک قسم کا تکلف کرنا پڑتا ہے پس جب اس تکلف کو پہلے ثقل سے ملاتے ہیں تو اشارہ کا ثقل دوگنا ہو جاتا ہے لہذا ان دوصورتوں میں سہولت اور آسانی کی غرض سے اشارہ نہیں کرتے۔اور یہی مذہب اولیٰ ہے. نہایتُ القول المفید ص۲۲۲۔(دوم) یہ کہ کسی تفریق کے بغیر چاروں صورتوں میں روم واشمام جائز ہے کیونکہ ھاء ضمیر میں روم واشمام کی وجہ عام قاعدہ کے موافق عمل کرنا ہے پس ان حضرات (ابوبکر بن مجاہد علامہ قسطلانی وغیرہ) نے مندرجہ بالا ثقل کو کوئی اہمیت نہیں دی لیکن یاد رہے کہ اسکان واشمام کی طرح وقف بالروم میں بھی ہاء ضمیر کے صلہ کا حذف کرنا ضروری ہے نِہایتُ القول المفید ص۲۲۲ (سوم) یہ کہ چاروں صورتوں میں روم واشمام نا جائز ہیں کیونکہ ھا کی حرکت عارضی ہے (نشرج نمبر۲ ص ۲۲۰) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ھا کے صلہ والی صورتیں بھی بیان کردی جائیں۔نمبر۱ ھاء ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں متحرک ہوں تو ضمیر کی حرکت صلہ اوراشباع کے ساتھ پڑھی جائے گی۔اوراشباع کی تعریف یہ ہے پیش کو بڑھا کر واو مدہ کے برابر ادا کرنا اور زیر کو بڑھا کر یاء مدہ کے برابر ادا کرنا۔مثل مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ لیکن وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ میں اصل کی بنا پر اشباع نہ ہوگا یَرْضَہُ لَکُمْ اصل میں یَرْضَاہُ لَکُمْ تھا الف مقام جزم میں واقع ہونے کی وجہ سے گر گیا تو یَرْضَہُ لَکُمْ ہوگیا۔لیکن اگر ھا کے ماقبل اور مابعد دونوں ساکن ہوں تو اشباع نہ ہوگا' جیسے مِنْہُ الْمَآءُ نمبر۲ ماقبل متحرک اور مابعد ساکن ہو تو بھی اشباع نہ ہوگا جیسے وَیُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ نمبر۳ ماقبل ساکن اور مابعد متحرک ہو تو بھی اشباع نہ ہوگا جیسے مِنْہُ وَیُعَلِّمُہٗ مگر فِیْہٖ مُھَانًا (جوسورۃ فرقان میں ہے) اس میں جَمْعاً بَیْنَ اللُّغَتَیْنِ کی وجہ سے اشباع ہوگا

اورزبرزیرمیں نہیں ہوتا۳۶ مثلاً نَسْتَعِيْنُ کےنون پرپیش ہےاس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں نون کو بالکل ساکن پڑھامگر ہونٹوں کونون ادا کرتے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذراچونچ سی بنادی۔

(قاعدہ نمبر۳) جس کلمہ کے اخیر میں تنوین ہو وہاں بھی روم جائز ہے مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ۳۷ ظاہر نہ کیا جاویگا (تعلیم الوقف حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی رحمتہ اللہ علیہ)

(قاعدہ نمبر۴) تاء جوکہ ہ کی شکل میں گول ۳۸ لکھی جاتی ہے مگراس پر نقطے بھی دیئے جاتے ہیں اگر ایسی تاء پروقف ہوتو وہاں دو باتوں کا خیال رکھوایک تو یہ کہ اس کو ہ۳۹ کے طور پر پڑھو دوسرے ......

اورمَانَفْقَهُ، لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ، فَوَاكِهُ ان کلموں کی ھا نفس کلمہ کی ہے ان میں کسرہ ضمہ وصلہ وعدم صلہ کا کوئی قاعدہ نہیں لگےگا۔اور لَمْ يَتَسَنَّهْ، اِقْتَدِهْ، كِتَابِيَهْ دوجگہ حِسَابِيَهْ دوجگہ مَالِيَهْ، سُلْطَانِيَهْ اور مَاهِيَهْ ان کلمات میں ھائے سکتہ ہے یہ ھا کلمہ کے آخری حرف کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے لائی جاتی ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ یہ وقف و وصل دونوں حالتوں میں ساکن پڑھی جاتی ہے اوراس پر جووقف ہوتا ہے اس کو وقف بالالحاق کہتے ہیں جیسا کہ حاشیہ نمبر۲۸ میں گذرا۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ ۳۶ کسرہ میں اشمام اس لئے جائز نہیں کہ کسرہ ی کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اوراشمام ہونٹوں سے پس ان دونوں میں مناسبت نہیں اورفتحہ میں اشمام اس لئے نہیں ہوتا کہ فتحہ منہ کے سیدھا کھلنے سے اوراشمام ہونٹوں کوگول ہونے سے ادا ہوتا ہے اور یہ ضدیں ہیں جوایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں ۳۷ بلکہ پست آواز میں ایک پیش یاایک زیر پڑھا جائے مثلاً حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ اس لئے کہ نون تنوین کا درجہ حرکت کے کامل ادا ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے حالانکہ روم حرکت کے تہائی حصہ ادا کرنے کا نام ہے نیز اس لئے کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے اورزیراورپیش کا تنوین بھی لکھنے میں نہیں آتا اس لئے وقف میں حذف ہوجاتا ہے۔البتہ زبر کا تنوین چونکہ الف کی صورت میں مرسوم ہوتا ہے اس لئے وہ وقفاً الف سے بدل جاتا ہے اورنون تنوین کی طرح ھاءِ ضمیر کے صلہ سے پیدا ہونے والی واواوریا کابھی وقف بالروم میں حذف کرنا ضروری ہے اوروجہ وہی ہے جوابھی اوپر گذری ہے جیسے يُعَلِّمُهُ اور بِهٖ سے يُعَلِّمُهْ اور بِهْ ۳۸ ایسی تا کوتاء مدورہ اورمربوطہ کہتے ہیں جوتا لمبی لکھی جاتی ہے اس کوتا مطولہ مجرورہ اور

یہ کہ وہاں روم اور اشمام ۵۰ مت کرو (تعلیم الوقف)

(قاعدہ نمبر ۵) روم اور اشمام حرکت عارضی پر نہیں ۵۱ ہوتا ہے جیسے کہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہئے اس کے زیر میں روم نہ کریں کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی والے جان سکتے ہیں تم کو جہاں جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

(قاعدہ نمبر ۶) جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی ۵۲ رہے گی (تعلیم الوقف)

(قاعدہ نمبر ۷) جس کلمہ پر وقف کیا جاوے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ۵۳ ہو تو حالت وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل ۵۴ دیں گے جیسے کسی نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً پر وقف ۵۵ کیا تو

دراز تا کہتے ہیں تاء مدورہ کی مثال سورہ نحل کے رکوع نمبر ۲ میں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اور تاء مطولہ کی مثال اسی سورہ نحل کے رکوع نمبر ۱۵ میں وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ ہے ۴۹ اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں یعنی دو زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر اور تاء مدورہ کو ھاء ساکنہ سے بدل کر سانس اور آواز توڑ دینا جیسے تَوَّابًا کو تَوَّابَا اور اَلْبَيِّنَةُ کو اَلْبَيِّنَهْ پڑھنا۔

۵۰ اس لئے کہ روم واشمام حرکت اصلی اور حرف اصلی میں ہوتا ہے۔ البتہ تاء مجرورہ پر وقف اسکان، اشمام، روم تینوں سے درست ہے ۵۱ اس لئے کہ جس دوسرے ساکن کے سبب پہلے پر حرکت آتی ہے وہ وقفاً پہلے ساکن سے جدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے پہلے ساکن کی حرکت زائل ہو جاتی ہے اور سکون اصلی لوٹ آتا ہے اسی طرح ایک زبر، دو زبر، سکون اصلی، میم جمع تاء مدورہ میں بھی روم واشمام نہیں ہوتا ۵۲ مطلب یہ ہے کہ تنوین کی طرح وقف میں تشدید حذف نہیں ہوتی کیونکہ تشدید کے حذف ہو جانے سے ایک حرف کی کمی ہو جاتی ہے چنانچہ مُسْتَمِرٌّ اور مُسْتَقَرٌّ جیسی مثالوں میں را بحالت وقف بھی مشددہی پڑھی جائیگی اور تشدید کا حذف ہرگز جائز نہیں ۵۳ بشرطیکہ وہ ھائے تانیث کی تا کے

اس طرح پڑھیں گے ۶۴ نِسَآءً ا

(قاعدہ نمبر ۸) جس مد وقفی کا بیان گیارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۶ میں ہوا ہے اگر رَوم کے ساتھ وقف کیا جاوے تو اس وقت وہ مد نہ ہوگا مثلاً الرَّحِيْمُ ○ یا نَسْتَعِيْنُ○ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا سا حصّہ ظاہر کریں تو پھر ۷۴ مد نہ کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

علاوہ کسی اور حرف پر ہو جیسے مُطَهَّرَةٌ ۔ ۴۴ اس کو وقف بالا بدال کہتے ہیں اس کی تعریف قاعدہ نمبر ۴ کے حاشیہ نمبر ۳۹ میں دیکھ لیں ۵۴ نِسَآءً مَآءً جزءً وغیرہ میں جو یہ الف لکھا ہوا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ الف تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہے اور تماثل فی الرسم کا مطلب یہ ہے کہ لکھائی میں ایک جیسا ہونا جس طرح مثلین اور متجانسین کے جمع ہونے کی صورت میں اہل ادا تخفیفاً دونوں کو ایک ذات کر کے ایک مشدد حرف کی طرح پڑھتے ہیں جس کو ادغام کہتے ہیں اسی طرح اہل رسم کا یہ دستور ہے کہ جس کلمہ میں ایک طرح کے دو یا تین حرف مثلاً دو یا جیسے يُحْيِ کہ اصل میں يُحْيِيْ دو یا سے ہے اور دو واؤ جیسے وَاِنْ تَلْوٗ کہ اصل میں اِنْ تَلْوُوْ دو واؤ سے ہے اور دو الف جیسے نِسَآءً کہ اصل میں نِسَآءًا تین الف سے ہے جب آپس میں مل کر آتے ہیں وہاں بعض موقعوں میں تخفیف کی غرض سے صرف ایک ہی حرف لکھتے ہیں اور دوسرے کو اور اگر تین ہوں تو دو کو رسم سے حذف کر دیتے ہیں تو اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر کسی کلمہ کے آخر سے کسی حرف علت کا حذف تماثل فی الرسم کی وجہ سے ہوا ہوگا۔ تو وہاں اس مذکورہ بالا قاعدہ کو یعنی یہ کہ وقف رسم کے تابع ہوتا ہے جاری نہیں کریں گے بلکہ باوجود رسماً محذوف ہونے کے بھی وقف میں ایسے حرف علت کو ثابت رکھیں گے ۶۴ لیکن اس میں وقف کے وقت ہمزہ یا ھا کا اضافہ نہ ہونے پائے مثلاً نِدَآءً سے نِدَآءًاور بَصِيْرًا سے بَصِيْرَاهْ نہ پڑھے اور فتحہ کی تنوین ہمیشہ الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور کبھی یا کی شکل میں بھی ہوتی ہے ان پر جب وقف کیا جائے گا تو تنوین گر جائے گی اور الف جو رسم الخط میں ہے پڑھا جائے گا مثلاً ظَهِيْرًا سے ظَهِيْرَا یا بَصِيْرًا سے بَصِيْرَا وغیرہ۔ لیکن یاد رہے کہ جب حرف مدہ پر وقف کیا جائے تو ایک الف سے زیادہ نہ کھینچا جائے جیسے مَالًا فَنَسِيَ وغیرہ ۷۴ یعنی وقف بالروم کی صورت میں مد عارض وقفی اور اسی طرح مد عارض لین کا طول تو سط نہ ہوگا اس لئے کہ مد کے واسطے بعد حرف مدہ یا لین کے سکون تام چاہیئے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک

ہوتا ہے تو اس صورت میں مدّ فرعی کے پائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس وقف بالرّوم میں وصل کی طرح فقط مد اصلی یعنی قصر ہی ہوگا نہ کہ طول توسط بھی سو اس طرح حرف موقوف علیہ مفتوح جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ' لَاخَیْرَ میں تین وجہ طول توسط قصر مع الاسکان اور مکسور جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ' وَالصَّیْفِ میں چار وجہ طول توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم اور مضموم جیسے نَسْتَعِیْنُ' حَیْثُ میں سات وجوہ طول توسط قصر مع الاسکان اور طول توسط قصر مع الاشمام اور قصر مع الروم جائز ہونگی۔ وَباللہِ التَّوفِیْقُ۔

﴿چودھواں لمعہ﴾

(فوائدِ متفرِقہ ضروریہ کے بیان میں [1])

اور گو ان میں سے بعض [2] بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے شاید خیال نہ رہے اس لئے ان کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

(فائدہ نمبر۱) سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ [3] یعنی لٰکِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر اس پر کوئی وقف کردے تو اس وقت پڑھا جاوے گا۔

(فائدہ نمبر۲) سورہ دہر کے شروع میں ہے سَلٰسِلَا۟ یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف [4] لکھا ہے وہ ہر [5] حال میں پڑھا جاتا ہے۔

﴿حواشی چودھواں لمعہ﴾ [1] فوائد متفرقہ ایسے فائدوں کو کہتے ہیں جو کسی ایک مضمون کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ ان کے ضمن میں مختلف قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہوں چنانچہ یہاں بھی ایسے ہی ہے کہ کسی فائدے کے ضمن میں تو کسی کلمہ کے الف کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے اور کسی فائدے کے ضمن میں مَا فَرَّطْتُّ بَسَطْتَّ کے ادغام کا حکم بتایا ہے اور کسی فائدے کے ضمن میں سکتہ کا مسئلہ بیان کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور متفرقہ کے معنیٰ مختلفہ کے ہی ہیں [2] چنانچہ فائدہ نمبر۱ تا فائدہ نمبر۶ تک اس سے پہلے کے مختلف لمعات میں بیان ہو چکے ہیں جن میں سے پہلے تین کا ذکر تیرھویں لمعہ کے شروع میں اور چوتھے کا ذکر آٹھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۴ میں اور پانچویں اور چھٹے کا ذکر بارہویں لمعہ کے دو قاعدوں کے ضمن میں ہوا ہے اور ان چھ کے علاوہ باقی نو فائدے نئے ہیں [3] اس کی توضیح تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۳ کے ضمن میں ہو چکی ہے پھر دیکھ لیں [4] قرآن مجید کے رسم خط میں پہلے لام کے بعد الف نہیں لکھا ہوا بلکہ اس پر کھڑا زبر ہے گویا موصول لکھا ہوا ہے اس طرح سَـلٰـسِـلَا۟۔ مزید تفصیل کے لئے تیرہویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۵ میں ملاحظہ فرمائیں [5]

(فائدہ نمبر۳) اسی سورہ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِیْرَا قَوَارِیْرَا دو دفعہ ہے اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے سو ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی ۶؎ حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جاوے گا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جاوے گا اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف ۸؎ کرتے ہیں دوسری جگہ نہیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ مت پڑھو۔

(فائدہ نمبر۴) قرآن میں ایک جگہ اِمالہ ۹؎ ہے یعنی سورہ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىھَا ہے اس کا بیان لمعہ نمبر۸ قاعدہ نمبر۴ میں دیکھ لو۔

(فائدہ نمبر۵) سورہ حم سجدہ میں ایک جگہ تسہیل ۱۰؎ ہے ءَاَعْجَمِیٌّ اس کا بیان بارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۱ میں گزرا ہے دیکھ لو۔

(فائدہ نمبر۶) سورہ حجرات میں بِئْسَ الِاسْمُ ۱۱؎ میں اَلِاسْمُ کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر۲ میں گزرا ہے۔

(فائدہ نمبر۷) لَئِنْ بَسَطْتَّ اور اَحَطْتُّ اور مَا فَرَّطْتُّمْ اور مَا فَرَّطْتُّ میں ادغام ناتمام ۱۲؎ ہوتا ہے۔

کیونکہ یہ کلمہ کا درمیان ہے اور درمیان کلمہ پر وقف کرنا جائز نہیں۔ ۶؎ اس کی توجیہ تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۲ میں ہو چکی ہے دیکھ لیں۔ ۷؎ اس کی توجیہ تیرھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۵ میں ہو چکی ہے دیکھ لیں۔ ۸؎ کیونکہ وقف کا نشان یعنی گول آیت پہلے قوا ریرا پر ہی ہے لہٰذا وقف بھی اس پر کرنا مناسب ہے ۹؎ اِمالہ کے لغوی معنی اور تعریف مع مثالیں آٹھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۲۳ میں بیان ہو چکی ہیں دیکھ لیں۔ ۱۰؎ تسہیل کے لغوی معنی اور تعریف بارھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر ۶ میں بیان ہو چکی ہے دیکھ لیں ۱۱؎ اس کی توجیہ بارھویں لمعہ کے حاشیہ نمبر۷ میں گزری ہے دیکھ لیں ۱۲؎ اس لئے کہ طاء قوی ترین حرف ہے اور تاء اس کے مقابلے میں ضعیف حرف ہے اور قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا ادغام

یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جاوے کہ طاء اپنی صفت استعلاء و اطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُر ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں بہتر یہی ہے کہ پورا ادغام ۱۳ کیا جاوے یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جاوے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جاوے۔

(فائدہ نمبر ۸) نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَـرْمَلُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۳ میں آچکا ہے اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیئے مگر ادغام نہیں ۱۴ کیا جاتا۔

(فائدہ نمبر ۹) سورہ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَاتَاْمَنَّا ۱۵ اس میں نون پر اشمام ۱۶ کیا کرو۔

ناقص میں ادغام و اظہار دونوں قاعدوں کی رعایت ہوتی ہے اس طرح کہ ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ جب مثلین اور متجانسین میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو اس کا دوسرے میں ادغام کرنا ضروری ہے اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا تو پہلے قاعدہ کے موافق ادغام تو ضرور ہوگا لیکن دوسرے قاعدے کی بنا پر تام نہ ہوگا بلکہ ناقص ہوگا فَافْهَمْ وَ تَاَمَّلْ ۱۳ اور یہ ادغام تام کہلاتا ہے اور یہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ آسان ہے اور مدغم یعنی قاف کے قوی ہونیکی کی وجہ سے ادغام ناقص بھی جائز ہے پھر یہ شبہ ہوتا ہے کہ طا اور قاف دونوں قوی ترین حرف ہیں تو پھر یہ فرق کیوں ہے کہ طاء کا ادغام تا میں تو صرف ناقص ہی ہے تام جائز نہیں اور قاف کا ادغام کاف میں تام اور ناقص دونوں طرح جائز ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ طاء کی تمام صفات قوی ہیں اور قاف کی چھ صفتوں میں سے ایک صفت انفتاح ضعیف ہے اور باقی پانچ قوی ہیں پس یہ قوی تر ہے اور اس کے مقابلے میں طا قوی ترین حرف ہے اس لئے طا کا ادغام تا میں صرف ناقص ہے اور قاف کا ادغام کاف میں تام اور ناقص دونوں طرح جائز ہے اور اصل وجہ نقل کی پیروی ہے ۱۴ بطریق شاطبی صرف اظہار اور بطریق جزری اظہار اور ادغام دونوں وجوہ جائز ہیں ۱۵ اصل میں لَاتَـاْ مَنُنَا دونون ہیں پہلا مضموم دوسرا مفتوح اور لا نافیہ ہے اس میں محض ادغام اور محض اظہار جائز نہیں بلکہ اس میں دو وجوہ ہیں (نمبر ۱) ادغام کے ساتھ اشمام ضروری ہے تا کہ دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہاں اصل میں دونون تھے اور ان میں سے پہلے پر پیش تھا اور

(فائدہ نمبر ۱۰) قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ ۷ا لکھا ہوا پاؤ گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف ۱۸ا کے سے جاری ہوں گے مثلاً سورہ قیامہ میں ہے مَنْ سکتہ رَاقٍ تو یَرْمَلُوْنَ کے موافق مَنْ کا نون را میں ادغام ہوجاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور۔ را میں اِتصال ۱۹ا نہیں رہا

رسم کی پیروی کی بنا پر یہی اولیٰ ہے اور یہی وجہ قراء کے یہاں زیادہ مشہور ہے اسی لئے متن میں اس وجہ کو خاص کیا ہے (نمبر۲) اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے تاکہ اگر کامل ادغام نہیں تو اقْـرَب اِلَـی الْاِ دْغَام تو ہو ہی جائے اور اجتماع مثلین سے پیدا شدہ ثقل کسی حد تک دفع ہو جائے وَاللّٰـهُ اَعْلَمُ ۱۶ا پس اشام کی چار قسمیں ہیں (نمبر۱) اشام وصلی جیسے لَا تَـاْ مَنَّا کے نون پر یہ اشام وصلی لا نافیہ اور لا ناہیہ میں فرق کرنے کے لئے ہوتا ہے (نمبر۲) اشام وقفی جیسے نَسْتَعِیْـنُ یہ اشام اصلی حرکت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے (نمبر۳) اشام حرکتی یہ اشام اصلی حرکت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے قِیْلَ اور یہ روایت ہشام اور قراٰتِ کسائی میں منقول ہے (نمبر۴) اشام حرفی جیسے روایت خلف میں صِـرَاطَ کی صاد میں زا کی آمیزش ہونا۔ ۷ا سکتہ کے لغوی معنیٰ ہیں باز رہنا' خاموش ہونا اور سکتہ کی تعریف یہ ہے کہ تلاوت کو جاری رکھتے ہوئے کسی کلمہ پر بغیر سانس توڑے تھوڑی دیر کے لئے آواز کو روک لینا اور پھر اسی سانس سے آگے پڑھنا پھر سکتہ کی دو قسمیں ہیں سکتہ لفظی اور سکتہ معنوی جہاں دو کلموں کے اتصال سے معنیٰ میں التباس واقع ہونے کا احتمال ہو ان مواقع میں جو سکتہ کیا جاتا ہے اس کو سکتہ معنوی کہتے ہیں چنانچہ متن میں دیے گئے چاروں مواقع میں سکتہ کی یہی وجہ ہے اور جو تَقْوِیَةً لِلْهَمْزِ یعنی ہمزہ کو صاف اور محقق ادا کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے اس کو سکتہ لفظی کہتے ہیں اور یہ سکتہ لفظی روایت حفص میں بطریق شاطبی تو کہیں نہیں البتہ طیبہ کے بعض طرق میں اِنَّ الْاِنْسَـانَ اور قَدْاَفْلَحَ جیسے موقعوں میں ہوتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ۱۸ا کیونکہ وقف کی طرح سکتہ میں بھی یہ باتیں ذہن میں رکھی جاتی ہیں کہ آواز کا منقطع کرنا' متحرک کو ساکن کرنا' زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا اور ادغام وغیرہ کا نہ کرنا ۱۹ا اگرچہ وقف اور سکتہ میں یہ فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑا جاتا ہے اور سکتہ میں نہیں توڑا جاتا لیکن آواز چونکہ دونوں میں توڑ دی جاتی ہے اس لئے ایک حرف کا دوسرے حرف کے ساتھ اتصال جیسے وقف میں نہیں رہتا ایسے ہی سکتہ میں بھی نہیں

اس لئے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عِوَجًا ۝ سکتہ قَيِّمًا تو اگر عوجاً پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل ۲۰ کر سکتہ کیا جاوے گا اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے ۲۱ چار ہیں ایک سورہ قیامہ میں دوسرا سورہ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے تیسرا سورہ یٰسٓ میں مِنۡ مَّرۡقَدِنَا کے الف ۲۲ پر جب کہ مابعد

رہتا اور یہ احکام یعنی ادغام اور اخفاء وغیرہ اتصال ہی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں اس لیے وقف کی طرح سکتہ میں بھی یہ احکام پیدا نہیں ہوتے ۲۰ لیکن سکتہ کی وجہ سے تنوین کو الف سے بدلنا عِوَجًا ہی کے ساتھ خاص ہے اور اگر طیبہ کے بعض طرق کی پیروی کرتے ہوئے جن کی رو سے ساکن منفصل پر سکتہ کرنا جائز ہے یعنی مَّرِيضًا اَوْ جیسے کلمات پر جب سکتہ کیا جائے گا تو ایسے مواقع میں تنوین کا الف سے ابدال نہ ہوگا۔ ۲۱ چاروں مواقع میں شاطبیہ کے طریق سے سکتہ کرنا واجب ہے البتہ طیبہ کے طریق سے سکتہ، ترک سکتہ دونوں وجوہ ثابت ہیں اور چار مقامات ایسے ہیں کہ ان میں تمام قراء کیلئے سکتہ جائز اور اولیٰ ہے اور وہ یہ ہیں (اوّل) ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا کے الف پر جو سورہ اعراف کے رکوع نمبر ۲ میں ہے (دوم) اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا سُوۡرَۃُ اعراف ع ۲۲ پ ۹ کے واو ساکنہ پر (سوم) يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا سورہ یوسف ع ۳ پ ۱۲ کے الف پر (چہارم) حَتّٰى يُصۡدِرَ الرِّعَآءُ سورہ قصص ع ۳ پ ۲۰ کے ہمزہ مضمومہ پر پس ان چار مواقع میں سکتہ صرف جائز واولیٰ واختیاری ہے نہ کہ واجب وضروری اور اس سکتہ کو علماء اوقاف نے معنیٰ کی رعایت سے علامات اوقاف کی طرح خود مقرر کیا ہے روایت ونقل کے ذریعہ ائمہ سے ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان چار موقعوں میں یہ سکتہ روایت ونقل سے ثبوت کے اعتقاد کے بغیر ہی درست ہے۔ نہ کہ روایت ونقل سے ثبوت کے عقیدہ کے ساتھ بھی اور ان میں الرِّعَآءُ میں چونکہ آخری حرف پر ضمہ ہے اس لئے وقف کی طرح سکتہ میں بھی اس میں روم و اشمام دونوں صحیح ہیں ۲۲ اس جگہ چونکہ وقف لازم ہے اور سورہ کہف کے شروع میں عِوَجًا پر گول آیت ہے اس لئے ان دو موقعوں میں وقف کرنا بمقابلہ سکتہ کے زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے (از تعلیقات مالکیہ) کیونکہ سکتہ معنوی التباس کو دور کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اور وقف کرنے سے سکتہ کا مقصد بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان دو موقعوں میں وقف کرنے سے روایت کی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ سکتہ حکم وقف کا رکھتا ہے اس لئے اس شبہ کا سوال

سے ملا کر۲۳؎ پڑھا جاوے اور چوتھا سُورہ مُطَفِّفِيْنَ میں كَلَّا بَلْ کے لام ساکن پر۲۴؎ بس ان کے سوا سُورہ فاتحہ۲۵؎ وغیرہ میں کہیں سکتہ نہیں۔

(فائدہ نمبر۱۱) قرآن میں جہاں پیش آوے اس کو واؤ معروف۲۶؎ کی سی بو دے کر پڑھو اور جہاں زیر آوے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جاوے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے۲۷؎ ایسا مت کرو بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو۲۸؎ لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۳؎ مابعد سے ملا کر پڑھنے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر یہاں وقف کر دیا جائے تو سکتہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ سکتہ وصل میں ہوتا ہے نہ کہ وقف میں۲۴؎ البتہ ترک سکتہ کی حالت میں اس موقعہ میں اور سُوْرَۃ قِیٰمَۃ کے موقعہ میں ادغام ہوگا اور سورہ کہف کے موقع میں اخفاء مع الغنہ ہوگا۲۵؎ سورہ فاتحہ میں سکتہ کی نفی اس لئے فرمائی ہے کہ بعض جہلا اس میں مندرجہ ذیل سات مواقع میں سکتہ کرتے ہیں (نمبر۱) اَلْحَمْدُ کے دال پر (نمبر۲) لِلّٰهِ کی ھا پر (نمبر۳) مٰلِكِ کے کاف پر (نمبر۴) اِيَّاكَ کے کاف پر (نمبر۵) وَاِيَّاكَ کے کاف پر (نمبر۶) اَنْعَمْتَ کی تا پر (نمبر۷) اَلْمَغْضُوْبِ کی با پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان مواقع میں سکتہ کرنا بالکل غلط اور لغو ہے جس کی کوئی اصل نہیں فن کی کتابوں میں ان سکتوں سے سختی سے روکا گیا ہے۲۶؎ یعنی باریک اور لطیف اور بو دینے کا مطلب یہ ہے کہ پیش میں واو معروف کا اور زیر میں یا معروف کا اثر ہونا چاہئے اس طرح کہ اگر زیر اور پیش کو کھینچا جائے تو اس سے یاء معروف اور واو معروف پیدا ہوں نہ کہ مجہول جیسا کہ آگے خود متن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۲۷؎ اس کا مطلب یہ کہ عربی میں واو اور یاء

(فائدہ نمبر۱۲) جب واوٗ مشدد یا کہ یاء مشدد پر وقف ہو تو ذرا سختی ۲۹ سے تشدید کو پڑھانا چاہئے تاکہ تشدید باقی رہے جیسے عَدُوٌّ اور عَلَى النَّبِيِّ

(فائدہ نمبر۱۳) سورۃ یوسف ۳۰ میں ہے وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ O اور سورۃ اقرأ میں ہے لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ O اگر وليكونًا اور لنسفعًا پر وقف کرو تو الف سے پڑھو یعنی تنوین مت پڑھو۔

مجھول کا تلفظ ہے ہی نہیں البتہ فارسی اور اردو میں معروف اور مجہول دونوں طرح کے واو اور یا پائے جاتے ہیں مثالیں آئندہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں ۲۸ ظاہر ہے کہ کسی حرف کا تلفظ جس طرح سننے سے سمجھ میں آ سکتا ہے لکھا ہوا دیکھ کر اس طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا البتہ معروف اور مجہول دونوں طرح کے واو اور یا کی مثالوں میں غور کرنے سے فرق محسوس ہو سکتا ہے واو اور یا' معروف کی مثالیں نور' جمیل وغیرہ اور مجہول کی مثالیں مور اور درویش وغیرہ ہو سکتی ہیں ۲۹ کیونکہ سختی سے ادا نہ کرنے کی صورت میں واو اور یا سے پہلے والے ضمہ اور کسرہ میں اشباع ہو جاتا ہے اور واوٗ یاء مخفف ہو جاتے ہیں اور تشدید باقی نہیں رہتی۔ اور تشدید بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دو حرفوں کے برابر دیر لگانی چاہیے پس حرف مشدد میں دو باتوں کا خیال رکھا جائے ایک یہ کہ مخرج کو کچھ سختی سے ملایا جائے دوسرے یہ کہ کچھ دیر تک ملائے رکھا جائے لیکن اس کا بھی خیال رہے کہ تشدید کے اہتمام میں واو اور یا شدیدہ نہ ہو جائیں کیونکہ تشدید اور چیز ہے اور شدت اور چیز ہے لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عام مشدد حرفوں میں اتنی دیر نہیں لگنی چاہیے جتنی کہ غنہ والے مشدد حرف میں لگتی ہے کیونکہ اس میں غنہ کی اپنی مقدار بھی شامل ہوتی ہے جو دو حرکتوں کے برابر ہے پس دَبَّ کی با اور قَدَّ کی دال اور الذِّكْر کی ذال میں اِنَّ کے نون اور لَمَّا کی میم مِنْ وَّال کے واو اور مِنْ يَّوْمِهِمْ کی یا کی نسبت کم دیر لگنی چاہیئے واللہ اعلم ۳۰ وَلَيَكُوْنًا اور لَنَسْفَعًا کی ظاہری صورت کو دیکھتے ہوئے تو اس فائدہ نمبر ۱۳ کا کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ زبر کی تنوین کا عام قاعدہ یہی ہے کہ وقفاً اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ تیرھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر ۷ میں گزر چکا ہے لیکن حق یہی ہے کہ اس فائدہ کی ضرورت تھی اس لئے ان دونوں کلموں کے آخر میں جو نون ہے وہ نون تنوین نہیں بلکہ نون خفیفہ ہے کیونکہ نون تنوین اسموں کا خاصہ ہے اور یہ دونوں فعل ہیں مگر ان کا نون عام دستور کے خلاف زبر کی تنوین کی صورت میں لکھا ہوا ہے اس لئے اس بات کا احتمال تھا کہ کوئی شخص کلمہ کی اصل کا لحاظ

(فائدہ نمبر۱۴) چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے ۳۱ اور اس صاد پر چھوٹا سا سین بھی لکھ دیتے ہیں اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورہ بقرہ میں ہے یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ دوسرا سورہ اعراف میں فِی الْخَلْقِ بَصْطَۃً ان دونوں جگہ میں سین پڑھو ۳۲ تیسرا سورہ طور میں اَمْ ھُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ اس میں چاہے سین پڑھو ۳۳ چاہے صاد پڑھو چوتھا سورہ غاشیہ میں بِمُصَیْطِرٍ اس میں صاد پڑھو ۳۴۔

(فائدہ نمبر۱۵) ۳۵ کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے لَ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو ایک سورہ ال عمران میں لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْن ۳۶ دوسرا سورہ

رکھتے ہوئے کہیں ان پر نون کے ساتھ وقف نہ کردے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وقف چونکہ رسمُ الخطّ کے تابع ہے اور ان دونوں کی رسم الف سے ہے اس لئے یہاں وقف الف کے ساتھ ہوگا نہ کہ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے نون کے ساتھ اور متن میں جس تنوین کے پڑھنے سے روکا گیا ہے اس تنوین سے مراد نون خفیفہ ہی ہے چونکہ دونوں کا تلفظ ایک جیسا ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیا۔ وباللّٰہ التوفیقْ ۳۱ لیکن ان چاروں مقامات میں اصل سین ہے یہی وجہ ہے کہ صاد کے اوپر چھوٹا سا سین لکھتے ہیں تاکہ اصل کی طرف اشارہ ہو جائے اور ان کو اصل کے خلاف صاد کے ساتھ اس لئے لکھتے ہیں کہ صاد والی قرأت کو بھی یہ رسم شامل ہو جائے اس طرح کہ صاد والی قرأت تو رسم صریح سے نکل آئے اور سین والی قرأت رسم کے خلاف ہونیکے باوجود اصل سے سمجھ لی جائے اور دونوں قرأتیں اس بات میں معتدل اور برابر ہو جائیں کہ صاد تو رسم کے موافق اور اصل کے خلاف ہے اور سین اصل کے موافق اور رسم کے کسی قدر خلاف ہے اور اگر ان کلمات کو اصل کے موافق سین سے لکھتے تو اعتدال باقی نہ رہتا اور صاد والی قرأت رسم واصل دونوں ہی کے خلاف ہو جاتی اور یہ خلاف قابل تحمل نہ رہتا وَاللّٰہ اعلَمْ ۳۲ شاطبیہ اور طیبہ دونوں کے طریق سے صرف سین پڑھی جائیگی صاد پڑھنا جائز نہیں ۳۳ اَلْبتّہ شاطبیہ کے موافق صاد ہے اور سین شاطبیہ کے طریق کے خلاف ہے البتہ بطریق طیبہ دونوں وجوہ صحیح اور درست ہیں حاصل یہ کہ صاد دونوں طریقوں سے اور سین صرف طیبہ کے طریق سے ہے ۳۴ اس میں بطریق شاطبیہ صرف خالص صاد ہی ہے اور سین پڑھنا جائز نہیں اور

توبہ میں وَلَاۡاَوۡضَعُوۡا ۳۷؎ تیسرا سُوۡرَہ نَمل میں اَوۡلَاۡاَذۡبَحَنَّہٗ ۳۸؎ چوتھا وَالصّٰفّٰتُ میں لَاۡاِلَـی الۡـجَـحِیۡمِ پانچواں ۳۹؎ سورہ حشر میں لَاَنۡتُـمۡ اَشَدُّ اسی طرح سورہ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَائِنۡ ۴۰؎ اور پڑھا جاتا ہے اَفَئِنۡ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَـلَاۡئِہٖ ۴۱؎ اور پڑھا جاتا ہے مَلَـئِہٖ اور سورہ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَاۡیْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَیْءٍ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَاۡیْءِ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِی۔

بطریق طیبہ صاد اور سین دونوں وجوہ ہیں حاصل یہ کہ صاد شاطبیہ اور طیبہ دونوں سے اور سین صرف طیبہ کے طریق سے ہے ۳۵؎ اس فائدے میں دیئے گئے آٹھ کلمات میں پندرہ جگہ الف لکھنے میں تو آتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا اور ہم نے اس زائد الف کی پہچان کے لئے اس پر کانٹی نشان بنا دیا ہے ۳۶؎ اور اسی طرح لَاۡاِلَی الۡجَحِیۡم میں دونوں جگہ لام کے بعد بعض قرآنوں میں الف زائد ہے ان میں دونوں وجوہ مساوی ہیں اور ابن کثیر کی قرأت کی رو سے وَلَاۡ اَدۡرٰکُـمۡ (یونس ع ۲) میں اور پہلے لَاۡاُقۡسِمُ (قیٰمۃ) میں بھی لام کے بعد الف زائد ہے۔ ۳۷؎ اس میں اکثر قرآنوں میں لام کے بعد ایک الف زائد ہے اور بعض میں یہ الف زائد نہیں۔ ۳۸؎ اس میں بالاتفاق الف زائد ہے ۳۹؎ اس میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو لَاَنۡتُـمۡ میں بھی الف زائد بتایا ہے یہ محض بے سند اور غلط ہے اور صحیح رسم لَاَنۡتُـمۡ ہے چنانچہ (نثر المرجان ص ۲۸۴، ج ۷) میں ہے کہ لَاَنۡتُـمۡ میں اَنۡتُـمۡ کے ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ موصول الرسم ہے اور اس ہمزہ کے بعد الف زائد نہیں ہے اور مصحف جزری میں بھی اسی طرح مرسوم ہے البتہ صرف مَوۡرِدُالظَّمۡاٰن میں ہمزہ اور نون کے درمیان الف زائد مذکور ہے یعنی لَاۡاَنۡتُمۡ لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کو اَئِـمَّـۃٔ فن میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا وَاللّٰـہُ اعلَم نیز ہمارے یہاں کے عام مصاحف میں لَاۡنۡفَضُّوۡا (ال عمران ع ۱۷) میں نون سے پہلے ایک الف زائد لکھا ہے جسکی شکل لَا انۡفَضُّوۡا ہے یہ بھی بالکل بے اصل اور غلط ہے اور اس کی صحیح رسم لَا نۡفَضُّوۡا ہے دیکھو (نثر المرجان ص ۵۰۷) ۴۰؎ اور اسی طرح اَفَـاۡئِـنۡ مِّتَّ (انبیاء ع ۳) میں ہمزہ مبتدئہ مراد وصل کی بنا پر بصورت یا مرسوم ہے اور سیوطی کی رائے پر ہمزہ عام قیاس کے موافق بصورت الف اور یا زائد ہے یعنی اَفَـاۡئِـنۡ لیکن یہ مرجوح یعنی راجح نہیں ہے ۴۱؎ وَمَلَاۡئِہٖ ہر چھ جگہ یعنی (اعراف ع ۱۳، و یونس ع ۸، و ھود ع ۹، و مومنون

(تنبیہ) مذکورہ قاعدے ۲۴ اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف ہے'

ع ۳' و قصص ع ۴' وزخرف ع ۵ میں اور مَلَا۟ئِهِمْ یونس ع ۹ میں ان میں شاطبی سخاوی اور سیوطی کی رائے پر ہمزہ بصورت الف اور یا زائدہ ہے یعنی و مَلَا۟ئِهٖ اور ان کے نزدیک یا کی زیادتی اس لئے ہے کہ وَمَالَهٗ ماضی کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے اور اسی طرح لِشَا۟ئْ ءٍ اور نَبَا۟ئِ میں بھی بعض کی رائے پر ہمزہ عام قیاس کے موافق بصورت الف اور یا زائدہ ہے یعنی لِشَا۟ئٍ اور نَبَا۟ئِ اور زیاتی الف کی عمومی وکلی حکمت یہ ہے کہ بقول علامہ سیوطیؒ اور علامہ کرمانیؒ نے عجائب میں بیان کیا ہے کہ خطوط سابقہ میں فتحہ بصورت الف مرسوم ہوتا تھا تو قرب زمانہ کی وجہ سے لَا۟ اِلَى وغیرہ میں فتحہ بصورت الف مرسوم ہے نیز وَلَا۟ اَوْضَعُوْا وغیرہ میں یہ حکمت ہے کہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وقفاً امام حمزہ کے لئے تسہیل' ہمزہ اور الف کے درمیان ہوگی۔ ۲۴ قرآن کریم میں دو طرح کے الفاظ ہیں (۱) متفق علیہ جن کو تمام ناقلین نے ایک ہی طرح نقل کیا ہے مثلاً وَاِذْقَالَ ' تِلْكَ الرُّسُلُ وغیرہ (۲) مختلف فیہ جن کو عرب کے لغات یا وجوہ اعجاز قرآنیہ کے اختلاف کی وجہ سے حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل کیا ہے اور آسانی وسہولت کے لئے سبھی وجوہ کو جائز قرار دیا ہے مثلاً مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور وَمَا يَخْدَعُوْنَ اور وَمَا يُخٰدِعُوْنَ اور مد منفصل میں مد بھی اور قصر بھی انہی اختلافات کو اختلاف قراءات یا وجوہ قراءات کہتے ہیں جن کو بہت سے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور پھر اپنے شاگردوں کو پڑھایا اور پھر صحابہؓ کے شاگردوں نے بھی آگے اس فن قرأت کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا علم قرأت سے قُرانی کلمات کا یہی اختلاف معلوم ہوتا ہے جس کا ماخذ وسہارا صحیح ومتواتر نقلیں ہیں نہ کہ عقل وقیاس بھی۔

قراءت کی تعداد: ائمہ قراءت نے اختلافی الفاظ میں سے بپابندی شرائط (۱) صحت روایت (۲) موافقت نحو (۳) موافقت رسم) جدا جدا ترتیبیں اختیار کرلیں جن کی بنا پر صدر اول میں بے شمار قراءتیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جن کا شمار کسی کے بس کا کام نہیں ہاں ان میں سے دس ائمہ قراءات ایسے مشہور وممتاز ہیں جن کی نقل کردہ اختلافی وجوہ ہم تک صحت وتواتر کے ساتھ پہنچی ہیں پھر ہر قراءت میں دو دو روایتیں ہیں اس طرح کل بیس روایات ہوگئیں۔

جن کے تواتر وصحت پر اجماع واتفاق ہے ان دس ائمہ کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) امام نافع مدنی (۲) امام ابن کثیر مکی (۳) امام ابوعمرو بصری (۴) امام ابن عامر شامی (۵) امام عاصم کوفی (۶) امام حمزہ کوفی (۷) امام کسائی

میں نے امام حفص ۴۳؎ رحمتہ اللہ علیہ کے قواعد لکھے ہیں جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن پڑھتے ہیں اورانہوں نے ۴۴؎ قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عَاصم ۴۵؎ تابعی سے اورانہوں نے

کوفی (۸) امام ابوجعفر مدنی (۹) امام یعقوب حضرمی (۱۰) امام خلف بغدادی پھران دس میں سے ہرایک کے بے شمار شاگرد ہوئے ہیں لیکن ہرامام کے دو دو شاگرد ایسے مشہور وفائق ولائق ومرجع الخلائق ہوئے ہیں کہ وہ بھی اپنے استادوں کی طرح ساری دنیا میں مشہور ہو گئے۔ان دس ائمہ میں سے امام عاصم کے دوشاگرد مشہور ہوئے ہیں ایک کا نام شعبہ دوسرے کا نام حفص ہے اگرچہ ان سب قاریوں کی قرأتیں اوران کے شاگردوں کی روایتیں آج بھی دنیا میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اورعلماء نے ان میں بھی کتابیں لکھی ہیں لیکن ان میں سے سب سے زیادہ مشہور حضرت حفص کی روایت ہے اورسارے جہاں میں زیادہ تر یہی پڑھی پڑھائی جاتی ہے پس مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے یہ رسالہ انہیں حضرت حفص کی روایت کے موافق لکھا ہے اورجس کلمہ میں ان کا اور دوسرے قاریوں کا اختلاف ہے ان میں سے اسی روایت کے موافق لکھا ہے مثلاً مَجْرٖىهَا ءَاَعْجَمِیٌّ وغیرہ۔روایت حفص کے زیادہ تر مروج ہونے کا سبب۔اس کی اصل وجہ تو خداداد مقبولیت وشہرت ہے اورظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شہروں میں زیادہ تر لوگ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اوروہ حضرت حفص کے رفیق درس ونیز شریک تجارت تھے اس لئے مُقلدین نے روایت بھی امام صاحب کے رفیق یعنی حضرت حفص کی اختیار کر لی پھر سہولت وآسانی کے لئے نیز فتنہء اختلاف سے بچنے کے لئے تمام اصحاب مذاہب نے اسی کے موافق اِعراب ونقطے لگا کر اسی روایت کو اختیار کرلیا۔ واللہ اعلم ۴۳؎ ابوعمر وحفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی بزاز (دوزا کے ساتھ) ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں وفات ہوئی ان کے والد صاحب کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ نے امام عاصم رحمتہ اللہ علیہ سے نکاح کر لیا تھا لہٰذا ان کی پرورش وتربیت امام عاصم کے زیر سایہ شفقت ہوئی (نشرص ۱۵۶) ابن معین کہتے ہیں کہ حفص قرأت عاصم کے اندر اَعلم الناس تھے یعنی قراءت عاصم کی اَصح روایت وہ ہے جو حفص نے روایت کی ہے علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ حفص قرأت عاصم میں ثقہ ضابط اورثبت تھے امام عاصم سے متعدد مرتبہ قرآن پڑھا نیز متعدد دیگر شیوخ سے علم حاصل کیا حضرت امام ابوحنیفہ کے ساتھ کپڑے کی تجارت میں شریک تھے اگرچہ قراءت سبعہ بلکہ عشرہ متواترہ ہیں اورسبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ حرمین اوربصرہ کی قرأت خالص قرشی ہونے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں مگر یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں

سے مکاتب و مدارس میں صرف روایت حفص ہی پڑھی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریباً نوسونانوے آدمیوں کو صرف یہی روایت یاد ہے اور ایسا شاید کوئی نہ ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ علی رغم نحات کہتے ہیں کہ یہ قرآت مروج ہی نہ ہونی چاہئے تھی کیونکہ نحات ہمزتین کی تحقیق کی وجہ سے قرأت عاصم پر اعتراض کرتے تھے (مقدمہ شرح سبعہ قرأت از قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی ص ۲۸) ۴۴؂ روایت حفص کی سند آپ نے امام عاصم بن ابی النجود بن بہدلہ اسدی تابعی سے انھوں نے ابو مریم زر بن حبیش بن حباشہ اسدی اور ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمی اور ابو عمرو سعد بن الیاس شیبانی سے پڑھا پھر ان میں سے زر نے حضرت عثمان، حضرت علی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور سلمی نے حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت زید حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور شیبانی نے صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور ان پانچوں صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا روایت حفص کی پوری سند احقر سے لیکر حضرت حق جل مجدہ تک (۱) احقر محمد رمضان (۲) حضرت قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۳) الشیخ عبدالمالک بن شیخ جیون علیؒ (۴) الشیخ محمد عبداللہ بن بشیر خانؒ (۵) الشیخ ابراھیم سعد بن علیؒ (۶) الشیخ حسن بدیرؒ (۷) الشیخ محمد متولیؒ (۸) الشیخ سید احمدؒ (۹) الشیخ احمد سلمونہؒ (۱۰) الشیخ سید ابراہیم العبیدیؒ (۱۱) الشیخ عبد الرحمٰن الاجھوریؒ (۱۲) الشیخ احمد المقریؒ (۱۳) الشیخ محمد البقریؒ (۱۴) الشیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ (۱۵) الشیخ شحاذہؒ (۱۶) الشیخ الناصر الطبلاویؒ (۱۷) شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ (۱۸) الشیخ رضوان لعقبیؒ (۱۹) الشیخ محمد النویریؒ (۲۰) الشیخ محمد الجزریؒ (۲۱) الشیخ الامام الازھر بن لبانؒ (۲۲) الشیخ احمد صہر الشاطبیؒ (۲۳) الشیخ ابی الحسن علی بن ہذیلؒ (۲۴) الشیخ داود سلیمان بن نجاحؒ (۲۵) الشیخ عثمان ابی عمرو دانیؒ (۲۶) الشیخ ابی الحسن طاہر بن غلبونؒ (۲۷) الشیخ ابی الحسن علی بن محمد صالح الھاشمیؒ (۲۸) الشیخ ابی العباس احمد بن سہیل الاشنانیؒ (۲۹) الشیخ محمد عبید الصباحؒ (۳۰) الشیخ حضرت حفصؒ صاحب روایت (۳۱) الشیخ الامام عاصم بن ابی النجودؒ (۳۲) الشیخ زر بن حبیش الاسدیؒ (۳۳) سیدنا عثمان وعلی وابی بن کعب وابن مسعود و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین (۳۴) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۳۵) جبرئیل علیہ السلام (۳۶) لوح محفوظ اور وہاں سے حق سبحانہ وتعالیٰ کے فیض سے آیا ۴۵؂ ابوبکر عاصم بن ابی النجودؒ (والد کا نام) وابن بہدلہ (والدہ کا نام) اسدی کوفی آپ نے شیخ القراء امام ابو عبدالرحمٰنؒ عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ سلمی نابینا شیخ القراء کوفہ اور شیخ القراء

زر بن حبیش اسدی ۴۶ھ اور عبداللہ ۴۷ھ بن حبیب سلمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالے عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

امام ابو مریم زر بن حبیش بن حباشہ بن اوس اسدی اور شیخ القراء ابو عمر و سعد بن الیاس شیبانی کوفی سے قرآن پڑھا یہ تینوں حضرات کبار تابعین میں سے ہیں اور بلا واسطہ حضرت عثمانؓ ' حضرت علیؓ ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگرد ہیں آپ خود بھی تابعی ہیں اور حضرت حارث بن حسانؓ وغیرہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ سے فیض و برکت حاصل کی ہے حضرت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں حضرت عاصم صاحب قراءت اور حضرت حماد صاحب فقہ تھے میں عاصم کو زیادہ پسند کرتا ہوں عجلی کہتے ہیں عاصم صاحب سنت وقرأت ثقہ اور رئیس القراء تھے ابو اسحٰق سبیعی بار بار کہتے تھے میں نے عاصم سے بہتر قاری نہیں دیکھا عاصم سے زیادہ قرآن کا عالم کوئی نہیں امام ابو عبدالرحمٰن کے بعد کوفہ کی ریاست قراءت آپ پر منتھی ہوتی ہے آپ فصاحت و بلاغت ضبط و اتقان اور تجوید و تحریر کے جامع تھے طریقہ ادا اور لہجہ عجیب وغریب تھا خوش الحانی کی نظیر نہ تھی عابد و کثیر الصلوۃ تھے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی' پچاس سال کے قریب مسند کوفہ پر جلوہ افروز رہے آپ کے شاگرد ابو بکر شعبہ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت آیت ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ مَوۡلٰىھُمُ الۡحَقِّ بار بار پڑھتے تھے اور اس تحقیق وصفائی سے پڑھتے تھے گویا محراب میں قرآن سنا رہے ہیں (رحمتہ اللہ علیہ) باعتبار طبقات ورجال آپ امام ابن عامر شامی کے بعد اور باقی سب سے مقدم ہیں۔

(مقدمہ شرح سبعہ قرأت ص ۳۷) حضرت حفص کے علاوہ آپ کی قرأت کے راویوں میں عظیم الشان ائمہ وعلماء ہوئے ہیں انہیں میں مفضل حماد اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں مُلّا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ شرح شاطبیہ ص ۱۴

۴۶ھ زر (بکسر زا وبتشدید را) بن حبیش اسدی' ابو مریم کنیت ہے یہ بزرگ مخضرمی تھے یعنی انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا لیکن مشرف باسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہوئے اسی لئے ان کو اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم کی صحبت میں استفادہ کا بڑا موقع نصیب ہوا اور ان کے فیض نے ان کو جلیل القدر تابعی بنا دیا علامہ نووی لکھتے ہیں وہ اکابر تابعینؒ میں سے ہوئے ہیں اور انکی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء ج ا ص ۱۹۷) قرآن

کے ممتاز قراء علما میں سے تھے حدیث میں علامہ ذہبی ان کو ائمہ حفاظ میں سے لکھتے ہیں آپ کے مشائخ صحابہ میں حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابوذر غفاری' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابی بن کعب وغیرہ (رضی اللہ عنھم) تھے۔ ممتاز شاگردوں میں ابراھیم نخعی عاصم بن ابی النجود منہال بن عمرو عیسیٰ بن عاصم عدی بن ثابت امام شعبی اور ابواسحٰق شیبانی شہرت رکھتے ہیں (تہذیب ج ۳ ص ۳۲۱) زر بن حبیش نے طویل عمر پائی باختلاف روایت ۸۱ھ میں وفات ہوئی' وفات کے وقت ۱۲۲ سال عمر مبارک تھی رحمتہ اللہ علیہ (تہذیب) ۷۴ھ آپ کا شمار کوفہ کے ممتاز قراء میں تھا زندگی کا موضوع کتاب اللہ ہی تھا فن قرأت میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ' اور اپنے والد صاحب سے کمال پیدا کیا (ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۹) حافظ ذہبی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ' کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنھم) سے بھی تعلیم حاصل کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۰) قرآن کا درس دیتے تھے مگر اس کا کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے عمرو بن حریث کے لڑکے کو انھوں نے فن قرأت میں تکمیل کرائی تو عمرو بن حریث نے ان کی خدمت میں سواری کا اونٹ مع خوبصورت پالان کے بھیجا مگر انھوں نے یہ ہدیہ قبول نہیں کیا اور صاف کہلا دیا کہ ہم کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے (ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۰) کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا اور آپ کے بعد یہ مسند قرأت عاصم کو منتقل ہوئی (تہذیب ج ۵' ص ۱۸۴) حدیث کے حافظ تھے۔ آپ کے مشائخ صحابہ میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت خالد بن ولید' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت ابودرداء' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنھم ہوئے ہیں آپ کے ممتاز شاگردوں میں حضرت ابراہیم نخعی حضرت علقمہ' حضرت سعد بن عبیدہ' حضرت ابواسحٰق' سعد بن جبیر عطاء بن ثابت اور امام عَاصِمُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ قابل ذکر ہیں آپ نے عبدالملک کے عہد خلافت میں ۷۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی بحالت اعتکاف مسجد میں مستقل قیام فرماتے مرض الموت میں بھی مسجد میں ہی تھے عطا بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لئے دعاءِ رحمت کرتے رہتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسجد میں ہی مروں (رحمتہ اللہ علیہ) (ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۱) علامہ عبدالعظیم زرقانی لکھتے ہیں کہ ابن حبیب سلمی حضرت علی

خاتمہ

چاند کا پورا لمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہوگئے اس لئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالٰے اس کو نافع اور مقبول فرماوے۔ طالب علموں سے بالخصوص بچوں سے بالخصوص قدوسیوں ۴۸ سے رضائے مولیٰ ۴۹ کی دُعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عُفِیَ عَنْہُ

۵ صفر ۱۳۲۳ھ

کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر استاد ہوئے ہیں (مناھل العرفان ج ۱ ص ۴۵۱) ۴۸ برصغیر میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۵۳۷ء ۹۴۴ھ) کے اولا دواَحفاد قدوسی کہلاتے ہیں انہیں بعض بزرگوں کی فرمائش پر حضرت مؤلف نے تجوید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا قدوسیوں سے یہی حضرات مراد ہیں ۴۹ مرتب پُر تقصیر محمد رمضان بھی جملہ ناظرین سے بالعموم اور مُعلّمین و مُتَعَلِّمِین ودیگر خدام قرآن سے بالخصوص فلاح دارین اور حسن خاتمہ کی دعا کا طالب ہے نیز استاذ الاساتذہ حضرۃ قاری عبدالمالک صاحب شیخ التجوید والقرآءت حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہٗ حضرت قاری صاحب کی اہلیہ محترمہ اور آپ کی جملہ نیک وصالح اولاد کو اپنی نیک دعاؤں میں شامل فرمالیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر

رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت صبح نو بج کر چالیس منٹ مطابق ۱۲ دسمبر ۲۰۰۰ء